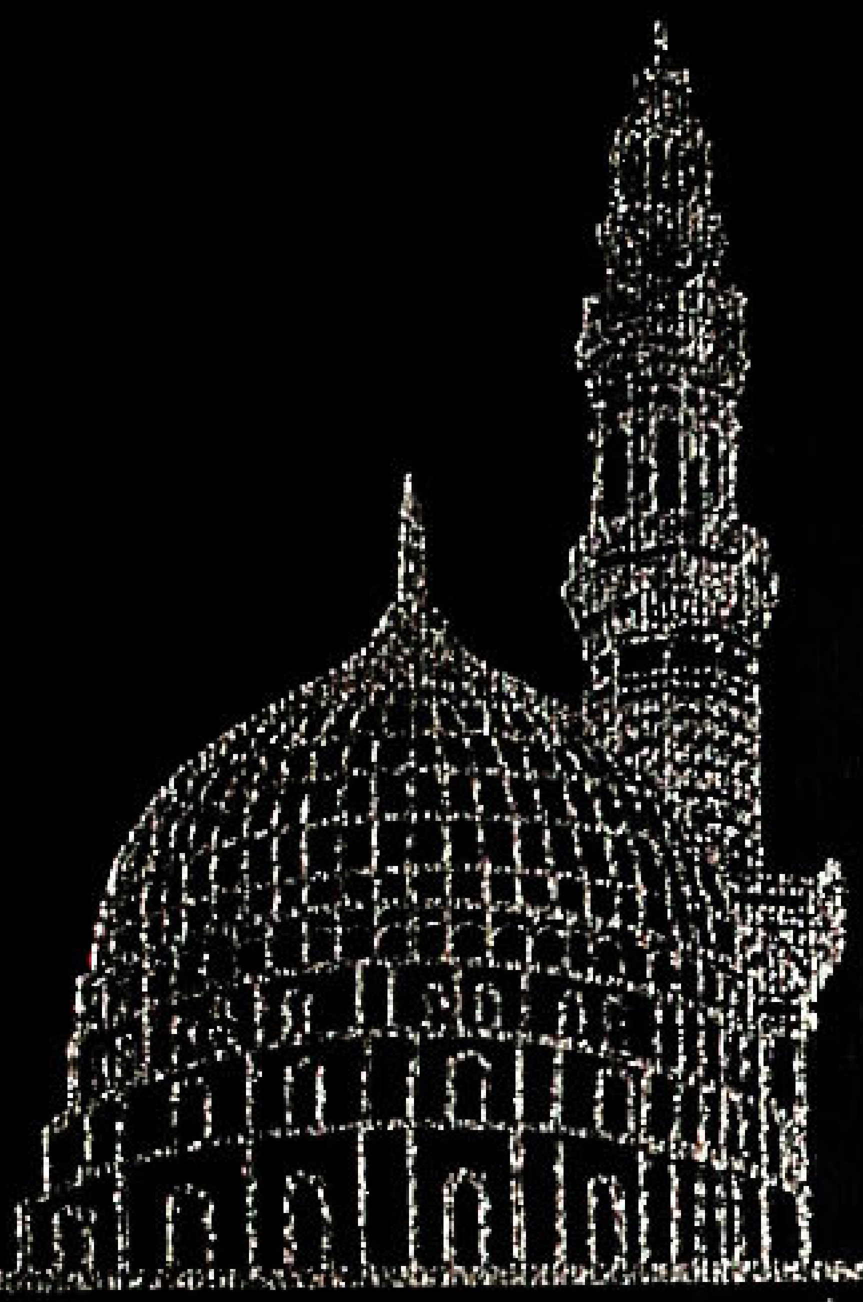

Marfat.com

عہدِ نبوی میں نظامِ حکمرانی

(نظرثانی و اضافہ شدہ)

از

ڈاکٹر محمد حمید اللہ

محمد وقار الہی ذخیرہ

اُردو اکیڈمی سندھ کراچی

Marfat.com

پاکستان میں جملہ حقوق محفوظ

نظرثانی واضافہ شدہ اڈیشن

سن اشاعت ــــــــــ ۱۹۸۱ ء

135156

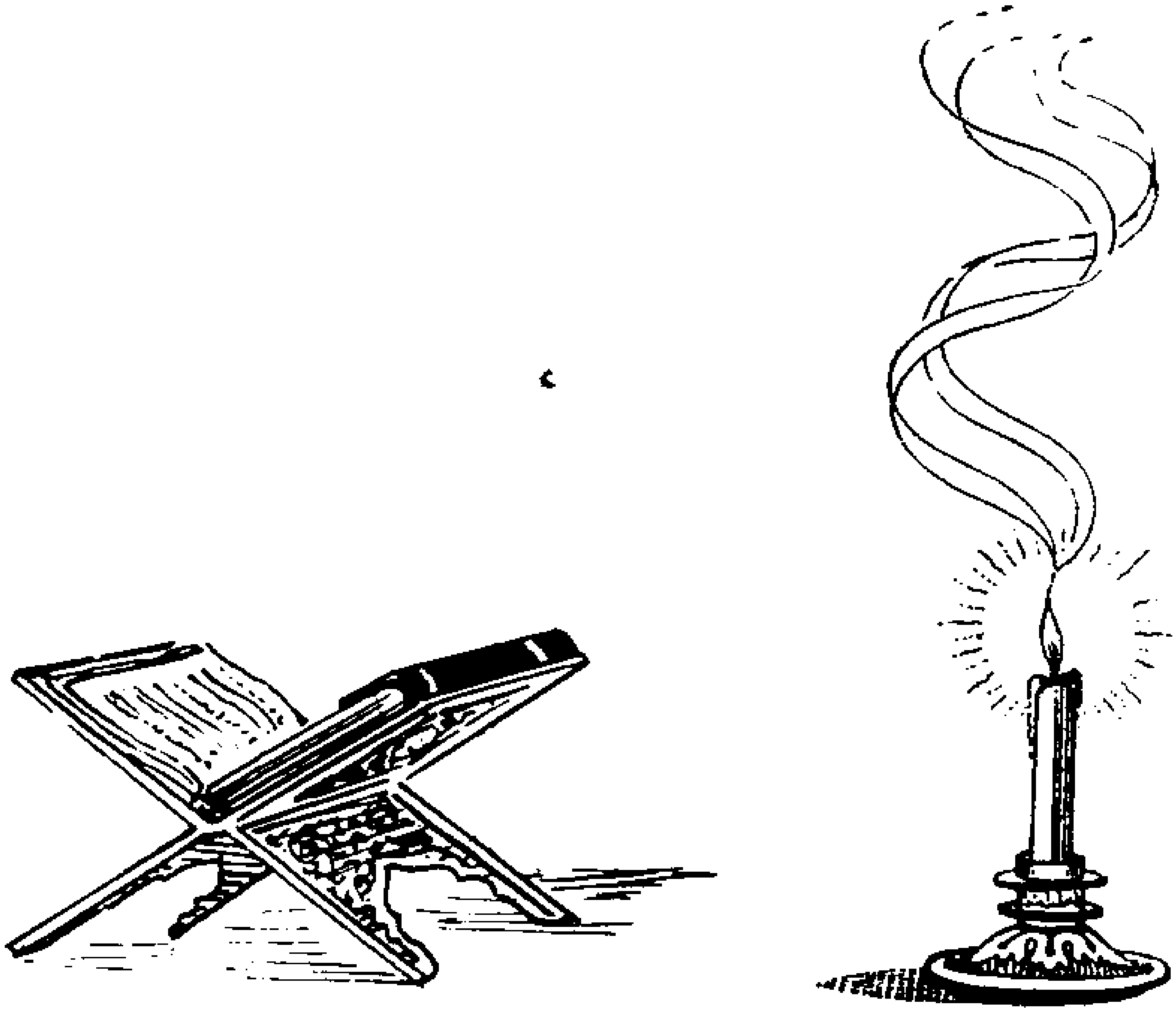

مطبوعہ

باب الاسلام پرنٹنگ پریس ۔ کراچی

Marfat.com

فہرست

شمار	مضمون	صفحہ
۱	پیش لفظ (طبع اوّل)	۴
۲	پیش لفظ (طبع ثانی)	۶
۳	پیش لفظ (طبع ثالث)	۸
۴	رسولِ اکرمؐ کی سیرت کا مطالعہ کس لئے کیا جائے؟	۱۰
۵	شہری مملکتِ مکہ	۱۷
۶	دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور	۷۵
۷	قرآنی تصوّرِ مملکت	۱۰۶
۸	اسلام عدل گستری اپنے آغاز میں	۱۴۲
۹	عہدِ نبوی کا نظامِ تعلیم	۱۸۳
۱۰	جاہلیت عرب کے معاشی نظام کا اثر	۲۱۱
۱۱	عہدِ نبوی کی سیاست کاری کے اصول	۲۳۴
۱۲	تالیفِ قلبی: سیاست خارجہ کا اصول	۲۵۴
۱۳	ہجرت: نو آبادکاری	۲۶۲
۱۴	آنحضرت اور جوانی (اسپورٹس)	۲۸۳
۱۵	آنحضرت کا سلوک نوجوانوں کے ساتھ	۲۹۰
۱۶	اشاریہ	۱-۵۳

Marfat.com

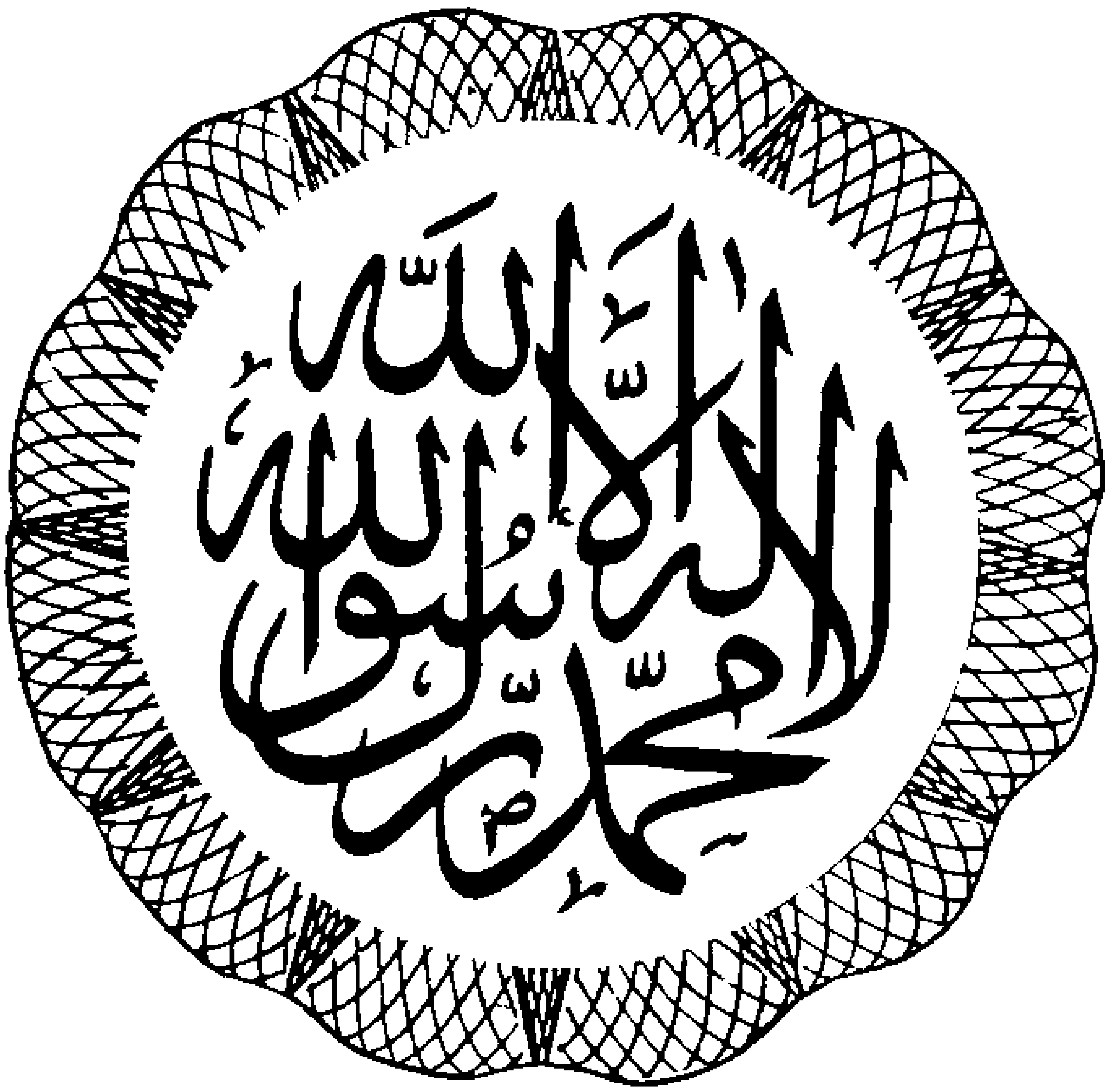

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

(طبع اوّل)

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر تالیفوں کی کمی نہیں۔ دوستوں اور معتقدوں نے بھی دادِ تحقیق دی ہے، دشمنوں اور معاندوں نے بھی دشمنی کا "حق" پوری طرح ادا کیا ہے۔ گزشتہ تیرہ سو سال سے زائد عرصے میں دنیا کی ہر زبان کی چھوٹی بڑی تالیفیں ہزاروں ہی نہیں لاکھوں میں شمار ہوں گی۔

جہاں ہم اپنے محدثین کرام اور مغازی نگارانِ با احترام کے احسان سے سر نہیں اُٹھا سکتے اور اُن کی کاوشوں کو حیرت و ممنونیت سے دیکھتے ہیں، وہیں ان بزرگوں کے شروع کئے ہوئے کام کا جاری رکھنا فی نفسہٖ بھی ضروری ہے۔ اور اپنے اظہارِ تشکر و احسان مندی کا صحیح طریقہ بھی ہے۔

دُنیا میں جب تک مسلمان ہیں، سیرتِ نبویہ ایک زندہ عامل کی حیثیت رکھے گی۔ اور دُنیا کے ترقی پذیر تمدن اور تبدل پذیر حالات میں کسی "ہمہ گیر و جامع اسوۂ حسنہ" کے کسی ایک پہلو کو کبھی اہمیت حاصل رہے گی تو کبھی کسی اور کو۔

موجودہ دُنیا نے ایک "زمین گیر" راج کی ضرورت مسلّم کر لی ہے۔ اور اُس کے لئے مجلسِ اقوام اور اقوام متحدہ کے نام سے اوّلین اور کندہ ناتراش کی سی کوششیں بھی عمل میں لائی جانے لگی ہیں۔ یہ "ایک راج" اگر "خدائی راج" ہو سکے تو انسانیت کی بھلائی ہو۔

Marfat.com

زمانۂ حال کے دو سب سے بڑے تفرقہ انداز عامل قوموں کی باہمی عصبیت اور پیٹ بھروں اور بھوکوں کی آپس کی کشمکش ہے۔ عجیب بات ہے کہ سرورِ کائنات کو بھی زیادہ تر انہی دونوں گتھیوں سے سابقہ پڑا تھا۔ اور آپ نے اُن کو پوری طرح حل کر کے کامیاب عمل بھی کر دکھایا تھا۔

لیکن بنی نوع انسان کی تنظیم اور ان میں امن و ہم آہنگی کا قیام ایک ایسا وسیع اور پیچیدہ موضوع ہے کہ اس کے متعلق اسلامی تعلیم اور محمدی تعمیل کو واضح کرنے کے لئے کئی دماغوں اور کئی زندگیوں کے صرف کرنے کی ضرورت ناگزیر ہے۔

اس موضوع کے مختلف چھوٹے چھوٹے پہلوؤں پر وقتاً فوقتاً جو معلومات فراہم ہوئے اور شائع بھی ہوتے رہے، وہ رفتہ رفتہ ایک واحد کل کی حیثیت اختیار کرتے اور تصویر کو مکمل کرتے جا رہے ہیں۔ اس جلد میں چند مضامین آتے ہیں۔ آئندہ جلد یا جلدوں میں خدا نے چاہا تو کچھ اور پہلو ہوں گے۔

چونکہ مستقل طور سے شائع شدہ مقالے ضروری تصحیح اور (اشاعتِ ابتدائی کے بعد کچھ مزید مواد ملا ہو تو) خفیف اضافے کے ساتھ مکتبہ جامعہ نے ازراہِ کرم یکجا طبع کر دینا منظور فرمایا ہے، اس لئے ایک تالیف کی جگہ ایک مجموعۂ مقالات سے ناظرین کو سابقہ ہوگا اور جن نتائج تک میں تا حال پہنچا ہوں وہ تصحیح و اصلاح کے لئے اہلِ علم کی خدمت میں پیش ہیں۔

اللّٰھم صلّ وسلّم وبارک علیٰ سیّدنا محمّد

ناچیز مؤلف
حیدرآباد دکن ۱۳۶۳ھ
۱۹۴۴ء

Marfat.com

پیش لفظ

(طبع ثانی)

یہ مضامین انفرادی طور پر، با اجازت و بلا اجازت نہ معلوم کتنی دفعہ کہاں کہاں چھپے ہیں۔ مجموعے کی صورت میں اُن کو پہلی بار ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء میں دہلی کے مکتبۂ جامعہ نے چھاپا۔ لیکن بدقسمتی سے اس کے ذخیرے کا بہت بڑا حصّہ ۱۹۴۷ء کے اواخر میں وہاں کی آگ اور خون کی ہولی کے نذر ہو کر تلف ہوگیا۔

اب حیدرآباد دکن صانہا اللہ عن الشرور والفتن کے ممتاز و مشہور مکتبۂ ابراہیمیہ نے اس مجموعے کی دوبارہ اشاعت کی ہمت کی ہے۔ اگرچہ کاتب کے سامنے مؤلف کا اپنا استعمالی، مصححہ نسخہ تھا، لیکن مؤلف کو سمندر پار قیام کی مجبوریوں نے کاپی یا پروف کسی کے بھی دیکھنے کا موقع نہ دیا۔ یُوں بھی ملک کے مشکل حالات کے باعث کاپیاں لکھی جانے کے بعد چھپنے کے انتظار میں سال بھر پڑی رہیں۔ کتاب آسان بھی نہیں ہے۔ اس میں کم سے کم پانچ سات زبانوں کے حوالے یا اقتباس ہیں۔ ان وجوہ سے طباعتی غلطیاں معمول سے زیادہ ہوگئی ہیں، جن کے لئے ناظرین سے بڑے ادب کے ساتھ معافی چاہی جاتی ہے۔

یہ پہلی جلد ہے۔ دوسری جلد میں عہدِ نبویؐ کے نظام ہائے مالیہ، فوج اور اہلِ ذمّہ اور بعض دیگر متفرقات، مثلاً بین الاقوامی عصبیّتوں کو کم کرنے کی تدبیریں وغیرہ

Marfat.com

شامل ہوں گے۔ اس کا کچھ حصّہ متفرق طور پر علمی رسالوں میں شائع ہو چکا ہے۔

ان کی ایک "رفیق جلد" رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی ہے۔ جو سنہ وار کی جگہ علاقہ وار سیاست کا آئینہ ہے۔ مثلاً رُومیوں، ایرانیوں، یہودیوں، عرب کے قبیلوں وغیرہ پر الگ الگ ابواب میں بحث ہے۔ اس کا بھی بہت بڑا حصہ شائع ہو چکا ہے یکجا اشاعت اپنے وقت کی منتظر ہے[1]۔

البتہ جغرافیۂ سیرت ابھی ذہن ہی میں ہے۔ مشاہدِ سفر وحضر، قبائلی دیار، نیز بلادِ عرب، پہاڑ، وادیاں، سب کے متعلق محلِ وقوع اور عام معلومات فراہم کرنا ہے۔ شاید خدمتِ سیرتِ نبویہ کی آئندہ کوئی اور چیز بھی ذہن میں آئے۔ "عہدِ نبویؐ کے میدانِ جنگ" کئی بار چھپی ہے، لیکن خیبر[2]، تبوک، مُوتہ وغیرہ کے عینی مشاہدہ کا موقع ملے تو کتاب میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

ان آرزوؤں کے پورا ہونے کے لئے عبدِ ذلیل اپنے ربِّ جلیل سے دُعا ہی کر سکتا ہے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ فقط

م ح ا

حیدر آباد دکن

---

[1] یہ لاہور میں ۱۳۶۹ھ بمطابق ۱۹۵۰ء میں شائع ہوئی۔ پھر بارہا چھپی ہے۔

[2] اس کے لکھنے کے بعد خیبر جا سکا۔ اور کتاب مذکور کے انگریزی ایڈیشن میں اس کے متعلقہ معلومات بڑھا سکا۔ الحمد للہ۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

(طبع ثالث)

الحمد للہ حق حمدہٖ والصلوٰۃ والسلام علی من لنا فیہ اُسوۃ حسنۃ

تیس سال سے زیادہ وقفے کے بعد یہ کتاب پھر چھپ رہی ہے اور تیسری بار، لیکن بدقسمتی سے ایسے وقت جب مجھے دوسری شدید مشغولیتیں ہیں اور علاؤالدین خالد صاحب کو عجلت ہے، اس لئے اپنے سارے تازہ ترین معلومات کو کتاب میں برموقع سمونے کا امکان نہیں پاتا۔ صرف سرسری نظر ثانی کی گئی ہے۔

ناظرین سے یہ عرض کردوں کہ اِس اثناء ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء میں مَیں نے فرانسیسی میں سیرتِ نبویہ پر دو ضخیم جلدوں میں ایک کتاب شائع کی ہے جس کی جلد دوم ایک معنے میں زیرِ نظر اُردو تالیف ہی کا نیا ایڈیشن تھا (اور اِن الفاظ کے لکھتے وقت اس کا تیسرا ایڈیشن مطبع میں ہے)۔ اس میں بعض وُہ ابواب بھی آچکے ہیں جن کا موجُودہ اُردو کتاب کے پیش لفظ طبع ثانی میں تجویز اور تمنّا کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً نظام مالیہ، نظامِ عسکری وغیرہ۔ اور علم ہے کہ اس میں ہر روز ترقّی ہی ہوتی رہتی ہے۔

سیرتِ پاک پر ترکی حکومت کی فرمائش کی تعمیل میں ایک چھوٹی کتاب بھی لکھی، جو انگریزی میں MUHAMMAD RASULULLAH کے عنوان سے ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء میں حیدرآباد دکن میں چھپی ہے۔ اس میں سیرتِ نبویہ پر میری مختلف زبانوں میں نکلی ہوئی بیس پچیس کتابوں اور مضمونوں کی فہرست بھی ہے۔

Marfat.com

مادری زبان سے کس کو محبت نہیں ہوتی، لیکن گزشتہ تیس سال سے فرانس میں قیام کے باعث زیادہ تر فرانسیسی ہی میں لکھتا رہا ہوں۔ میرے پاس وسائل نہیں کہ اپنی تالیفوں کا اُردو ترجمہ کراؤں۔ اگر خود اس کام میں مشغول ہو جاؤں تو زیرِ تالیف نئی کتابوں کو کون مکمل کرے؟

لاہور کے ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ صاحب کو اللہ جنت الفردوس میں جگہ دے، بڑے بے غرض اور مخلص دوست تھے۔ انھوں نے میری فرانسیسی کتاب کا ترجمہ شروع کیا لیکن ابھی چالیس پچاس صفحوں تک ہی پہنچے تھے کہ اُن پر عارضۂ قلب کا حملہ ہوا۔ اس کے بعد وُہ دو تین سال اور زندہ تو رہے لیکن سارے علمی کام بند کرنے پر مجبور ہو گئے۔ مذکورہ فرانسیسی تالیف کا ترکی ترجمہ البتہ ہُوا ہے اور کچھ نہیں تو نصف درجن دفعہ چھپ چکا ہے۔ (انگریزی کتاب "محمد رسول اللہ" بھی ظاہر ہے کہ ترکی زبان میں چھپی ہے، "رسول اللہ محمد" کے عنوان سے)۔ حیرت اس بات پر ہے کہ ضخیم فرانسیسی کتاب کا کمیونسٹ یوگوسلاویہ میں بھی بُشناق (یوگوسلاوی) زبان میں ترجمہ شائع ہُوا ہے۔

بوڑھا ہو چکا ہوں۔ بڑھاپے کی اس بکواس پر ختم کرتا ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ "اللہ بس، باقی ہوس"

پاریس ۱۳۹۸ھ / ۱۹۸۰ء — محمد حمید اللہ

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رسولِ اکرمؐ کی سیرت کا مطالعہ کس لئے کیا جائے؟

۱۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت یعنی سوانح حیات و تعلیمات کا مطالعہ اب بھی کیوں کیا جائے جب کہ آپؐ کی وفات پر کوئی چودہ صدیاں گزر چکی ہیں، علوم و فنون میں بے انتہا ترقی ہو چکی ہے، متمدن قوموں کے ماحول، اور تصورِ حیات میں زمین و آسمان کا فرق ہو چکا ہے، اور آپؐ بھی ہمارے جیسے ایک انسان تھے؛

۲۔ یہ سوال ہر سنجیدہ طالبِ علم، اور ذاتی غور و فکر کرکے ذمہ دارانہ اور مستقل رائے قائم کرنے والے کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے۔ اصولی حد تک تو اس سے کسی کو انکار نہیں ہوتا کہ انسانی تمدن کی ترقی کا راز اس پر مبنی ہے کہ "ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت"۔ البتہ اس طرح نہیں کہ اُدھیڑ بُن کا ختم نہ ہونے والا سلسلہ (کالّتی نقضت غزلھا من بعد قوۃ انکاثا۔ قرآن ۱۶/۹۲؛ کات کات کر خود ہی تار تار کرنے والی عورت کی طرح) جاری رکھا جائے۔ ظاہر ہے کہ قدیم و جدید دونوں عمارتوں کا مالک متموّل تر ہوگا بہ نسبت اس شخص کے جس کے قبضے میں صرف ایک عمارت ہو۔ البتہ یہ سوال ایک تفصیلی جواب چاہتا ہے کہ خاص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا کیوں مطالعہ کیا جائے، کسی اَور کی سیرت کا کیوں نہیں؛

۳ اس سوال کے جواب میں بعض باتیں صرف مسلمانوں سے متعلق ہیں، بعض غیر مسلموں سے، اور بعض بلا امتیاز ہر کسی سے۔

مسلمانوں کے لئے:۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت جو اہمیت

رکھتی ہے وہ کسی لمبی تفصیل کی محتاج نہیں ہے۔ اسلامی قانون اور عقائد کا یہ ایک مسلّمہ کلیہ قاعدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول اور ہر فعل حتّٰی کہ اپنے صحابہ میں ہر گوارا کی اور روا رکھی ہوئی چیز قانونی حیثیت رکھتی ہے ؛ اور قرآن یا کلام اللہ کی طرح سنّتِ نبویؐ سے بھی واجبات، مستحبات، مباحات، مکروہات، محرّمات وغیرہ قایم ہوتے ہیں۔

۴۔ یوں تو کسی مسلمان کی زندگی اصل میں صرف اسی وقت اسلامی کہلا سکتی ہے، جب وُہ قرآنِ مجید کے احکام کے عین مطابق ہو۔ لیکن خود قرآنِ مجید میں بہ کثرت موقعوں پر نہایت صاف و صریح الفاظ میں سنّتِ نبویؐ کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا گیا اور اُسے واجب التعمیل قرار دیا گیا ہے۔ اس سے سنّت یا سیرتِ نبویؐ کی حیثیت بھی جزءِ قرآن نہیں تو کم از کم ضمیمۂ قرآن اور تتمۂ قرآن کی ہو جاتی ہے۔ ایسی چند قرآنی آیتوں کی طرف یہاں توجہ منعطف کرائی جا سکتی ہے :۔

(ا) مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ ‏$\frac{59}{7}$ — رسول تم کو جو دے وُہ لے لو، اور جس سے وہ تم کو روکے تو رک جاؤ۔

(ب) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۚ ‏$\frac{33}{21}$ — تمھارے لیے رسولِ خدا میں ایک بہترین نمونۂ عمل ہے۔

(ج) مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۚ ‏$\frac{53}{3\text{-}4}$ — (آنحضرتؐ) اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے مگر وہ (خدا ہی کی) بھیجی ہوئی وحی ہوتی ہے۔

(د) مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔ ‏$\frac{4}{80}$ — جو رسولؐ کی اطاعت کرے تو وہ اللہ کی اطاعت ہے۔

۵۔ اِن اور دیگر آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ سرورِ کائنات کی سیرت کو نمونہ

Marfat.com

سمجھنا اور اس پر عمل کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا خود احکام خداوندی پر۔

غیر مسلموں کے لئے

سیرتِ نبویہ کا مطالعہ اس لئے ضروری ہے کہ جب ایک شخص ہم سے بیان کرے کہ میں تمہارے فائدے کی کچھ بات بے غرضانہ طور سے کہنا چاہتا ہوں تو کون عقلِ سلیم رکھنے والا ایسا ہوگا جو سننے سے پہلے یہ فیصلہ کرے کہ وہ بات سننے کے قابل نہیں ؛ آنحضرتؐ نے جب یہ فرمایا کہ میں تمام عالموں کے لئے رحمت بن کر آیا ہوں اور میرے لائے ہوئے دینِ اسلام کے بغیر دنیا و آخرت کی بھلائی حقیقت میں حاصل ہی نہیں ہو سکتی، تو اس پر اوچھی طبیعت والوں نے ٹھٹول شروع کیا یا مخالفت پر اُتر آئے۔ اس کے برخلاف سنجیدہ لوگوں نے یہ پوچھا کہ دینِ اسلام کس کو کہتے ہیں اور آپ کی رائے میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے ؟ پھر جواب اور توضیح پر ٹھنڈے دل سے غور کیا۔ اور جس کی دانست میں بات معقول تھی اُس نے اس دین کو قبول کر لیا۔

۷۔ ہادیٔ اسلامؐ کے اقوال و افعال اور آپؐ کی تعلیم اب تک محفوظ و موجود ہے اور محض آثارِ قدیمہ کے رتی سے ہاتھی بنانے اور قیاس آرائی و خوش عقیدگی کی ضرورت نہیں ہے۔ یوں بھی :-

۸۔ ہر کسی کے لئے چند بنیادی اصول سے خود فیصلہ کر لینا ممکن ہے۔ چونکہ اسلام کا اصل اصول یہ ہے کہ

فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً ؕ قرآن ۲/۲۰۱ — یعنی دنیا میں بھی اچھے رہیں اور آخرت میں بھی۔

اوّلاً ہم یہی دیکھیں گے کہ دُنیوی معاملات میں آنحضرتؐ کی سیرت اور طرزِ تعلیم میں ہمارے لئے کیا سبق ہیں ؟

Marfat.com

۹ ۔ دُنیا میں یک حیثیتی بڑے لوگوں کی کمی نہیں ۔ لیکن اگر ہم مثلاً سکندرِ اعظم اور نپولین و ہٹلر کو لیں تو اُن کی زندگی صرف ایک سپہ سالار اور فاتح کے لئے مفید مطالعہ ثابت ہو سکتی ہے اور بس ۔ گوتم بُدھ کی زندگی ، ریاضت اور عبادت میں خصوصی دلچسپی لینے والوں ہی کے لئے سبق آموز ہو سکتی ہے ۔ ہومر صرف ایک شاعر اور قصّہ گو تھا ۔ افلاطون و ارسطو صرف حکیم و فلسفی تھے ، زندگی کے دُوسرے شعبوں میں اُن کی کوئی بڑی وقعت نہیں ۔ خاص کر اکثر ناصح بے عمل رہے ۔

۱۰ ۔ اس کے برخلاف پیغمبرِ اسلامؐ کی زندگی قول و فعل کی یکسانی ، ہمہ جہتی حیثیت اور سب سے بڑھ کر یہ کہ زندگی ہی میں کامیابی کے لحاظ سے ایک بے مثل چیز ہے کہ دعویٰ بھی ہے اور اس کا ثبوت بھی ۔

۱۱ ۔ چنانچہ سیاسی پہلو کو لیجئے تو آپؐ نے دس سال کے قلیل عرصے میں جزیرہ نمائے عرب اور جنوبی فلسطین اور جنوبی عراق میں نراج (لاحکومتی) کی جگہ جہاں زیادہ تر خود سر، خانہ بدوش قبائل میں خانہ جنگیاں ہی رہا کرتی تھیں ، ایک مستحکم اور بڑی مملکت قائم کر دی ۔

۱۲ ۔ بہ حیثیت سپہ سالار کے آپؐ کی لڑائیوں میں بہ مشکل چند سو آدمی فریقین کے مارے گئے لیکن دس سال میں دس بارہ لاکھ مربع میل کا رقبہ مطیع اور ماتحت ہوگیا۔[۵] پھر یہ آپؐ ہی کے تربیت یافتہ تھے جن سے زیادہ "مہذب وحشی" کبھی فتوحات کے لئے نہیں نکلے اور جن سے زیادہ تیز اور ٹھوس فتوحات کا اگلوں پچھلوں کسی نے رکارڈ قائم نہیں کیا ۔

۱۳ ۔ بہ حیثیت منتظم و مدبّر کے ہم دیکھتے ہیں کہ آپؐ ایک ایسے ملک میں پیدا ہوئے جہاں صحیح معنوں میں کبھی کوئی مملکت قائم ہی نہیں ہوئی تھی، اس کے باوجود آپ نے

---

[۵] واکر کی تالیف : WALKER, A HISTORY OF THE LAW OF NATIONS, VOL.1

Marfat.com

جو دستورِ مملکت مرتب اور جو نظامِ حکمرانی قائم فرمایا، اس پر عمل دنیا کی اس عظیم الشان مملکت کے لئے نہ صرف ہر طرح کارآمد ثابت ہوا بلکہ جب تک اس پر عمل رہا، وہ دُنیا کی مہذب ترین حکومت بنی رہی۔ اِسے انسانیت کا دورِ زرّین کہنا مبالغہ نہیں۔

۱۴۔ عمرانی حیثیت سے تقسیم وگردشِ دولت کا اصول سرورِ کائنات کے ہر ایک حکم میں نظر آتا ہے۔ تقسیم ترکہ، تحدید وصیت، ممانعت سود، دولت اور جائداد پر محصول (زکوٰۃ) وغیرہ کی طرف اشارہ کافی ہے۔ جن کا اصول یہ تھا کہ دولت صرف مالداروں میں نہ گھومتی رہے اور مالداروں سے لئے ہوئے محصول سے حکومت اپنی رعایا میں سے جملہ غریب ومسکین افراد کو روٹی مہیا کرنا اپنا اوّلین فریضہ سمجھے۔ عورت، غلام، مزدور وغیرہ کے متعلق بھی اسلامی احکام تاحال غیروں کے لئے آئیڈیل ہیں۔

۱۵۔ سماجی اور اخلاقی حیثیت سے آپ نہ صرف معلمِ اخلاق تھے۔ بلکہ اپنی تعلیم پر سب سے پہلے خود عمل کرتے اور دُوسروں کو جتنا حکم دیتے اُس سے کہیں زیادہ خود انجام دیتے۔ ایک باپ، ایک شوہر، ایک حاکم، ایک دوست، ایک تاجر و شریکِ تجارت، غرض ہر حیثیت سے آپؐ کا کردار اتنا بے داغ ہے کہ دشمن تک کو اس کے سراہے بغیر چارہ نہیں۔ علاوہ اور مسلّمہ برائیوں کے، شراب اور جُوئے اور بُت پرستی کی ممانعت مسلمانوں کی ایسی خصوصیات ہیں کہ دُنیا اب اس کو خواہی نخواہی ماننے پر مجبور ہے۔

۱۶۔ دُنیا میں بہت سے ہادی، معلّم اور پیغمبر آئے، لیکن تاریخ شاہد ہے کہ کسی کو اپنی زندگی میں اتنی کامیابی نہیں ہوئی جو نبی عربیؐ کو ہوئی۔ ۱۰ھ میں جب آپؐ حج کو تشریف لے گئے تو آپؐ کے ساتھ ایک لاکھ چالیس ہزار مسلمان تھے، جو برّاعظم عرب کے ہر حصّے سے آئے تھے۔

۱۷۔ آنحضرت نے جو دین پیش فرمایا، اس نے اپنے لئے خود بخود جگہ پیدا کر لی۔ چین میں کبھی صحیح معنوں میں اسلامی حکومت قائم نہ ہوئی مگر وہاں بھی کروڑوں مسلمان ہیں۔ یورپ

Marfat.com

یورپ وامریکا، ہندوستان و افریقیا میں غیر مسلم حکومتوں کی موجودگی اور اپنے مذہب کے پھیلانے کے لئے وسیع اور منظم تدابیر عمل میں لانے کے باوجود نومسلموں کی روز افزوں کثرت ہے۔ کمیونسٹ علاقوں میں بھی نومسلم نظر آرہے ہیں، جو اس بات کا کافی ثبوت ہیں کہ اسلام کی اندرونی کشش کتنی ہے۔

۱۸۔ وُہ آپؐ ہی تھے کہ قسم قسم کے تعصبات سے لبریز دنیا میں برملا فرما گئے کہ نسل، رنگ، زبان، جغرافی سکونت سے کسی انسان کو دوسرے پر قطعًا کوئی فوقیت نہیں، حقیقی فضیلت بس نکوکاری اور خدا ترسی ہے۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ — خدا کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز و مکرم وُہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہیں۔

آپؐ نے اس اصول پر جس زور سے عمل کرایا اُسی کا نتیجہ ہے کہ تمام پست اور مظلوم قومیں اسلام ہی کو اپنی نجات کا واحد ذریعہ سمجھتی رہی ہیں۔ اسلام سے زیادہ مساوات کسی اور مذہب میں نظر نہیں آتی۔ اور فطرت کی تنوع پسندی کے باعث بین الاقوامی تعلقات کا حل اسلام کے سوا کسی ذریعے سے ممکن بھی نظر نہیں آتا۔

۱۹۔ یہ دنیوی پہلو تھا۔ اسلام کی خصوصیت یہ رہی ہے کہ وہ دین و دُنیا دونوں کی بہ یک وقت بھلائی چاہتا ہے۔ روحانی ترقی اور تزکیۂ نفس کے لئے توحید سے بڑھ کر کوئی وسیلہ نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی شخص خدا کو ایک مان لے اور خیر و شر اس کے سوا کسی اور کی قدرت میں نہ سمجھے اور حشر و نشر کو مان لے تو پھر اس سے گناہ کا سرزد ہونا محال نہیں تو مشکل ضرور ہو جائے۔ ہر شخص کے ایمان کی پختگی اس کے اعمال میں ہویدا رہتی ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، اور جہاد فی سبیل اللہ ایسے احکام ہیں جن سے انسان فرشتوں سے بھی سبقت لے جاتا ہے۔ جس میں عدول حکمی کی صلاحیت ہی نہ ہو اور کسی کل کی طرح حرکت کرتا چلا جائے وہ نہ تو ثواب کا مستحق ہے اور نہ عذاب کا مستوجب؛ جس میں خیر و شر کی

قدرت بیک وقت ہو اور وہ اپنی قوّتِ ارادی سے کام لے کر صرف خیر پر عمل کرے، یقیناً وہی اشرف المخلوقات ہے۔

۲۰۔ مختصراً یہی وہ چیزیں ہیں جو رسولِ عربیؐ کی سیرت میں ہم کو نظر آتی ہیں۔ ان کا سنجیدہ اور غیر جانبدار مطالعہ ہمیں ان کو اُسوۂ حسنہ ماننے کے سوا چارہ نہیں چھوڑتا۔

۲۱۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ۵

(نشریۂ صدر مجلس اشاعت سیرت)
حیدر آباد دکن

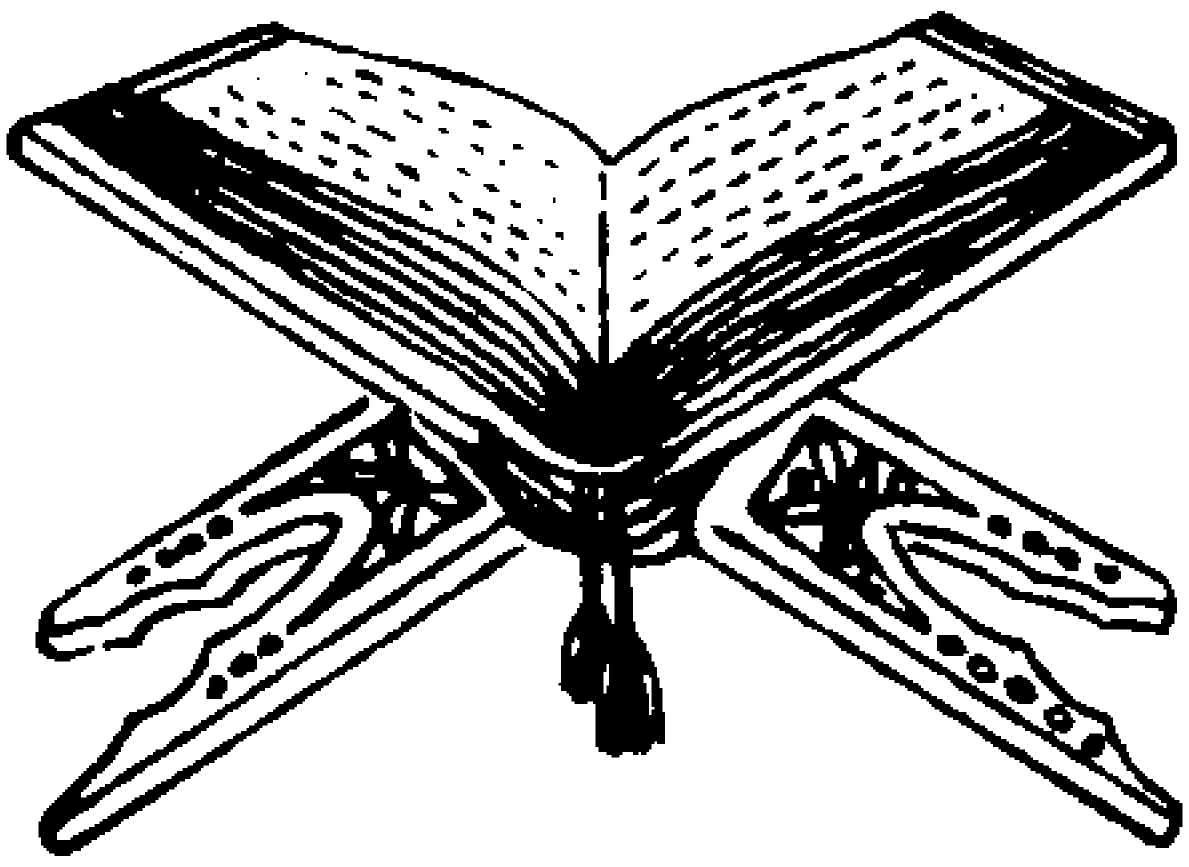

Marfat.com

شہری مملکتِ مکّہ

۲۲۔ "ہر زمانے اور ہر ملک میں قدیم مصر سے لے کر جدید امریکہ تک، انسانی ذہنیت کی عظیم ترین ترقی، جدت پسندی اور کارگزاری شہری زندگی بسر کرنے والوں ہی میں نظر آتی رہی ہیں۔ جب تک لوگ چرواہوں یا کسانوں کے پیشوں پر اکتفا کرتے رہے، اس وقت تک معاشی فرائض کی تقسیم کے لئے کوئی خاص ترغیب نہیں پائی جاتی تھی اور لوگوں کی توانائیاں تمام تر غذا حاصل کرنے کی کوشش میں صرف ہو جایا کرتی تھیں۔ جب سے "شہر" وجود میں آیا تقسیمِ کار بھی ہونے لگا، معاشی بچت کے امکانات بھی پیدا ہو گئے، اور یہیں سے دولت، فرصت، تعلیم، ذہنی ترقی اور علوم و فنون کی توسیع ہونے لگی"۔[1]

۲۳۔ اِس مقالے[2] کا منشا صرف یہ ہے کہ علمی دُنیا کو ایک ایسی زرخیز زمین کی تحقیق کے لئے متوجہ کیا جائے جسے اب تک بالکل ہی نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔ اسلام نے جس حیرت انگیز تیزی سے توسیع حاصل کی اور اُس کے آغاز ہی میں شہری مملکتِ مکّہ کے "غیر مہذب اور غیر تعلیم یافتہ" باشندوں سے جتنے کثیر غیر معمولی طور سے قابل

---

[1] انسائیکلوپیڈیا آف سوشیل سائنس تحت عنوان سٹی CITY (شہر)
از ولیم منرو۔ WILLIAM MUNRO

[2] مقالہ جو دسمبر ۱۹۳۰ء میں ٹریونڈرم میں اورینٹل کانفرنس میں سنایا گیا۔

مدبر پیدا ہوتے، وہ ایسے حقائق ہیں جن کے کچھ نہ کچھ پس منظر کا ہونا ناگزیر ہے۔ نپولین (ناپولیوں) نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ عرب مسلمانوں کی بہادری کا راز غالباً اس واقعے میں پوشیدہ تھا کہ اسلام سے پہلے اِن میں بڑے طویل عرصے سے خانہ جنگیاں ہوتی رہی تھیں، جنھوں نے ان میں بعض اوصاف پختہ کر دیئے ہوں گے۔

۱۹۳۵ء میں سوربون (پاریس) میں ایک پبلک لکچر دیتے ہوئے مَیں نے یہ چیز واضح کرنے کی کوشش کی تھی کہ آغازِ اسلام کے وقت پورے جزیرہ نمائے عرب میں ایک معاشی وفاق قائم ہو چکا تھا، جس کا باعث وہاں کے سالانہ میلے اور وہاں کے کاروانوں کا نہایت ترقی یافتہ نظامِ خفارہ (بذرقہ) تھے۔

بہ ظاہر یہ معاشی وفاق نیز یہ واقعہ کہ پُورے ملک میں ایک ہی بولی بولی جاتی تھی، ایک ہی طرح سے وُہ فال دیکھا کرتے تھے، مختلف بتوں یا دیوتاؤں کو وہ مشترکہ طور سے مانتے تھے، اور بڑی حد تک اُن کے رسم و رواج بھی یکساں ہی تھے۔ اس لئے اِن چیزوں نے سیاسی اتحاد کے لئے بہت کچھ زمین ہموار کر دی، اَور جب اسلام آیا تو اس نے جزیرہ نمائے عرب کے مزاج میں بڑی تیزی سے ایک مرکزیّت پیدا کر دی۔

اب مَیں ایک دوسرا نظریہ اضافہ کرتا ہوں اور وُہ یہ ہے کہ شہر مکہ کے باشندوں نے اپنی شہری مملکت کے لئے ایک ترقّی کناں دستور، اسلام سے خاصا عرصہ قبل بنا لیا تھا، جس کے ذریعہ سے اُن کو اس بات کی تربیت مل چکی تھی کہ آئندہ اسلامی دَور میں عربی شہنشاہت کے نظم و نسق کو چلا سکیں۔ یہ شہنشاہت تیس ہی سال کے عرصے میں مدینے کی چھوٹی سی شہری مملکت سے پھیلتے ہوئے رُومی، ایرانی اور دیگر حکومتوں پر ایشیا، افریقیا اور یورپ کے تین برّاعظموں پر چھا گئی تھی۔ چنانچہ یورپ کے سلسلے میں یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ ۲۷ھ مطابق ۶۴۷ء میں خلیفۂ سوم حضرت عثمانؓ

لے ناپولیوں کی نوشتہ فرانسیسی "یادداشت جزیرۂ سینٹ ہیلینا" جلد ۲ ص ۱۰۱ تا ۱۱۲۔

کے زمانے میں اسلامی فوجیں اسپین میں گھس چکی تھیں، اور کئی نسلوں کے بعد طارق کے آنے اور فتح کو مکمل کرنے تک وہیں قابض و مقیم تھیں[۵۱]۔

۲۴۔ عرب کی شہری مملکتوں کا مطالعہ ابھی کچھ سنجیدہ طور سے شروع نہیں کیا گیا ہے۔ اس غرض کے لئے میں مکّے کے سوا کسی اور شہر کا بھی انتخاب کر سکتا تھا، مثلاً طائف دُومۃ الجندل، تیماء، سبا، عدن، صُحار وغیرہ، لیکن مکّے کے انتخاب کے ایک سے زیادہ وجوہ ہیں، مثلاً مکّے کے متعلق ہمارے معلومات دیگر شہروں کے مقابلے میں زیادہ یقینی اور زیادہ کثیر ہیں۔ مکّہ اسلام کا گہوارہ تھا، یہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا اور بڑے ہوتے تھے، یہیں آپ کی تبلیغی زندگی کا بڑا حصّہ صرف ہوا تھا، اور اوّلین اسلامی شہنشاہت کی قریب قریب تمام نمایاں ہستیاں اسی شہر میں پیدا ہوئیں، اور یہیں تربیت پائی تھیں۔ مزید برآں یہی وہ شہر تھا جس پر قبضے کے لئے تین ہمعصر شہنشاہتوں میں رقابت چلی آتی تھی۔ رومی، ایرانی اور حبشی، تینوں اس پر قبضے کے خواہشمند تھے۔ اگر کتاب التیجان کے مؤلف ابن ہشام کی بات پر یقین کیا جائے تو سکندر ذوالقرنین تک نے ضروری خیال کیا تھا کہ اس شہر کے معبد یعنی کعبے کی زیارت کرے[۵۲]۔

---

[۵۱] تاریخ طبری ۲۷ھ ص ۲۸۱۷۔ نیز دیکھئے گبن کی انگریزی تاریخ "انحطاط و زوال روما" جلد ۵ ص ۵۵۵ مطبوعہ آکسفرڈ یونیورسٹی پریس۔

[۵۲] میرے خیال میں "ذوالقرنین" (یعنی دو سینگوں والا) کا لقب سکندرِ اعظم کو عربوں کی طرف سے دیئے جانے کا اصلی باعث یہ تھا کہ مقدونیہ والے ایک ٹوپی پہنا کرتے تھے جس پر دو سینگیں ہوتی تھیں۔ ان کا یہ قومی لباس اب تک باقی ہے، چنانچہ ۱۹۳۴ء میں جب یوگوسلاویہ کے بادشاہ الگزانڈر کو مارسیلز میں قتل کر دیا گیا تو اس کی لاش کے بازو اس کے تمام شاہی زیوروں وغیرہ کے ساتھ اس کی دو سینگوں والی ٹوپی بھی رکھی گئی تھی۔ ان سینگوں والی ٹوپی کی اصلیت یہ کہی جاتی ہے کہ سکندرِ اعظم مینڈھے کی پوجا کرتا تھا، اور یہ سینگیں اس کی تعظیم کے لیے تھیں (باقی آگے)

Marfat.com

تاریخ شہر:-

۲۵- اسلامی روایات کے مطابق جب خدا نے حضرت ابراہیمؑ کی خلت کو آزمانے کیلئے انھیں حکم دیا کہ اپنی دُوسری بیوی ہاجرہ اور اُس کے نوزائیدہ بچے اسمٰعیل علیہم السلام کو ایک بے آب و گیاہ مقام میں چھوڑ دیں تو آپ نے انھیں وادیٔ مکّہ میں پہنچایا۔ وہاں اللہ نے زمزم کا چشمہ پیدا کر کے زندگی کا سامان کیا۔ بی بی وہاں بچے کے ساتھ شروع میں تنہا رہیں، پھر پانی دیکھ کر ایک قبیلے کے دو خانہ بدوش کنبے جُرہم اور قطورا آ گئے اور بی بی کی اجازت سے وہیں بس گئے۔ کعبے کی تعمیر اور حج شروع کرانے کے باعث اس بستی کی اہمیت بڑھی تو قبیلۂ اِیاد نے اس علاقے پر قبضہ کر لیا۔ پھر جب یمن کا قبیلۂ خُزاعہ سَیلِ عَرِم کے باعث اِدھر ہجرت کرانے پر مجبور ہُوا تو جلدی ہی اُس نے اِیاد کو بزور نکال باہر کیا۔ فرار کے وقت ایاد نے کعبے کے حجرِ اسود کو اکھیڑ کر ایک جگہ چھپا دیا۔ ایک خزاعی عورت اُسے دیکھ رہی تھی۔ اُس نے حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے کہا کہ اگر خانۂ کعبہ کا حاجب خزاعہ کو بناتے ہو تو وُہ انھیں حجرِ اسود واپس دلاتے گی، انھوں نے منظور کیا۔ کچھ عرصہ بعد قُصَی (اسمٰعیلی) نے خزاعہ کے رئیس کی بیٹی سے نکاح کیا اور خُسر کے بڑھاپے میں کعبے کے دروازے کو وہی کھولنے اور بند کرنے لگا۔ خُسر کے انتقال کے بعد چابی اُس کے بیٹے کو ملی۔ وہ شرابی تھا، اور قصی نے ایک مشک شراب کے معاوضے میں وُہ اس سے خرید لی۔ اور اس طرح کعبہ دوبارہ اسمٰعیلیوں کے قبضے میں آیا۔ عام خزاعیوں نے کچھ شور مچایا تو قُصَی نے اپنی ماں کے قبیلۂ قضاعہ سے مدد مانگی اور بزور

(بقیہ حاشیہ ص سابقہ) مصر میں سکندری آثارِ قدیمہ بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ (اُ "ارم ذات القرون" کی اصطلاح کیلئے دیکھئے بلاذری کی فتوح البلدان طبع مصر ص ۵؛ سہیلی کی الروض الانف ۲/۲۶۹۔ نیز NOELDEKE SCHWALLY نولڈیکے شوالی کی جرمن "تاریخ قرآن" جلد اول ص ۱۲۱ تا ۱۲۲ مع حاشیہ

۵۳ نیز دیکھئے عینی شرح بخاری ۶/۲۶۵ اور ازرقی کی اخبار مکّہ بر موقع۔

Marfat.com

خزاعیوں کو مکے سے جلاوطن کیا۔ پھر نہایت عقلمندی سے اپنا رسوخ بھی بڑھایا اور شہر کی نئی تنظیم بھی کی، اور وُہ اب ایک گاؤں کی جگہ ایک شہری مملکت بن گیا۔ قُصَیٰ کے پوتے نے ایلاف (یعنی معاہدوں) کے ذریعے سے " رحلۃ الشتاء والصیف" کی کاروانی تجارت کو بین المالک اساس پر ترقی دی۔ (اس موضوع پر دیکھو میرا مقالہ رسالۂ البلاغ کراچی، ج ۲ ش۳، ص ۱۵ تا ۲۸ ۱۹۶۶ء بیں)۔

جب شہر مالدار بنا تو لازمًا حریفوں کا جی للچانے لگا۔ جیسا کہ ابھی بیان ہوا رومی، ایرانی اور حبشی تینوں سلطنتیں مکے پر قبضے کی خواہشمند تھیں۔ چنانچہ رُومیوں کے سلسلے میں یہ ایک واقعہ ہے کہ ایلیوس گالوس کے زمانے سے نیروؔ کے زمانے تک ہر رومی شہنشاہ کی یہ تمنا رہی کہ اپنا اثر و نفوذ کسی نہ کسی طرح مکے تک پھیلا دے۔ چنانچہ اس کے لئے متعدد کوششیں عمل میں لائی جاتی رہیں[1]۔ ابنِ قتیبہ کی بات پر اگر اعتبار کیا جائے تو قیصرِ روم نے خود قُصَیٰ کو مدد دی تھی کہ مکّے پر وُہ قبضہ کر لے[2]۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں قصی نے خود مختاری برتنی شروع کر دی اور رُومی مفادات نظر انداز کرنے شروع کر دیئے، چنانچہ چند نسلوں بعد جب حضرت خدیجہؓ کے چچازاد بھائی مکّے والے عثمان بن الحویرث الاسدی البطریق نے عیسائیت قبول کی تو قیصرِ روم نے اسے ایک تاجِ شہریاری سے سرفراز کیا اور ایک فرمان دے کر مکّہ روانہ کیا، جس میں حکم تھا کہ مکّے والے اُسے اپنا بادشاہ تسلیم کریں۔ اور ہر قبیلہ اُسے باج و خراج ادا کیا کرے[3]۔

---

[1] لامنس LAMMENS کی فرانسیسی کتاب "مکہ ہجرت سے پہلے" صفحہ ۲۲۹ و ۲۴۲۔

[2] معارف ابن قتیبہ طبع یورپ۔ ص ۳۱۳۔

[3] مَیں نے اس موضوع پر ایک مقالہ لکھا ہے: TWO CHRISTIANS OF PRE-ISLAMIC MECCA. (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی جرنل ج ۲ ۱۹۵۸ء، ص ۹۷ تا ۱۰۳) اس میں عثمان بن الحویرث اور ورقہ بن نوفل کے حالات ہیں۔ اس کی طباعت کے بعد کچھ اور معلومات ملے (باقی آگے)

Marfat.com

عثمان کے لیئے بڑے اچھے مواقع حاصل تھے ۔ کیونکہ مکے والے غلہ اور دیگر ضروریات اور نیز اپنے تجارتی کاروانوں کے لیئے مصر، فلسطین اور شام کے رُومی صوبوں کے دست نگر تھے ۔ اور وُہ آسانی سے فرمان قیصری کو نظرانداز نہیں کر سکتے تھے، لیکن عین لمحہ آخر میں عثمان ہی کے ایک چچازاد بھائی الاسود بن المطلب نے جلسے میں اُٹھ کر اعتراض کرنا شروع کر دیا اور کہا کہ مکے کے آزاد باشندے بادشاہت اور امارئیت کی بدعتوں کو کیسے قبول کر سکتے ہیں، اور اس خیال کا خوب ہی مضحکہ اڑایا اور دم کے دم میں جلسے کی رائے بدل گئی ۔ عثمان بیزار ہو کر شام واپس چلا گیا اور قیصر رُوم نے اس کا بدلہ یُوں لیا کہ اپنی قلمرو مکے والوں کے لیئے بند کر دی، اور اُن کے جو تاجر اُس وقت وہاں تھے ان کو قید کر لیا۔ اور حکم دیا کہ ہر اس شخص کو بھی گرفتار اور قید کر لیا جایا کرے جن کی عثمان بن الحویرث نشاندہی کرے ۔ قیصر اُس وقت اس سے زیادہ کچھ نہ کر سکا کیونکہ ایران سے جنگ چھڑ گئی تھی ۔

۲۶ - ایرانیوں کے سلسلے میں تاریخیں بتاتی ہیں کہ یمن کی فتح کے بعد وہ خیال کرنے لگے تھے کہ عرب خود بخود اُن کے اقتدار میں آچکا ہے ۔ چنانچہ خسروِ ایران نے ایک مرتبہ گورنر یمن کے نام حکم لکھ بھیجا تھا کہ جناب رسالت آب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایران جا کر شہنشاہ سے ملنے کی ہدایت کرے اور اگر رسولِ عربیؐ اس سے انکار کریں تو آپؐ کو گرفتار کر کے مدائن روانہ کر دے[۱]۔

۲۷ - حبشیوں کے سلسلے میں یہ مشہور واقعہ ہے کہ انھوں نے مکّے پر ایک چڑھائی

(بقیہ حاشیہ ص سابقہ) مصعب بن الزبیر کی نسب قریش (ص ۲۱ تا ص ۲۱۰) ابن فہد کی تاریخ مکہ (ص ۱۴۳ تا ۱۴۴) اور الفاکہی کی اخبار مکہ (ص ۱۴۳) میں ہیں ۔

حاشیہ صفحہ ھذا [۱] الفاسی طبع یورپ ص ۱۴۴ السہیلی کی الروض الانف ۱/۱۴۶، لامنس کی مذکورہ بالا کتاب ص ۲۷۰، اشپرنگر کی جرمن سیرۃ وتعلیمات محمدی جلد اص ۸۹ تا ۹۰ [۲] تاریخ طبری صفحہ ۱۵۷۲ و مابعد ۔

13S156

قریش کا رِحلَۃَ الشِّتَآءِ وَالصَّیف یا کاروانی راستے

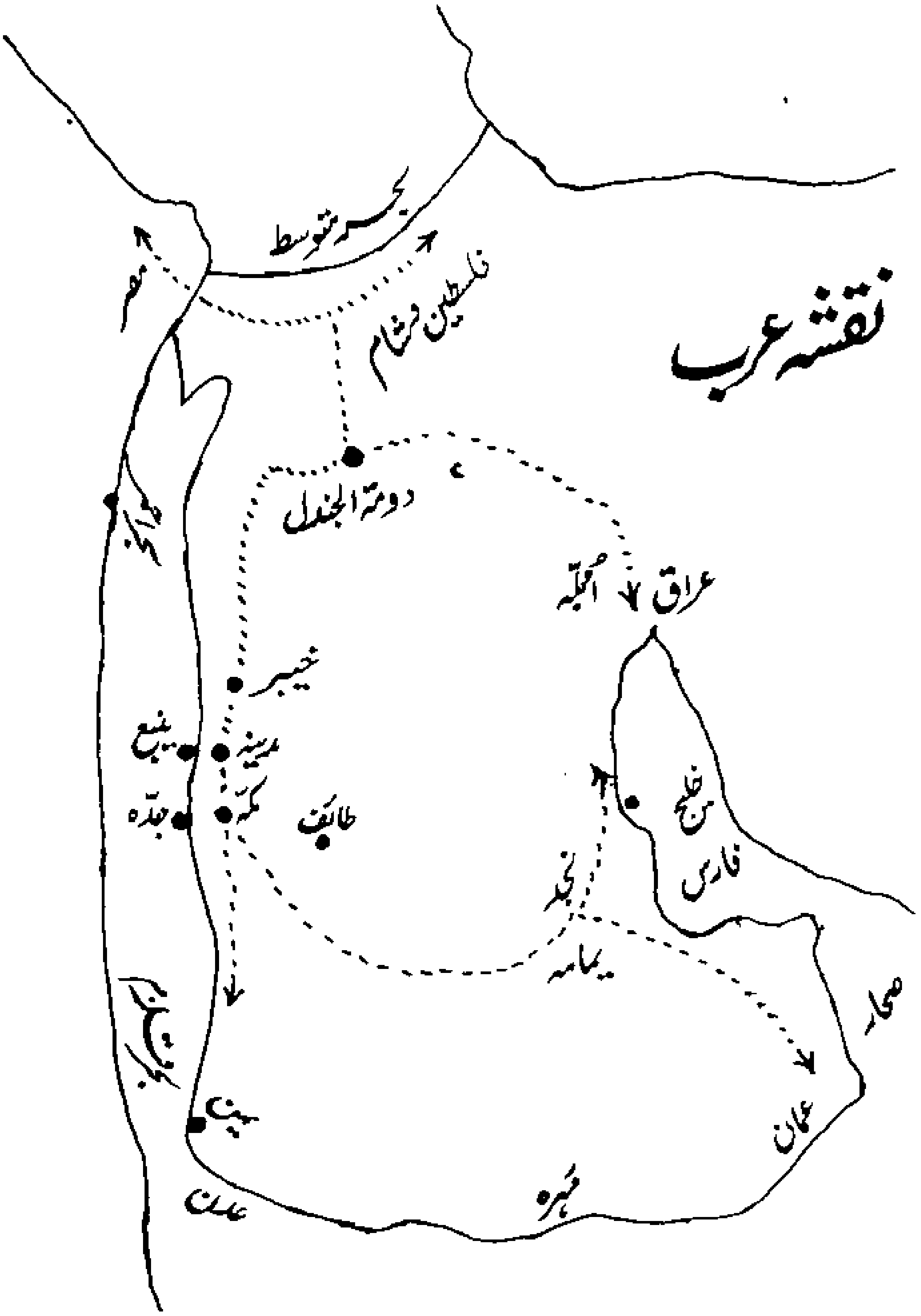

کی تھی[۱] جس میں ابرہہ اپنے مشہور ہاتھی محمودؔ[۲] کے ساتھ کام کر رہا تھا۔

۲۸۔ اس قسم کے بیشمار تذکرے عرب مؤلفین کے ہاں ملتے ہیں کہ مکّے کے اور دیگر اقطاعِ عرب کے معزّزین قیصرِ رُوم، کسریٔ ایران، نجاشیٔ حبش وغیرہ بیرونی حکمرانوں کے ہاں باریاب ہوا کرتے تھے۔ اِن واقعات سے بھی اس بات کا ثبوت مِل سکتا ہے کہ یہ حکمران جزیرہ نمائے عرب کے اندرونی حصّے میں مسالمانہ ذرائع سے اپنا اثر بڑھانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

جغرافیہ شہر:۔

۲۹۔ جزیرہ نمائے عرب کا شمالی و مغربی حصّہ زیادہ تر بنجر اور صحرا ہے۔ ایک چھوٹا سا نخلستان اور چشمہ بھی ہو تو لوگوں کو وہاں آ کر بس جانے کے لیئے کافی ہوتا ہے اور اگر کسی بڑی تجارتی شاہراہ پر ایسے قدرتی انتظامات پائے جائیں تو وہاں کسی بستی کے بس جانے کے لیئے اور بھی زیادہ سہولت ہوتی ہے۔ مکّہ کاروانی راستوں پر ایک اہم اسٹیشن تھا۔ اور کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں یہ ایک آباد شہر بن گیا تھا، جہاں وہ آیا جایا کرتے تھے۔ عرب مؤلف ہمیں یقین دلاتے ہیں کہ اس زمانے میں گھنے جنگل اور اچھی چراگاہیں اس وادی میں پائی جاتی تھیں جہاں اب مکّہ بسا ہُوا ہے[۳]۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے جدِّ اعلیٰ قصیّ نے جنگل کا بڑا حصّہ صاف کر دیا تا کہ اپنے اور اپنے

---

۱ دیکھئے کسی تفسیر میں سورۃ فیل نیز فرانسیسی رسالہ ژورنال آزیاتیک ۱۹۱۱ء صفحہ ۵ تا ۲۰ اور ایطالوی رسالہ R.S.O صفحہ ۸۰، ۳ و ما بعد میں کونتی روسینی کے مضامین عرب میں حبشیوں کی خانہ جنگیوں کے متعلق نیز لامنس کی کتاب مکّہ ص ۲۸۰ و ما بعد۔

۲ سیرۃ ابن ہشام ص ۹۰ تا ما بعد۔ معلوم نہیں کہ حبشیوں نے "محمود" عربی نام کیوں رکھا۔ شاید یہ لفظ MAMMOTH کا معرّب ہو جو ایک گراں ڈیل قسم کے ہاتھی کو کہتے ہیں۔

۳ ازرقی اخبار مکّہ ص ۲۱، کتاب الاغانی ۱۳/۱۰۸، ابن ہشام ص ۷۱۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

قبیلے والوں کے گھروں کے لئے معبدِ کعبہ کے اطراف جگہ فراہم کی جائے ۔ بعد کے زمانوں کے متعلق بھی ہمیں اسی طرح کے ثبوت ملتے ہیں[۵۱]۔ خود آج بھی ہوا ہیر کی رباط مکہ معظمہ میں اتنی شاندار ہے کہ وہ وادی غیر ذی زرع[۵۲] کے کسی مکان کی جگہ بمبئی کے ملیبار ہل کے کسی قصر سے مشابہ ہے۔ مکہ تجارت کے لئے شام، یمن اور طائف و نجد جانے والی کاروانوں کا جنکشن تھا اور چشمۂ زمزم کے قریب آباد ہُوا تھا، اور ہر طرف بلند اور ناقابلِ تسخیر پہاڑیوں نے اسے جنگی نقطۂ نظر سے بھی محفوظ بنا دیا تھا۔ شہر نے نہ معلوم کیوں بہ کثرت نام اختیار کئے ۔ ان میں سے امّ القریٰ، مکہ اور بکہ قرآن مجید میں بھی مذکور ہیں۔ اُمّ القریٰ (یعنی شہروں کی ماں، METROPOLIS دارالسلطنت، پایۂ تخت) کا مقصد واضح ہے ۔ خدا بادشاہ ہے ۔ اس کا گھر (بیت اللہ) پایۂ تخت ہی میں ہو سکتا ہے ۔ وہاں کی سیاسی زندگی سے آئندہ باب میں بحث ہوگی ۔ جس مقام پر اور جس طور سے شہر بسا تھا اُس کی کچھ تفصیلیں یہاں بیان کی جاتی ہیں ۔

۳۰۔ قدیم یُونانی شہروں کے دو حصّے ہوتے تھے۔ "پولس" اور "استو" یعنی بلند اور پست حصّہ ہائے شہر، نامعلوم زمانے سے ، مکہ بھی دو حصّوں میں بٹا ہُوا ہے ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) [۴۹] سیرت ابنِ ہشام۔ ص۔ ۱۸۰۔ تاریخ طبری ص۱۰۹۶، قطب الدین الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام ص۳۲ (لیکن انساب بلاذری ص ۵۰ بحوالہ واقدی ، نیز الروض الانف للسہیلی ۱/۸۷ اس کی تردید کرتے ہیں، اور کہتے ہیں لوگوں نے درخت کاٹنے کی اجازت مانگی تو قصی نے اس سے منع ہی کیا۔ بعد میں رہائش کی ضرورتوں سے وقتاً فوقتاً کچھ درخت کاٹے بھی گئے)۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۵۱] جرہمی دَور کے لئے دیکھئے ازرقی کی اخبارِ مکہ ص۵۲ ۔

[۵۲] قرآن مجید ۱۴/۳۷ میں مکّے کے جائے وقوع کو یہ نام دیا گیا ہے، کیونکہ وہاں کوئی زراعت نہیں ہوتی ۔ اگرچہ حالیہ زمانوں میں نہر زبیدہ کے باعث شہر میں سرسبزی نظر آنے لگی ہے ، اور سعودی دَور میں باغات بھی ترقی کرنے لگے ہیں ۔

Marfat.com

نقشہ شہر مکہ

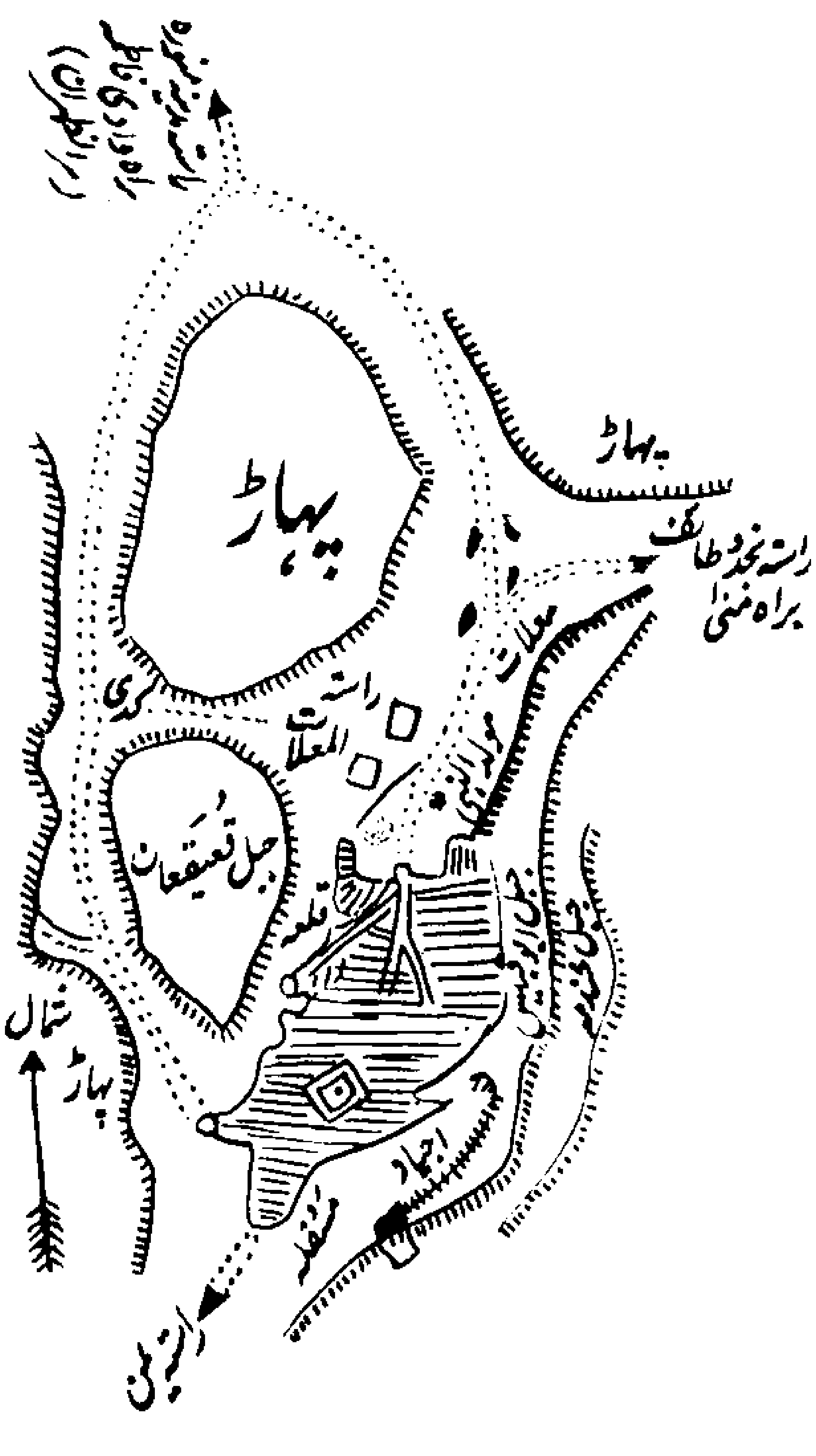

Marfat.com

معلات اور مسفلہ اور یہ تقسیم آج تک پائی جاتی ہے۔ کسی قدیم زمانے میں ان دونوں حصّوں کا نام بکّہ اور مکّہ رہا ہوگا۔ چنانچہ ازرقی[۵۱] نے اپنی تاریخِ مکّہ میں بیان کیا ہے کہ بکّہ وہ مقام ہے جہاں معبد تعمیر ہُوا ہے، اور مکّہ پُوری بستی کا نام ہے۔ قرآن مجید سے بھی اس کی تائید ہوتی نظر آتی ہے۔ چنانچہ ایک آیت میں ہے:

"وہ پہلا گھر جو لوگوں کے لیے (بغرض عبادت) بنایا گیا وُہ وُہ ہے جو بکّہ میں ہے[۵۲]"

اور ایک دُوسری آیت میں ہے:

"یہ وُہی تھا جس نے ان کو تم پر حملہ کرنے سے وادیٔ مکّہ میں روک[۵۳] دیا تھا۔

مکّتین[۵۴] (دو مکّے) کی اصطلاح قریتین[۵۵] (دو شہر) کے معنوں میں ابنِ ہشام نے استعمال کی ہے جس سے مکّہ اور طائف کی دو ہمشیر بستیاں مراد لی گئی ہیں۔ اس سے بھی اس خیال کی مزید تائید ہوتی ہے۔

۳۱۔ ظاہر ہے کہ معززین مَعلات میں رہتے تھے اور شہر کی عبادت گاہ اور قبرستان بھی وہیں آباد تھے۔ تاریخ ہمیں یقین دلاتی ہے[۵۶] کہ جب قُصَی نے مکّے پر قبضہ کر لیا تو اپنے تمام رشتہ داروں کو ظواہر یعنی مضافاتِ شہر سے بطحا یعنی مرکزِ شہر میں منتقل کر

---

۵۱ اخبارِ مکّہ ص۱۵۶ سطر ۱۲ نیز ص۱۹۷ سطر ۱۰۔ بکّہ موضع البیت و مکّۃ القریہ۔

۵۲ قرآن مجید ۳/۹۶

۵۳ قرآن مجید ۴۸/۲۴

۵۴ سیرۃ ابنِ ہشام ص۱۲۱ و ص۵۱۹، بحث کے لئے سہیلی ۱/۱۲۵

۵۵ قرآن مجید ۴۳/۳۱ نیز کامل المبرد ص۲۹۱، بلاذری کتاب (انساب الاشراف) بحوالہ لامنس ص۳۴ وص ۳۵۔

۵۶ سیرۃ ابن ہشام ص۸۰۔

Marfat.com

دیا تھا اور عبادت گاہ یعنی کعبے کے سامنے ہی دار البلد تعمیر کیا، جس کا نام دار الندوہ یعنی مشورہ گاہ رکھا گیا[1]۔ مکّے کی عبادت گاہ یعنی (کعبہ) دیوتاؤں کا ایک آماجگاہ (دیوستھان) PANTHEON بن گیا تھا، جہاں ۳۶۰ بت[2] تھے جو مختلف قبائل[3] کے معبودوں کی نمائندگی کرتے تھے۔ لات اور عزّیٰ[4] اصل میں بالترتیب طائف اور نخلہ کے لوگوں کی دیویاں تھیں اور کعبے کے احاطے میں بھی ان کے مثنیٰ Duplicate سے پائے جاتے تھے۔ اور مکّے والوں کے نزدیک بھی ان دیویوں کا بڑا احترام تھا[5]۔

۳۲۔ یونانی شہروں ہی کی طرح[6] مکّے کے اطراف بھی ایک ماتحت سرزمین تھی، جسے حَرم کہتے تھے اور جو تخمیناً سوا سو مربع میل پر مشتمل تھی[6]۔ اسلام نے حدودِ حرم میں مزید توسیع کر دی اور شہر کی وُہ سرحدیں قرار دیں، جو اب "میقات" کہلاتی ہیں۔ اور جہاں سے حاجیوں کو اپنا معمولی لباس آتار کر احرام پہننا پڑتا ہے۔

---

[1] تطیب الایمن کی کتاب مذکورہ ص ۲۴۔

[2] ازرقی کی اخبارِ مکّہ ص ۷۵ تا ۷۶، ابونعیم کی المنتقی مخطوطہ بدم ادب حیدر آباد دکن ورق نمبر ۲۰۵ تا ۲۰۶۔

[3] دیورشے کی فرانسیسی کتاب DESVERGERS, ARABIE ص ۱۰۱ عمود اوّل۔ بعض علماء کا گمان ہے کہ ہر بُت سال کے ایک دن کی نمائندگی کے لئے تھا۔ قبائل سے تعلق نہیں۔

[4] یہ بُت بہت چھوٹے ہوں گے، چنانچہ تاریخ طبری ص ۱۳۹۵ اور کتاب الاغانی ۱۴/۱۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگِ اُحد کے دن ابوسفیان اُن کو اٹھائے لئے جا رہا تھا۔

[5] سیرۃ ابن ہشام ص ۵۵ کلبی کی کتاب الاصنام بر موقع۔

[6] فلپس کی انگریزی کتاب "قدیم یونان اور روما میں بین الممالک قانون اور رواج جلد ا ص ۲۸۔ وارڈ فاؤلر کی انگریزی کتاب "شہری مملکت" بر موقع۔ ہیالڈے کی ہسٹری آف دی ورلڈ شائع کردہ ہیا مرٹن باب یونانی شہری مملکتیں صفحہ ۱۱۰۷۔

۳۳- یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس زمانے میں مکے میں کوئی بازی گاہ، گھوڑ دوڑ کا میدان، کسی مہم پر روانہ ہونے کے لئے فوج کا اجتماع گاہ اور محصورہ و محفوظ چراگاہیں (حمیٰ) تھیں یا نہیں، مدینے وغیرہ دوسرے شہروں کی حد تک البتہ ان چیزوں کا کافی پتہ چلتا ہے، مکے کے ایک محلے کا نام "اجیادؔ" ہے. جس کے معنے اچھی نسل کے گھوڑوں کے ہیں۔ اگرچہ یاقوت وغیرہ اس کی وجہ تسمیہ کچھ اور بتاتے ہیں۔ لیکن ممکن ہے کہ اس کو گھوڑ دوڑ سے بھی کچھ تعلق رہا ہو۔ بازی گاہ کے سلسلے میں الفاکہی نے (اخبارِ مکہ ص ۹ تا ۱۰ میں) لکھا ہے کہ مکے میں کُرّگ یا کُرّج نامی کھیل سے بڑی دلچسپی لی جاتی تھی۔ ہر محلے میں اس کے میدان تھے۔ تماش بین کثرت سے وہاں جاتے تھے۔

۳۴- پروفیسر تیالڈے نے یونانی شہری مملکتوں پر اپنے دلچسپ مضمون میں لکھا ہے کہ:-

"جب وہ پُرآشوب دور ختم ہوگیا جس میں ترک وطن کے عظیم الشان سلسلے جاری تھے تو بجائے اس کے کہ جنگ ایک عادتی حالت سمجھی جائے، ہمہ گیر امن کا دَورہ دورہ ہوگیا۔ اور خانہ بدوشی کی جگہ بستیوں میں توطن اختیار کیا جانے لگا۔

لیکن یہ شہر کس طرح وجود میں آئے؛ قدیم ترین بستیاں بے شبہ گاؤں میں ہوئی ہوں گی ...... بہرحال عام طور پر چند دیہات کے مجموعے نے اس چیز کو مناسب پایا ہوگا کہ کسی پہاڑ، یا خود میدان میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ۵ے حدود حرم کا جو ذکر ازرقی ۳۶۰ تا ۳۶۱، اور احمد بن محمد الخضراوی کی العقد الثمین فی فضائل البلد الامین، مطبوعہ قاہرہ ۱۲۹۰ھ ص ۱۲-۱۳ میں ہے، اس سے یہ اندازہ کیا گیا ہے۔

Marfat.com

اچھی طرح مدافعت کئے جانے کے قابل مقام کو قلعہ بنا کر مستحکم کرلے تاکہ اگر کسی موسم گرما کی لوٹ کے لئے نکلی ہوئی ہمسایوں کی مکڑی آن پڑے۔ تو اپنے بیوی بچوں اور جانوروں کو وہاں حفاظت کے لیے بھیج سکیں۔۔۔ اس قلعہ میں دیوتا کا مندر اور بادشاہ کا محل بھی عموماً ہوا کرتے تھے۔ اس کے بعد ایک نیا رجحان یہ پیدا ہوا کہ عوام اپنے دیہات کو چھوڑ کر پناہ لینے کیلئے شہر کے قریب رہنے لگیں، اور وہاں سے روزانہ اپنے کھیتوں کو جانے لگیں۔ معززین کو یہ مناسب معلوم ہوا کہ بادشاہ کے آس پاس اور حکومت کے مرکز میں رہیں۔ اس طریقے سے بلند حصہ شہر یا قلعہ کے اطراف ایک پست حصہ آباد ہونے لگا، اور رفتہ رفتہ شہر کے اطراف ایک شہر پناہ یا فصیل بھی تعمیر ہونے لگی[1]"

۲۵۔ قریب قریب یہی صورتِ حال حجاز کی بھی تھی۔

۲۶۔ مکہ جس مقام پر آباد ہے وہاں ایک گہری وادی ہے جس کے چاروں طرف اونچے اور ناقابلِ عبور پہاڑ ہیں۔ شہر میں صرف ایک شاہراہ ہے جو ایک طرف سے داخل ہو کر دوسری طرف نکل جاتی ہے۔ ذیلی راہیں شہر میں آنے جانے کے لئے صرف دو ہیں[2]۔ یہاں کے باشندوں کو اس بات کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی کہ کوئی فصیل بھی تعمیر کریں۔ اس کے باوجود ہمیں قطب الدین کی تاریخِ مکہ میں حسبِ ذیل ذکر ملتا ہے:۔

"قدیم زمانوں میں مکے میں بھی شہر پناہ کی دیواریں پائی جاتی تھیں، چنانچہ معلات کے رُخ جبل عبداللہ بن عمر اور اُس کے سامنے کے پہاڑ کے مابین ایک وسیع دیوار پائی جاتی تھی۔ اس میں ایک دروازہ تھا جس پر لوہے

---

[1] ہسٹری آف دی ورلڈ ص ۱۱۱۰۔

[2] مرآۃ الحرمین ۱/۲ نیز دیکھئے کوئی نقشہ شہر مکہ

کے پتّر چڑھے ہوئے تھے، یہ ہندوستان کے ایک بادشاہ نے امریکہ کے پاس بطورِ تحفہ روانہ کیا تھا۔

ایک اور دیوار مسفلہ کے رُخ میں بھی دَرب الیمن نامی محلّے میں تعمیر کی گئی تھی۔ تقی الدین الفاسی نے بیان کیا ہے کہ معلات میں مذکورہ بالا دیوار کے علاوہ ایک اَور دیوار بھی تھی۔ لیکن مجھے معلوم نہیں کہ مکّے کی یہ دیواریں کب تعمیر ہوئی تھیں۔ نہ یہ کہ ان کو کس نے تعمیر کیا تھا۔ اور نہ یہی کہ ان کی مرمّت کس نے کی تھی۔" مَیں نے بعض تاریخوں میں دیکھا ہے کہ عبّاسی خلیفہ المقتدر کے زمانے میں ایک دیوار پائی جاتی تھی۔[۵۱]

۳۷۔ یہ دیواریں غالباً اسلام سے پہلے کی دیواروں کی جگہ نئے سرے سے تعمیر کی گئی ہوں گی۔ وادیٔ مکّہ میں سب سے کشادہ اور مسطح مقام شروع ہی سے قومی عبادت گاہ کے لیے محفوظ رہا۔ عرب مؤلف ہمیں یقین دلاتے ہیں کہ اس وادی کے پرانے باشندے اتنے وہمی تھے کہ بیت اللہ (کعبہ) کے قریب اپنے رہنے کے لیے کوئی عمارت تعمیر کرنی روا نہیں رکھتے تھے۔ مکانات انھوں نے مضافات شہر میں بنوائے، اور کعبے کے قریب صرف خیمے لگائے جاتے تھے۔

۳۸۔ مؤرّخین کا یہ بھی بیان ہے کہ وہ پہلا شخص جس نے عبادت گاہ کے اطراف گھر تعمیر کیے، وہ قصیّ تھا۔ اِس جدّت یا بدعت پر عوام کو آمادہ کرنے کے لیے اس نے یہ استدلال کیا کہ:۔

"اگر تم عبادت گاہ کے اطراف رہنے لگو تو لوگ تم سے ڈرا کریں گے۔ اور لُوٹ مار کے لیے

---

[۵۱] قطب الدین کی کتاب مذکورہ بالا ص، (محوّلہ الفاسی کا بیان ص۶۵ پر یہ ہے "مکّہ معظمہ کی موجودہ فصیل سے پرے سابق میں اوپر ایک اور فصیل بھی تھی")۔

[۵۲] تاریخ طبری ص ۷، ۹۔ نیز قطب الدین کی کتاب مذکورہ ص ۳۴۔

Marfat.com

تم پر حملہ کرنے سے باز آجائیں گے۔"

اور یہ کہہ کر قصی نے سب سے پہلے خود ہی اپنے لیے مکان تعمیر کیا، جس میں قومی مشورہ گاہ یعنی دارالندوہ بھی تھا۔ یہ کعبے کے شمالی رُخ تعمیر ہوا۔ اور کہتے ہیں کہ وہ اس جگہ تھا جہاں حال حال تک حنفی مصلّی بنا ہوا تھا[۱] کعبے کی اس عبادت گاہ کے باقی تین طرف جو زمین تھی وہ قصی نے قریشی قبائل میں بانٹ دی جہاں انھوں نے اپنے رہنے کے گھر تعمیر کر لیے[۲]۔

سیاسی نظام:۔

۳۹۔ مکہ پر خزاعیوں کی حکومت تھی۔ قصی نے اُن کے سردار کی بیٹی سے شادی کی، اور جب وہ مر گیا تو قصی سرداری کی وراثت کا دعویدار بن گیا۔ قصی کا تعلق ماں کی طرف سے قبیلۂ قضاعہ سے تھا، چنانچہ اس خانہ جنگی میں قبیلۂ قضاعہ نے قصی کی مدد کی۔ اور اگر ابن قتیبہ کی بات پر یقین کیا جائے تو خود قیصرِ رُوم[۳] نے بھی قصی کو مدد دی، جس کا منشا بظاہر یہ تھا کہ جہاں تک ہوسکے عرب کے اندر اپنے اثرات بڑھائے اور ہندوستان سے خشکی کی راہ ہونے والی تجارت کے گزرگاہ کو اپنی نگرانی اور حفاظت میں لے لے۔

۴۰۔ سرداری حاصل کرنے کے بعد قصی[۴] کو وہاں متعدد سیاسی ادارے موجود ملے ہوں گے۔

---

[۱] قطب الدین کی کتاب مذکورہ ص ۳۴۔ حنفی مصلّے کے لئے آگے مسجد حرم کا نقشہ۔ اب سعودی دور سے بھی منہدم کر دیا گیا ہے۔

[۲] قطب الدین کی کتاب مذکور، ص ۳۴۔

[۳] معارف ابنِ قتیبہ ص ۳۱۳ (مطبوعۂ یورپ)۔

[۴] قصی کے حالات کے لیے دیکھیے مارٹن ہارٹ مان کا مضمون جرمن رسالہ اشوریات (Z. fu r Assyriologie) جلد ۲۸، صفحہ ۴۳ تا صفحہ ۴۹۔

Marfat.com

مثلاً معبد کعبہ کی تولیت کا عہدہ وغیرہ، کوئی تعجب نہیں جو اس ذہین شخص نے خود بھی چند نئے ادارے قایم کیے ہوں تاکہ اپنے اقتدار کو محفوظ و مستحکم کرے، لیکن یہ معلوم کرنا مشکل ہوگا کہ قصی کے زمانے میں جن دس سرکاری عہدوں کا مکے میں پتہ چلتا ہے، ان میں سے کتنے قصی کے قایم کردہ تھے اور کتنے قدیم ادارے ہی تھے۔ شہر میں ایک دارالندوہ[۵۲] بنانا اور رفادہ[۵۳] کے نام سے ایک سالانہ محصول باشندگان شہر پر عاید کرنا صراحت کے

---

۵۱ ابن عبدربہ کی العقد الفرید ۲/۴۵ تا ۴۶، اور زبیر بن بکار کی انساب قریش مخطوطہ استنبول، جس کا حوالہ لامنس نے اپنی فرانسیسی کتاب مجلس سہ گانہ (TRIUMVIRAT) ص ۱۱۴ میں دیا ہے۔

مکے میں جن دس موروثی عہدوں کا مؤرخ ذکر کرتے ہیں، وہ یہ تھے:۔

۱۔ بنی ہاشم (عباس)، سقایہ، عمارۃ البیت، حلوان النفر

۲۔ بنی امیہ (ابو سفیان)، عقاب۔

۳۔ بنی نوفل (الحارث بن عامر)، رفادہ

۴۔ بنی عبدالدار (عثمان بن طلحہ)، لوا، سدانہ، حجابہ، ندوہ

۵۔ بنی اسد (یزید بن زمعہ): مشورہ

۶۔ بنی تیم (ابو بکر صدیق)، اشناق

۷۔ بنی مخزوم (خالد بن الولید)، قبہ، اعنّہ

۸۔ بنی عدی (عمر بن الخطاب)، سِفارہ، منافرہ

۹۔ بنی جمح (صفوان بن امیہ)، ایسار، ازلام

۱۰۔ بنی سہم (الحارث بن قیس)، حکومہ، اموالِ محجرہ

۵۲ ابن ہشام ص ۸۰ و ۸۳، طبری ص ۱۰۹۹، ابن سعد جلد اول قسم اول، ص ۴۹، اور اخبار مکہ مطبوعہ یورپ مؤلفہ ازرقی ص۶۵۔

(باقی صفحہ ۳۴ پر)

Marfat.com

ساتھ قصی کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں، ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ نسئی، اجازہ، اور افاضہ کے ادارے قدیم خانوادوں ہی کے ہاتھ میں رہنے دئے گئے تھے[۱] بہر حال عام طور پر قصی کے ہاتھ میں چھ عہدوں[۲] کا ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ یہی عہدے اہم تر بھی تھے، اور آمدنی کا ذریعہ بھی اُن ہی سے تھا۔

۴۱۔ ابن عبد ربہ[۳] اور دیگر مؤلف بیان کرتے ہیں کہ مکے میں دس ہی سرکاری عہدے تھے جن کو دس قبائل کے سردار موروثی طور سے انجام دیا کرتے تھے۔ ممکن ہے کہ یہ عہدے ابتدا میں دس ہی رہے ہوں، جیسا کہ فینیشیا اور پالمیرا میں تھا، چنانچہ شابو[۴] کے حوالے سے لامنس نے بیان کیا ہے کہ:۔

"دس ارکان کی ایک مجلس ہوتی تھی جو دس بڑے خانوادوں کے سرداروں پر مشتمل ہوتی تھی۔ کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پالمیرا میں اس طرح کی ایک مجلس موجود اور کارفرما تھی جس کے علاوہ ایک مجلس عام یا سینٹ بھی تھی جس کا اپنا صدر اور اپنا معتمد ہوا کرتا تھا۔ مجلس دہگانہ اور سینٹ قانون بناتے، قوانین ان کے نفاذ کی نگرانی کرتے اور ضرورت

بقیہ حاشیہ سابقہ صفحہ:۔ ۳؎ سیرۃ ابن ہشام ص ۸۲، تاریخ طبری ص ۱۰۹۹، طبقات ابن سعد جلد ۱، حصہ اول ص ۴۱، جغرافیہ یاقوت معجم البلدان تحت عنوان مکہ مطبوعہ یورپ ۴ ۳۱ تا ۳۲۲۔

حاشیہ صفحہ ہذا:۔ ۱؎ تاریخ طبری ص ۱۱۳۴، سیرۃ ہشام ص ۶۶، ۶۷، ۷۶ تا ۷۸۔

۲؎ ازرقی ص ۶۷ (امور مکہ السقۃ)

۳؎ العقد الفرید ۲/۴۵ تا ۴۶ الخبر عن البشر للمقریزی (مخطوطہ استانبول جلد چہارم فصل فی ذکر رتب ریاستہ التی للعرب فی الجاہلیہ)

۴؎ شابو (Chabot) کی فرانسیسی کتاب پالمیرا کے کتبوں کا انتخاب صفحہ ۲۴ وغیرہ۔

۵؎ لامنس کی کتاب مکہ صفحہ ۶۹۔

Marfat.com

پر سزاؤں کے احکام دیتے ...۔"

جس کے بعد لامنس نے بیان کیا ہے :۔

" یہ لاحاصل کوشش ہوگی کہ اس کے مماثل کسی ادارے کی تلاش ہم مکے کے نظام میں کریں"۔

۲۴۔ حقیقت میں ہمیں دس سے بہت زیادہ اداروں کا پتہ چلتا ہے جن کی تفصیل عرب مؤلفوں کی کتابوں کی ورق گردانی پر معلوم ہوسکتی ہے۔ خود ابنِ عبدربہ نے اگرچہ صراحت سے بیان کیا ہے کہ مکہ میں سرداردس ہی تھے۔ لیکن خود اسی مؤلف نے سترہ عہدوں کے نام گنائے ہیں۔ اور بعض سرداروں کو ایک سے زیادہ عہدوں پر مامور بتایا ہے۔ ان سترہ عہدوں پر ہم موجودہ مواد سے چار پانچ عہدوں کا بڑی آسانی سے اضافہ کرسکتے ہیں۔ چنانچہ اُن کی ایک فہرست یہ ہے :۔

(۱) ندوہ	(۱۳) رِفادہ
(۲) مشورہ	(۱۴) اموالِ محجّرہ
(۳) قیادہ	(۱۵) اَیسار
(۴) سفارہ	(۱۶) اَشناق
(۵) رِجابہ	(۱۷) حکومہ
(۶) سِقایہ	(۱۸) سفارہ
(۷) عمارۃ البیت	(۱۹) منافرہ
(۸) اِفاضہ	(۲۰) عُقاب
(۹) اِجازہ	(۲۱) لِواء
(۱۰) نسی	(۲۲) حلوان النفر
(۱۱) قُبّہ	(۲۳) چادر الکعبہ
(۱۲) اَعنّہ	

Marfat.com

۴۳۔ مجلس دہندگان کے اُلجھے ہوئے مسئلے کو نظر انداز کر کے میں چاہتا ہوں کہ شہری مملکت مکّہ کے دستور کی ماہیت اور کارکردگی کو اپنے طور پر واضح کروں۔

۴۴۔ چنانچہ اولاً آبادی یا شہریوں کو "جماعۃ"[51] کا نام دیا جاتا تھا۔ یہ لفظ جنابِ رسالت مآب صلعم نے بھی برقرار رکھا تھا۔ اور اس سے مُراد آپ کے زمانے میں آپ کے متبعین کی پوری جماعت ہوتی تھی، جو باقی دنیا سے ممتاز ایک وحدت تھی۔ اور بحرین کے حکمران کے نام جو مکتوبِ نبوی گیا[52]، اس میں بھی اُسے دعوت دی گئی ہے کہ وہ اس "جماعت" میں شریک ہو جائے۔

"ملّت"[53] کا لفظ سیاسی سے زیادہ مذہبی مفہوم رکھتا تھا، قرآن مجید میں "قوم"[54] کا لفظ ایک وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے، اور اس میں نہ صرف عام رائے دہندگانِ شہر، بلکہ ایک حد تک جملہ ساکنینِ ملک شامل ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کو حقِ رائے حاصل ہوتا تھا۔ اور جو شوریٰ عمومی میں حصّہ لینے کے مجاز ہوتے تھے ان کو قرآن میں ہمیشہ "ملأ"[55] کے نام سے یاد کیا گیا ہے، اور یہ "ملأ" کی "تراضی" یعنی رضامندی ہی ہوتی تھی جس کے مطابق مقامی حکمران فیصلہ کرتا، چنانچہ قرآن مجید میں بھی لفظ

---

۵۱ مغازی واقدی ص۵۹ سطر ۳۔

۵۲ طبقات ابنِ سعد جلد ۲ حصّہ اوّل ص ۲۷، میری فرانسیسی کتاب "اسلامی سیاست خارجہ بہ عہدِ نبوی و خلافت راشدہ" ص ۴۷، نیز میری الوثائق السیاسیہ بر موقع۔

۵۳ دیکھیے قرآن مجید ۲/۱۳۰، ۳/۹۵، ۴/۱۲۵ وغیرہ۔

۵۴ ۷/۶۰، ۶۶، ۱۰۹، ۱۲۷، ۱۱/۲۷، ۳۸، ۲۳/۲۴، ۳۳ وغیرہ۔

۵۵ یہ لفظ فرعونِ یوسف، فرعونِ موسیٰ، ملکۂ سبا وغیرہ کے سلسلے میں کوئی ستائیس بار قرآن مجید میں وارد ہوا ہے۔

Marfat.com

نقشہ مسجد حرم کعبہ

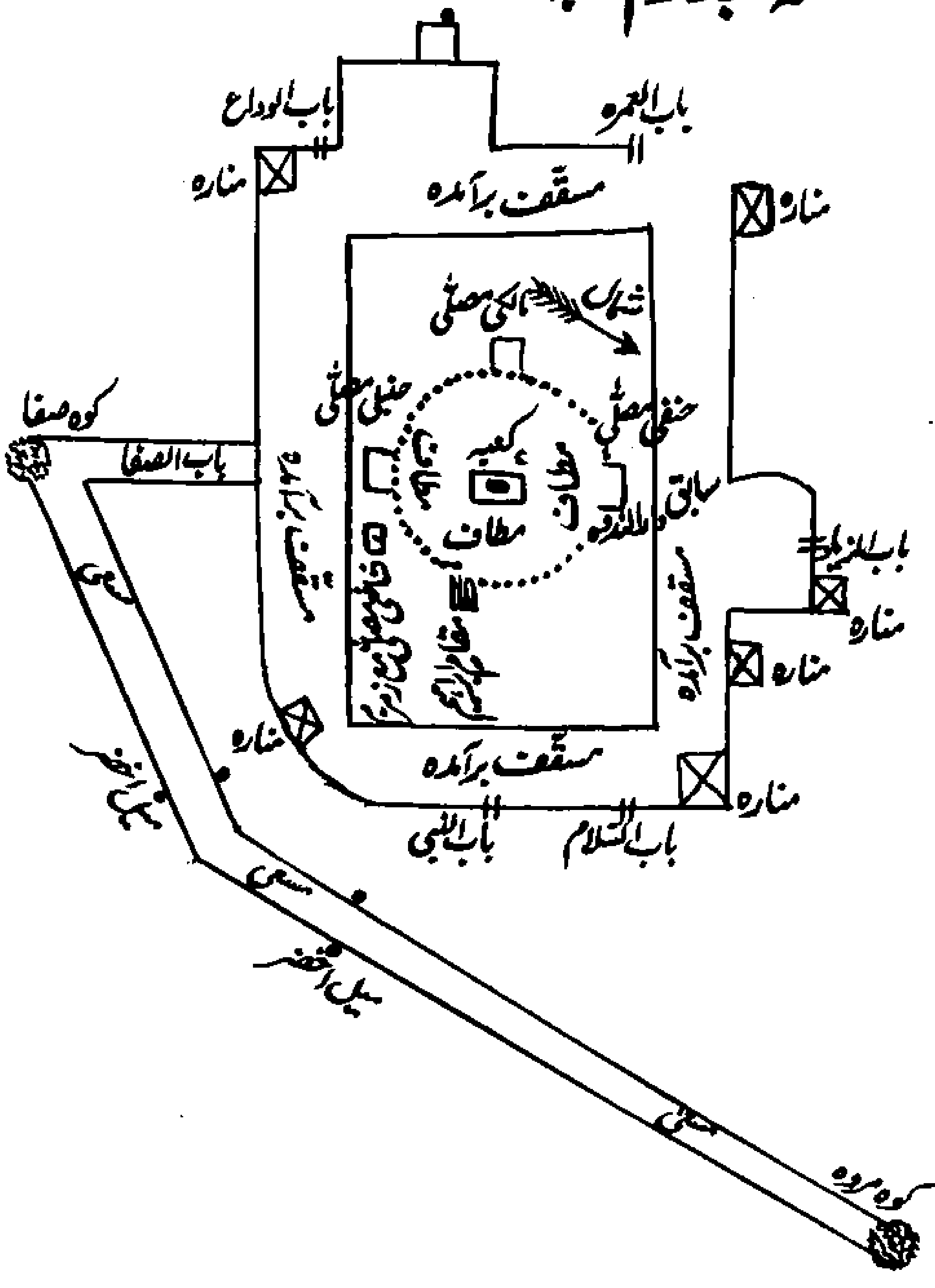

Marfat.com

"تراضی" استعمال ہوا ہے[۵۰]۔

۴۵۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں فرعون کی "ملأ" کا ذکر ہے اس سے بنی اسرائیل خارج نظر آتے ہیں، جن کو کوئی شہری حقوق حاصل نہ تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں جو عزیزِ مصر تھا اور حضرت سلیمانؑ کے زمانے میں جو ملکہ سبا تھی، اُن کے ہاں بھی قرآنِ مجید[۵۱] کے مطابق جو مجلسِ شوریٰ تھی اس کا نام "ملأ" ہی تھا، اس مجلس میں "اولو قوۃ" یا اہلِ حل و عقد ہی ہوا کرتے تھے۔ اور اگر کوئی چیز نامناسب پیش آتی تو یہ مداخلت بھی کیا کرتے[۵۲] تھے۔ پالمیرا میں جو مجلسِ شوریٰ تھی، اس کے متعلق بھی ایسا ہی مواد ملتا ہے[۵۳]۔

۴۶۔ مکہ میں جو دارالندوہ تھا۔ اس میں صرف معمر اہلِ مکہ شریک ہو سکتے تھے۔ چنانچہ ازرقی[۵۴] اور ابنِ درید[۵۵] نے وضاحت سے بیان کیا ہے کہ دارالندوہ کے اجلاس میں صرف وہی لوگ شریک ہو سکتے تھے۔ جن کی عمر کم از کم چالیس سال کی ہو، صرف حکمرانِ شہر قصی کے بیٹوں کو یہ رعایت حاصل تھی کہ وہ عمر کی اس شرط سے مستثنیٰ تھے[۵۶]۔ غالباً اسی حق رائے کی عمر چہل سالگی کی طرف اشارہ ہے، جو قرآن مجید میں " حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً[۵۷] " کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ قصی کے زمانے کا ذکر تھا۔ بعد کے

---

۵۱ قرآنِ مجید ۲/۲۴۳، ۷/۷۹۔

۵۲ قرآنِ مجید ۱۲/۴۳، ۲۷/۲۹ و ۳۲۔

۵۳ الفاسی کی اخبارِ مکہ بر موقع

۵۴ LAMMENS کی کتاب مکہ ص ۱۴۹۔

۵۵ ازرقی کی اخبارِ مکہ ص ۴۲ تا ۶۶، ۶۵۴

۵۶ کتاب الاشتقاق ص ۹۷

۵۷ ازرقی ص ۴۲، ۶۵، ۶۵۴۔

۵۸ قرآن مجید ۲۶/۱۵

Marfat.com

زمانوں میں مختلف نرمیاں برتی جاتی نظر آتی ہیں، چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ ابوجہل[۵۱] کو تیس ہی سال کی عمر میں اُس کی عمدہ رائے (الجودۃ رأیہ) کے باعث دارالندوہ کے اجلاس میں شریک کیا جاتا تھا اور حکیم بن حزام کو تو بیس یا پندرہ ہی سال کی عمر میں یہ عزت حاصل ہوگئی تھی[۵۲]، یونان کے شہر اسپارٹا میں تو مجلسِ شوریٰ واقعی مجلس معمرین تھی، چنانچہ ساٹھ سال[۵۳] سے کم عمر کا کوئی شخص وہاں کی مقامی مجلس شوریٰ (Gerousia) میں شریک ہی نہیں ہو سکتا تھا[۵۴]۔

۴۷۔ قصیٔ سے پہلے مکے والے یا تو کسی کھلے مقام پر مشورے کے لیے جمع ہوا کرتے ہوں گے یا اپنے سردار کے خیمے میں۔ اس غرض کے لیے ایک مستقل عمارت بنانا قصیٔ کے لیے مقدر ہو چکا تھا۔ قصیٔ نے ہی اسے دارالندوہ نام دیا تھا، اور جناب رسالت مآب صلعم کے ملک الشعراء حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نام کی یاد اپنے اشعار میں باقی رکھی ہے[۵۵]۔ یہ مشورہ گاہ کعبے کے شمال میں تعمیر ہوئی تھی۔ لیکن زمانۂ اسلام میں اُسے منہدم کر کے کعبے کے اطراف جو مسجد حرم بنی اس کی توسیع کے کام میں لایا گیا یہ ظاہر ہے کہ اس مجلس کا انعقاد معینہ اوقات پر نہیں ہوتا تھا، بلکہ وقتاً فوقتاً جب بھی

---

۵۱ ابنِ دُرید کی کتاب الاشتقاق ص ۹۷ سطر ۶۔

۵۲ ابنِ عساکر کی تاریخ دمشق جلد ۴ ص ۴۱۹ سطر ۲۔

۵۳ اس کے مماثل ہندوستانی کہاوت "ساٹھا پاٹھا" کی طرف توجہ منعطف کرائی جا سکتی ہے۔

۵۴ پلوٹارک کی سوانح عمریاں دیکھیے۔ لائیکرگس کے حالات، نیز وارڈ فاؤلر WARD – FOWLER کی انگریزی کتاب "شہری مملکت" ص ۷۱ تعلیق ۳۔

۵۵ دیوان حسان بن ثابت مطبوعہ یورپ نظم نمبر ۴۵ و ۱۸۳۔

ضرورت پیش آئے ہوتا۔

۴۸۔ اسی دارالندوہ میں مشورے ہوا کرتے، جنگوں کا اعلان کیا جاتا یا مدافعتی تدبیروں پر بحث و غور ہوتا۔ یہیں شادیاں بھی رچائی جاتیں۔ اور تجارتی معاہدے طے ہوتے۔ بیرونی مہمان آتے تو اُن کی ضیافت بھی یہیں ہوتی۔ نیلگری کے قدیم باشندوں کی طرح زمانۂ قبل اسلام کے مکے والے بھی ایک رسم کرتے جو لڑکی کے سنِ بلوغ کو پہنچنے پر انجام دی جاتی اور اُسے ایک نئی اور پوری قمیص (درع) پہنائی جاتی۔ اور وہ بے نقاب آتی اور بے نقاب ہی جاتی۔ گھر پہنچنے کے بعد اس پر پابندیاں عاید ہو جاتیں۔ اس رسم کا منشا یہ تھا کہ لڑکی کے قابل نکاح ہونے کا اعلان کیا جائے۔ اور خواہشمند آگاہ ہو کر رونمائی کے لیے آسکیں۔ یہ رسم بھی دارالندوہ ہی میں انجام پاتی۔

۴۹۔ دارالندوہ شہر مکہ کا مرکزی دارالبلد تھا۔ اس کے علاوہ شہر میں جتنے محلے یعنی قبائلی آبادیاں تھیں اُتنے ہی مجالس محلہ بھی تھے۔ ان کو "نادی" کہا جاتا تھا، جیساکہ

---

۵۱ کتاب الاشتقاق مؤلفہ ابن درید ص ۹۰

۵۲ چنانچہ مثال کے طور پر ہجرت سے قبل رسولِ کریم صلعم پر قاتلانہ حملہ کرنے کی مجنت وغیرہ بھی یہیں ہوئی تھی۔

۵۳ لامنس کی کتاب مکہ ص ۷۰

۵۴ مغازی واقدی شائع کردہ فون کریمر ص۲۳

۵۵ کتاب نیلگری مؤلفہ حمیداللہ شائع کردہ مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد دکن ص۱۶

۵۶ سیرۃ ابن ہشام ص ۸۰

۵۷ نادی بنی عبد مناف کا ذکر "قسامہ" کے طریقہ عدل گستری کے آغاز کے سلسلے میں بھی آتا ہے۔ (دیکھئے کتاب المحبّر مؤلفہ ابن حبیب ورق ۱۸۱ب) نادی کے متعلق مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے لامنس کی کتاب مکہ ص۸۰ و مابعد۔

Marfat.com

شہر مدینہ میں محلہ وار مجالس کو سقیفہ یعنی مسقف سائبان کا نام دیا گیا تھا، نادی اور ندوہ دونوں کا مادہ "ندا" ہونا بتایا ہے۔ قرآن مجید نے لفظ نادی کو حیات جاوید عطا کر دی ہے۔ اور فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ[۱] اور تَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ[۲] دو مرتبہ اس کا ذکر آیا ہے اور ماضی مضارع کے صیغے بھی ان کے علاوہ مستعمل ہوئے ہیں[۳]۔ اِن نادیوں یا قبایلی مجالس محلہ میں اجنبیوں کو معاہدے کے ذریعے سے مولا یعنی فرد خاندان بنانے کی رسم بھی انجام دی جاتی تھی[۴]، اور کسی فرد خاندان کو بے آبروئی وغیرہ پرجات باہر "طرد" یا "خلع" کرنے کا اعلان بھی وہیں کیا جاتا تھا[۵]۔ محلے والے اور بعض وقت دیگر محلوں کے دوست بھی چاندنی راتوں میں یہاں جمع ہو کر مسامرہ یعنی شبانہ قصہ گوئی کیا کرتے تھے[۶]۔ تجارتی معاملات اور کاروانوں کی آمد یا روانگی بھی انھیں قبائلی نادیوں سے ہوا کرتی تھی۔ مظلوم اجنبی وہیں آکر اہل شہر کے خلاف دہائی دیتے[۷]۔ قریش کی شکست کا پیشگویانہ خواب ایک عورت نے دیکھا تو اس پر بحث

---

۱ قرآن مجید ۹۶/۱۷۔

۲ قرآن مجید ۲۹/۲۹۔

۳ قرآن مجید میں نادی، نادوا، نادیتم، نادت، ینادی، ینادون، نودی، تنادوا، نداء، ندیا، منادی، تناد کے لفظ بھی بار بار آئے ہیں۔

۴ سیرت ابن ہشام ص ۲۴۳ و ۲۶۴۲، کتاب الاغانی ۱۴/۹۹۔

۵ اغانی ۸/۵۲۔۵۳

۶ اغانی ۱۳/۱۱۲ اور لامنس کی کتاب مکہ ص۳۵ و ما بعد تعلیق ۳

۷ کتاب المنمق ص۳۲، ص۱۲۲۔

Marfat.com

بھی وہیں ہوئی[۵۱]۔ آنحضرتؐ نے زید بن حارثہ کو غلامی سے آزاد کر کے متبنّیٰ بھی وہیں بنایا تھا۔ (سہیلی، الروض الانف، ۱/۱۴۴)

۵۰۔ ہمارے مآخذ ندوہ اور مشورہ دو الگ عہدے بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عام فیصلہ ہونے کے بعد افسر "مشورہ" سے رجوع کیا جاتا۔ گویا پارلمان کے دو حصّے تھے: ایوانِ زیرین اور ایوانِ بالا۔

۵۱۔ ایتھنس (اثینا) کے متعلق جاویٹ JOWETT نے اپنی کتاب توسیدیدیس (Thucycidides)[۵۲] میں لکھا ہے کہ قرقروپ (CERCROPS) اور ابتدائی بادشاہوں کے زمانے میں حتیٰ کہ تیسیوس (Theseus) کے زمانے تک شہر اثینا مختلف محلوں میں منقسم تھا جن میں سے ہر ایک کے اپنے مجالس محلہ اور مجسٹریٹ ہوا کرتے تھے۔ بجز اس کے کہ کوئی خطرہ درپیش ہو، پورے شہر کی آبادی کا اجلاس جو بادشاہ کی صدارت میں ہوتا، نہیں ہوتا تھا، بلکہ یہ لوگ اپنے معاملات کا انتظام اپنے مجالس محلہ ہی میں آپس کے مشورے سے طے کر لیا کرتے تھے۔

۵۲۔ مکے میں نقیب کا عہدہ بھی پایا جاتا ہے جسے منادی اور مؤذّن کہتے تھے، (مؤذّن اپنے ان ابتدائی معنوں میں اب تک شامی بدویوں میں مستعمل[۵۳] ہے) جس کا کام یہ ہوتا تھا کہ مجالس کے انعقاد کا ڈھنڈورا پیٹے[۵۴]۔ ہر قبیلے کے سردار کے پاس اس کے

---

۵۱ ابن ہشام ص ۴۲۹

۵۲ دیکھئے جلد اوّل صفحہ ۱۰ (بحوالہ وارڈ فاؤلر ص ۴۸ تا ۴۹)۔

۵۳ دیکھئے لامنس کی کتاب مکہ ص ۱۶۰ تعلیق ۳ نیز قرآن ۱۲/۷۰، ۷/۴۴۔

۵۴ ابو عبید کی کتاب الاموال ف ۵۵۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم ۹ھ تک بھی ایسا ہی ہوتا تھا۔

اپنے خصوصی ایک یا زاید منادی بھی ہوا کرتے تھے[۵۱]۔ یہ منادی نہ صرف غیر معمولی انعقاد مجالس کی اطلاع مشتہر کرتے تھے بلکہ کسی تقریب یا دعوت میں دعوتیں پہنچانا، اور کسی فرد خاندان کے جات باہر کئے جانے کی اطلاع اور محلوں میں بھی کرنا انھیں سے متعلق تھا۔ غیر معمولی صورتوں میں منادی کے علاوہ دیگر عام لوگ بلکہ اجنبی اشخاص بھی مجالس بلدیہ کے انعقاد کی اطلاع کے مجاز تھے۔ ایسی صورتوں میں اجنبی لوگ اپنے تمام کپڑے اتار دیتے اور کسی اونچے مقام پر بالکل برہنہ ہو کر دہائی دیا کرتے، عربی داں "النذیر العُریاں" کی اصطلاح سے اچھی طرح باخبر ہیں۔ بدر میں قریش کے کارواں پر آنحضرتؐ کے حملے کے خطرے کی اطلاع مکے میں ابوسفیان کے قاصد نے اسی طرح دی تھی۔

۵۳۔ مورخین کے بیانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قصیّ پورے شہر کا ایک واقعی مطلق العنان اور با اقتدار بادشاہ تھا، جس کا ہر لفظ قانون کا حکم رکھتا تھا[۵۲]۔ بعد کی نسلوں نے شکر گزاری اور احسان مندی کے ساتھ اس کی یاد باقی رکھی۔ اور اسے "مجمّع" کا خطاب[۵۳] عطا کر دیا تھا۔ کیونکہ اسی نے جملہ قریشی قبائل کو جمع اور متحد کر کے شہر میں انھیں دیگر آبادی میں ایک اعزازی حیثیت عطا کر دی تھی۔

۵۴۔ قصیّ کی وفات کے بعد ایک اعیانیت قایم ہوگئی، کیونکہ خود قصیّ نے مختلف

---

[۵۱] تاریخ یعقوبی جلد ۱ صفحہ ۲۸۱ سطر ۱۴، نیز ص ۲۹۰ و ۲۹۲، لامنس کی کتاب مکہ ص ۶۴، ۶۵-۱۰۶ اسی مؤلف کی فرانسیسی کتاب "گہوارۂ اسلام" جلد ۱ صفحہ ۲۲۹ کتاب الاغانی جلد ۱۱ صفحہ ۶۵ سطر ۵، ابن درید کی کتاب الاشتقاق صفحہ ۹۶، مفضلیات، مطبوعہ یورپ ۲/۳۔

[۵۲] سیرت ابن ہشام صفحہ ۸۰۔

[۵۳] سیرت ابن ہشام صفحہ ۸۰، تاریخ طبری صفحہ ۱۰۹۵۔

Marfat.com

انتظامی عہدے اپنے مختلف بیٹوں میں بانٹ دیئے تھے[1] اور غالباً مشہور مجلس دیگانہ[2] کا آغاز اسی طور سے ہوتا ہے جو زمانۂ اسلام تک باقی نظر آتی ہے۔ اس سے ہمیں انکار نہیں کہ قصی کو مطلق العنان اختیارات حاصل رہے ہوں گے۔ اور اس کا کوئی حریف و مدمقابل نہ ہوگا۔ کیونکہ اُس نے اپنی قوم کے لیے بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے۔ لیکن بعد کے زمانوں میں سید الناس[3] وغیرہ کے القاب سے کہیں ہم یہ خیال نہ کریں کہ مکے میں بھی مثلاً شہر وینس VENISE کی طرح کوئی دوجے (DOGE) یا قائد و سردار ہوا کرتا تھا۔ شہر مکے کے عہدوں میں ایک قیادہ[4] بھی بیان کیا جاتا ہے لیکن اس کا منشا کیا تھا پوری طرح معلوم نہیں ہوتا، دلہاوزن WELLHAUSEN بھی اپنے عالمانہ اور دلچسپ مقالے EIN GEMEINWESEN OHNE OBRIGKEIT (یعنی ایک سیاسی اجتماعیت بغیر سرداری کے) میں اسی نتیجے پر پہنچا ہے کہ شہر مکہ میں کوئی فردی حکومت نہ تھی۔ اس میں شک نہیں کہ عرب کے مختلف حصوں میں فردیت یا بادشاہت کی طرف رغبت پیدا ہو چلی تھی، چنانچہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ عثمان بن[5] الحویرث نے مکے میں بادشاہ بننے کی کوشش کی تھی۔ مدینے میں عبداللہ بن اُبی بن سلول کے لیے تو تاج شہریاری[6] کی تیاری تک کا ذکر ہے (ں

---

[1] مسعودی کی التنبیہ والاشراف ص۲۹۳۔

[2] ابن عبد ربہ کی العقد الفرید جلد ۲ ص۴۵۔ اور مسعودی کی مروج الذہب ۳/۱۱۹ تا ۱۲۰، ۴/۱۲۱۔

[3] الازرقی کی اخبار مکہ ص۶۶ (ھم ملکوا البطحاء مجداً وسودداً) لامنس کی کتاب مکہ ص۶۹۔

[4] ازرقی ص۶۷۔

[5] الروض الانف للسہیلی ۱/۱۴۶،

[6] (لیتوجوہ) صحیح بخاری ۴/۹۶، تاریخ طبری ص۱۵۱۱ اور مابعد، سیرۃ ابن ہشام ص۴۱۷۔ (باقی آگے)

کے سپرد ہو چکی تھی کہ اتنے میں جناب رسالت مآب صلعم کی ہجرت کا واقعہ پیش آیا۔ اور پھر اس کے ساتھیوں کے لیے اس کا موقع نہ رہا کہ کسی کو بادشاہ بنانے کی تجویز کر سکیں۔ اشپرنگر کو یقین تھا کہ "یہ لوگ یعنی عرب کے بدوی اپنی بدویانہ زندگی کے باوجود فردیت یعنی بادشاہت کی طرف میلان رکھنے لگ گئے تھے"[1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) نیز قرآن مجید ۳۱۳ کی تشریح کسی تفسیر میں۔

حاشیہ صفحہ ھذا۔ [1] اشپرنگر کی جرمن سیرۃ و تعلیمات محمدیہ $\frac{1}{229}$۔

Marfat.com

مذہبی نظام:-

۵۵۔ اس قدیم زمانے میں جب ہر شخص اپنی آپ حفاظت کرنے پر مجبور ہوا کرتا تھا، کسی ملک کا سب سے اہم کشوری انتظام وہاں کے معبد کا انتظام ہوا کرتا تھا۔ سدانہ حجابہ، سقایہ، اور عمارت البیت اسی سے متعلق تھے۔ ان کے علاوہ ایساف اور ازلام کے چرچے بھی ہم سنتے ہیں۔ جن سے ڈیلفی وغیرہ کے یونانی مندروں کی دیو بانی (اوراکل) کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، اسی طرح وہاں ایسے بھی افراد پائے جاتے تھے۔ جو مافوق الفطرت طاقتوں کے مالک ہونے کا زعم کرتے تھے۔ جیسے عائف، کاہن، عراف، خرّیت، منجّم، بلکہ خود ان لوگوں کی بھی خاصی تعداد جو شاعر کہلاتے تھے۔ اور ان لوگوں کی مزعومہ قابلیتوں سے وقت بوقت زود یقین اہل ملک فائدہ اٹھایا کرتے تھے۔ وہاں کے لوگوں کا ہاتف پر بھی اعتقاد تھا، جو ایک نظر نہ آنے والے مگر آواز سے باتیں سنانے والے کا نام تھا، بھینٹ بھی چڑھائی جایا کرتی تھی، جسے قربان کا نام دیا گیا تھا۔ ملک کے دیگر اوہام کا تفصیلی ذکر شاید یہاں غیر ضروری ہوگا۔

۵۶۔ سدانہ سے مراد معبد کی رکھوالی، اور حجابہ سے مراد معبد کی دربانی ہوتی تھی، اور دروازے کی چابی پاس ہونے سے جس کو چاہے معبد کے اندر جانے دیا جا سکتا تھا، اور اس سلسلے میں دربان کو خاصی آمدنی بھی ہو جاتی تھی، یہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ قصیؔ نے کعبے کی دربانی کا عہدہ ایک مشک بھر شراب کے عوض خرید کر لیا تھا۔[۵۱]

---

۵۱ تاریخ طبری ص۱۰۹۲

اور یہ بھی ایک مشہور واقعہ ہے کہ کس طرح جناب رسالت مآب صلعم نے فتح مکہ کے بعد دروازۂ کعبہ کی چابی وہاں کے قدیم موروثی دربان ہی کو دینی مناسب خیال فرمائی تھی[۵۱] یہ اب تک اسی خاندان میں ہی چلی آرہی ہے، اور سعودی دور نے بھی تبدیلی نہیں کی ہے۔

۵۷۔ سقایہ سے مراد کعبے کی زیارت کے لئے حج یا عمرے کے زمانے میں آنے والوں کو پانی پلانا، اور عمارۃ البیت سے مراد حرمِ کعبہ کا عام انتظام کرنا تھا، ان دونوں چیزوں کا ذکر قرآنِ مجید میں بھی آیا ہے[۵۲]۔

۵۸۔ حجاج کو پانی پلانا مکے میں بھی ایک منفعت بخش فریضہ ہوگا، کیوں کہ وہاں پانی کی عام قلت ہے۔ اور زمزم کے کنویں کا مقدس پانی ہر حاجی کو بھی درکار رہتا ہوگا، پالمیرا میں ایک مماثل فریضہ کی انجام دہی سے سالانہ آٹھ سو طلائی اشرفیوں کی معقول آمدنی ہوجایا کرتی تھی[۵۳] غالباً مکے کے باشندے خود اس سلسلے میں کوئی فیس ادا کرنے سے مستثنیٰ رہتے ہوں گے۔ یہ امر البتہ قابلِ ذکر ہے کہ قصی وغیرہ کے زمانے میں زمزم کا کنواں ناپید ہوگیا تھا۔ (شکست خوردہ جرہمیوں نے اس کو پاٹ ڈالا تھا)۔ تاآنکہ عبدالمطلب نے خواب میں نشاندہی پاکر اُسے دوبارہ برآمد نہ کیا۔ اس سے قبل عہدِ سقایہ کے سلسلے میں عبدالمطلب کے پاس ایک تو طائف کے قریب (غالباً جبل کرا میں) ذو الہرم نامی ایک قدرتی چشمہ بھی تھا، اور حوضوں میں جمع کیا جانے والا بارش کا پانی بھی۔ اہلِ مکہ نے کافی قدیم زمانے میں ذہانت سے پہاڑوں کے مناسب مقامات پر آرکلاح (حوض) تعمیر

---

[۵۱] دیکھئے سیرۃ نبویؐ کی کسی بھی کتاب میں فتح مکہ کے حالات۔

[۵۲] قرآنِ مجید ۹/۱۹

[۵۳] پالمیرا کے کتبوں پر شابو کی فرانسیسی کتاب صفحہ ۳ بحوالہ مکہ مؤلفہ لامنس۔

Marfat.com

کے رکھے تھے، تاکہ بارش کا پانی بہہ نہ جاتے بلکہ اُن میں جمع ہو جسے وہ بیچ سکیں۔ یہ حوض عبد المطلب کو وراثت میں ملے تھے۔ اُن کی ملکیت پر کچھ جھگڑا ہُوا تو عبد المطلب کو اُن کی ماں کے رشتہ دار اہلِ مدینہ نے فوجی مدد بھی دی تھی۔ (انساب بلاذری، ج ۱ : ذوالہرم کے لیے ص ۶۴ تا ۷۵، ارکاح کے لیے ص ۶۹ تا ۷۰۔ نیز المنمق لابن حبیب۔ ص ۸۴ تا ۸۸)۔

ابنِ عبد ربہ نے بیان کیا ہے کہ عمارۃ البیت کا مقصد یہ ہوتا تھا، کہ افسر متعلقہ وقت بوقت حرم کعبہ میں گھوم پھر کر نگرانی کیا کرے، اور دیکھے کہ کوئی شخص جھگڑے گالی گلوچ، یا بلند شور اور پکار سے اس کے تقدس کو توڑ نہیں رہا ہے، اور ایک زمانے میں یہ فریضہ جناب رسالت مآب صلعم کے چچا حضرت عباسؓ انجام دیا کرتے تھے[۱]۔

انساب بلاذری (۱/ ۵۷) کے مطابق "سقایہ اور رفادہ (؟ عمارۃ البیت) کے عہدے ابو طالب کو وراثت میں ملے۔ مگر ابو طالب نے مفلسی کے باعث یہ اپنے بھائی عباس کے ہاتھ بیچ دیئے۔" کعبے کی نگہداشت اور وقتاً فوقتاً مرمت کے لیے بھی "جادر الکعبہ" ایک عہدہ بلاذری[۱] نے بیان کیا ہے، مگر یہ عہدہ دار مجلس دہگانہ یعنی مجلس وزراء کا رکن نہ تھا۔

۵۹۔ مجھے معلوم نہیں کہ اسلام سے پہلے جو حج ہوا کرتا تھا وہ بھی اتنے ہی ارکان و مراسم پر مشتمل ہُوا کرتا تھا جتنا اَب ہے، یا یہ کہ اُس کی بعض چیزیں زمانہ اسلام کا اضافہ ہیں، اور وُہ چیزیں اسلام سے پہلے حج سے الگ الگ مستقل حیثیت رکھتی ہوں۔ اس سلسلے میں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ قرآن مجید میں طوافِ کعبہ اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی، دونوں کے لئے ایک ہی لفظ تطوّف؛ یعنی طواف استعمال کیا گیا ہے۔

---

[۱] العقد الفرید ۲/۴۶،

Marfat.com

(چنانچہ صفا اور مروہ کے سلسلہ میں يَطَّوَّفَ بِهِمَا وارد ہوا ہے تو طوافِ کعبہ کے لئے وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ[2] کے الفاظ ہیں) اس کے باوجود صفا و مروہ کا طواف نہیں کیا جاتا۔ بلکہ ان کے مابین سات مرتبہ آنا جانا پڑتا ہے۔ یہ چیز بھی قابلِ ذکر ہے کہ صفا و مروہ کے سلسلے میں قرآن مجید نے لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا یعنی کوئی حرج نہیں کہ ان دونوں کا طواف کیا جائے" کے الفاظ استعمال کئے ہیں، شاید پہلے ان کا بھی طواف ہوا کرتا تھا جس طرح کہ کعبے کا۔ لیکن اب قرآن مجید کے اس حکم کی تعمیل، سنّتِ نبوی کی روشنی میں طواف کی جگہ سعی سے کی جاتی ہے۔ حج کے سلسلے میں افاضہ و اجازہ[3] بھی دو عہدے تھے۔ اور ان کو یہ اہمیت حاصل تھی کہ عہدہ داران متعلّقہ اور اُن کے قبیلے والے سب سے پہلے روانہ ہو سکتے تھے، جب کہ بھیڑ بھاڑ کم ہوتی تھی۔ لیکن مجھے نسیّ کے عہدے پر زیادہ تفصیل سے کچھ عرض کرنا چاہیے[4]۔

---

[1] قرآن مجید $\frac{2}{158}$،

[2] قرآن مجید $\frac{22}{29}$،

[3] سیرۃ ابن ہشام ص ۷۶ و ما بعد۔

[4] نسی یعنی قمری مہینوں کو کبیسہ کر کے شمسی بنانا عہدِ نبویؐ کی تاریخ پر جو اہم عملی اثرات ڈالتا ہے۔ اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے رسالہ معارف اعظم گڑھ جولائی ۱۹۴۲ء میں میرا مضمون "عہدِ نبویؐ کے عربی ایرانی تعلقات"۔ جو بعد میں میری کتاب "رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی" میں بھی شامل ہوا ہے۔ اس موضوع پر عام معلومات کیلئے دیکھئے محمود آفندی کا (جو بعد میں محمود پاشا فلکی کے نام سے مشہور ہوئے) تحقیقی مقالہ فرانسیسی رسالہ ژورنال آزیاتیک ۱۸۵۸ء ص ۱۰۹ تا ۱۹۲ بعنوان "عربی تقویم پر ایک یادداشت"۔ یہ مقالہ عربی میں بھی چھپا ہے، موبرگ کا جرمن زبان میں جامعہ لُنڈ واقع سویڈن میں چھپا ہوا مقالہ بعنوان "نسی اسلامی روایت میں" حوالوں اور اس موضوع پر شائع شدہ (باقی اگلے صفحہ پر)

۶۰۔ اسلام سے پہلے مکے والوں کا تمدن جس قدر افتادہ حالت میں تھا، اس کے باوجود انھیں شمسی اور قمری سالوں کا فرق محسوس ہو چکا تھا، چنانچہ اچھے ہیئتی حساب کے مطابق وہ کبھی تیسرے سال اور کبھی دوسرے سال ایک تیرھواں مہینہ بھی قائم کرلیا کرتے تھے، جو ذی حجہ اور محرم کے مابین ہوا کرتا تھا۔ کبیسہ بنانے کا یہ کام مختلف مراسم کے ساتھ انجام پاتا تھا۔ اور اس کا اعلان جس افسر کے فرائض میں داخل تھا وہ قبیلہ بنی فقیم سے تعلق رکھتا تھا، اور قلمس یا قلنبس کہلاتا تھا۔ شاید یہ لفظ Calendus (یعنی کیلنڈر والا) کا بگڑا ہوا ہے۔

۶۱۔ کبیسہ بنانے کے سلسلے میں ہمیں اشہر حرم یعنی حرام اور مقدس مہینوں کا بھی ذکر کرنا چاہیئے، دنیا کے دیگر ممالک کی طرح معبد کی زیارت کے لئے جو مذہبی حج ہر

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

مقالوں اور کتابوں کی تفصیل کے لئے مفید ہے۔ اس موضوع پر دیکھو میرا مقالہ بھی۔

"THE NASI.. THE HIJRA CALENDAR ...... "

(Pakistan Historical Society Journal, Vol. 16/1, 4, January and October 1968; Islamic Review, Woking, Vol. 57, Feb. 1969.

اس کا اردو ترجمہ بھی کسی نے رسالہ تحریر دہلی میں مارچ ۱۹۷۰ء میں چھاپا ہے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا)۔ ۵۱ عام طور سے قلمس اس شخص کا لقب سمجھا جاتا ہے جس نے عرب میں سب سے پہلے کبیسہ سال رائج کیا۔ لیکن محمد بن حبیب نے کتاب المحبر (مطبوعہ حیدرآباد) میں قلامسہ بصیغہ جمع بھی استعمال کیا ہے۔ نیز دیگر قدیم عرب مولفوں مثلاً یعقوبی نے بھی۔

۵۲ یہ قلمس کا مترادف ہے۔ دیکھئے لسان العرب تحت کلمہ کلمس۔

Marfat.com

سال ایک معینہ زمانے میں کیا جاتا، وہ ساتھ ہی ایک تجارتی میلے کی بھی حیثیت اختیار کر لیتا، کیونکہ کچھ تو حج مکّہ کے لیئے آنے والے نوواردوں کی ضروریاتِ خورونوش کے لیئے درآمد کی ضرورت ہوتی اور فروخت گاہوں کی بھی، اور خود نوواردِ حجّاج بھی اپنے ساتھ تجارتی سامان لے کر حج کے ساتھ خانگی کاروبار بھی انجام دے لیتے۔ قرآن مجید نے بھی اس قدیم طرزِ عمل کو جاری رہنے دیا۔ بلکہ اس کی حوصلہ افزائی بھی کی۔ اور قرار دیا کہ

لیسؑ علیکم جناح ان تبتغوا	یعنی "کوئی حرج نہیں کہ تم اپنے رب کا
فضلاً من ربکم ؕ	فضل حاصل کرنے کی کوشش کرو۔"

اور تجارتی کاروبار کے نفع کو خدا کا فضل قرار دیا۔ اس طرح ہر سال جو میلہ لگا کرتا، اس سے میلہ لگنے کے مقام کے سردار کو جملہ تجارتی درآمد کا عُشر یعنی دسواں حصّہ محصول درآمد میں مل کر خوب آمدنی ہو جایا کرتی تھی، اس لیئے وہ ہر ممکنہ ذریعے سے اس بات کی کوشش کرتا تھا کہ بیرونی لوگوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں آنے کی بڑی سے بڑی ترغیب ہو۔ بدرقے یا خفارے کا نہایت منظم اور ترقی یافتہ ادارہ بھی جس میں قریش مکّہ کو کافی دخل تھا، اس بارے میں خاصا مددگار ثابت ہوتا تھا۔ حرام مہینوں کا ادارہ بھی اسی غرض کے لیئے وجود میں آیا تھا کہ اس زمانے میں لوٹ مار کو مذہبی نقطہء نظر سے ممنوع قرار دینے کے باعث اجنبیوں اور تاجروں کو اس میلے میں آنے کی ترغیب ہو۔ امن کا سب سے طویل زمانہ جو تاریخ نے محفوظ کر رکھا ہے، وہ حج کعبہ کے سلسلے میں مسلسل تین مہینوں پر مشتمل ہوا کرتا تھا[۵۲]۔ دیگر معبدوں کے حج نسبتہً کم مدّت

---

۵۱ قرآن مجید ۲/۱۹۸۔

۵۲ دیکھیئے قرآن مجید ۹/۳۶ کی تشریح کسی تفسیر وغیرہ میں۔

Marfat.com

تک امن و امان قائم کرا سکتے تھے۔ اس سے لامنس[51] اور اس کے ہم خیالوں کے مسلسل اور بُرا اسرار انکار کے باوجود یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ حج کعبہ کو کس طرح غیر معمولی اور امتیازی اہمیت حاصل تھی، اور وہاں نہ صرف پورے جزیرہ نمائے عرب بلکہ شام اور مصر[52] تک سے حجاج آیا کرتے تھے۔ ضمناً یہ بھی بیان کر دیا جا سکتا ہے، کہ قریش کے چند ممتاز خاندانوں کو مسلسل آٹھ مہینوں تک "اشہر حرم" حاصل رہتے تھے۔ اور تاریخ نے اُس کو بسل کے نام سے یاد رکھا ہے[53]۔ غالباً یہ خانوادے طویل تجارتی سفر کے لئے قافلے لایا اور لے جایا کرتے ہوں گے، جس کے باعث اہلِ قبائل بھی اُن کے چھیڑنے سے باز رہتے ہوں گے، اور جن علاقوں سے گزرتے تھے وہاں والوں کا سامان بھی کوئی معاوضہ اور کمیشن لئے بغیر کاروبار تجارت کے لئے لایا اور لے جایا کرتے ہوں گے، جس کے باعث اہلِ قبائل بھی اُن کے چھیڑنے سے باز رہتے ہوں گے۔ کمیشن کے بغیر قریش کا بعض قبائل کے سامانِ تجارت کو لانا اور لے جانا ایک تاریخی واقعہ ہے[54]۔ بہر حال ان تمام چیزوں سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ملک میں امن و مسالمت کی جانب ایک بیّن رجحان پایا جاتا تھا، نہ کہ ہر شخص کا باقی تمام دُنیا سے اپنے کو برسرِ پیکار خیال کرنا۔ اس معاشی صورتِ حال کے اثرات ایک مستقل مقالے میں اپنے موقع پر ملیں گے۔ (ف ۲۹۲ وما بعد)۔

۶۲۔ یہ واقعی ایک بدبختی کی بات تھی، گو عمداً اس کا ارادہ نہیں کیا ہوگا کہ ہر تیسرے یا دوسرے سال جب قلمّس حج کے مہینے یعنی ذی الحجہ میں اعلان کرتا تھا کہ آئندہ مہینہ

---

[51] دیکھئے لامنس کا مضمون مکّے کا فوجی نظام فرانسیسی رسالہ ژورنال آزیاتیک ۱۹۱۶ء۔

[52] ازرقی کی اخبار مکہ ص ۱۰۷، سیرۃ ابن ہشام ص ۸۲، طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۴۵۔

[53] سیرۃ ابنِ ہشام ص ۱۲۶، قاموس فیروز آبادی تحت کلمہ "بسل"۔

[54] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۴۵ تا ص ۴۶۔

Marfat.com

محرم الحرام نہیں ہوگا، بلکہ ایک معمولی اور غیر حرام مہینہ ہوگا (جس کے دوران میں بدویوں کے لئے لوٹ مار سے باز رہنے کی کوئی پابندی نہیں ہوگی) تو اس طرح تین حرام مہینوں کا تسلسل ٹوٹ جاتا اور نتیجتہً اُن لوگوں کو دشواریاں پیش آتیں جو جلد رخصت ہونا چاہتے یا راستے میں ہوتے۔

۴۳۔ مکے والے تین مسلسل اور چوتھے ایک علیحدہ مہینے کو مقدس تسلیم کرتے تھے، چنانچہ "ذی قعدہ، ذی الحجہ، اور محرم عرفات کے حج اکبر[۵۱] کے لئے اور رجب حجِ اصغر یا عمرہ[۵۲] کے زمانے میں جب کہ لوگ کعبے کی زیارت کو آتے، قریشی اثر سے ان مقدس مہینوں کا قریب قریب پورے عرب میں احترام کیا جاتا۔ دیگر مقامات کے حج اور میلے کے سلسلے میں بھی حرام مہینے ہوتے، اور اسی لئے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبۂ حجۃ الوداع میں "رجب مُضَر" کا محاورہ برتا گیا ہے[۵۳] تاکہ اس کو "رجب ربیعہ" سے ممتاز کیا جائے۔ یہ غیر قریشی حرام مہینے نسبتہً کم سختی سے ملحوظ رکھا جاتا تھا، بجز اس کے کہ طے اور خثعم کے رکھے جاتے تھے۔ دو ضرب المثل لٹیرے قبائل اس حرمت وامتناع کی پروا نہیں کرتے تھے[۵۴]۔ عام عربوں کے خلاف یہ دونوں قبیلے چونکہ عیسائیت ایک حد تک قبول کر چکے تھے، اس لئے بدوی

---

۵۱ جناب رسالت مآب صلعم نے یمن کے گورنر عمرو بن حزم کو جو ہدایت نامہ دیا تھا (متن کے لئے دیکھئے سیرۃ ابنِ ہشام، ص ۹۶۱، نیز قرآن مجید ۹/۳ کی تشریح تفسیر طبری میں) اس میں حجِ اصغر اور حجِ اکبر کی تشریح کی گئی ہے۔

۵۲ ایضاً۔

۵۳ خطبۂ حجۃ الوداع کے لئے دیکھئے سیرۃ ابن ہشام ص ۹۶۸ تا ۹۷۰، تاریخ طبری ص ۱۷۵۳ تا ۱۷۵۵، تاریخ یعقوبی ۲/۱۲۲ تا ۱۲۳، جاحظ کی البیان والتبیین ۲/۲۴ تا ۲۶، ابن عبدربہ کی العقد الفرید باب خطب وغیرہ۔

۵۴ تاریخ یعقوبی ۱/۳۱۳ تا ۳۱۴، مرزوقی کی الازمنہ والامکنہ ۲/۱۶۶،

اوہام و روایات کی وہ پروا نہیں کرتے ہوں گے، لیکن عیسائیت اور لوٹ مار کا میل کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ قریشی مہینوں کا احترام بے شبہ اس لیے تھا کہ قریشی کاروبار اور تجارتی تعلقات بہت پھیلے ہوتے تھے۔ اور ان کی حلیفیوں کا جال بھی خوب وسیع تھا۔ اس سلسلے میں محمد بن حبیب کی کتاب "المحبّر" کا ایک اقتباس دلچسپی کا باعث ہوگا:

"ہر تاجر جو یمن یا حجاز سے (شمالی عرب کے میلے دومۃ الجندل کو) جانا چاہتا، تو وہ جب تک مضری قبائل کی سرزمین سے گزرتا رہتا تو قریشی بدرقے حاصل کرتا، کیونکہ کوئی مضری قبیلہ نہ تو کسی قریشی تاجر کو ستاتا اور نہ کسی مضریوں کے حلیف کو، چنانچہ قبیلۂ کلب والے کسی ایسے شخص کو نہیں ٹوکتے تھے، کیونکہ وہ قبیلہ بنی الجیشم کے حلیف تھے۔ اسی طرح قبیلۂ طیّ والے بھی ان کو نہیں ستاتے تھے، کیونکہ ان کی بنی اسد والوں سے حلیفی تھی۔"

۴۔ یہ چیز دوبارہ یاد دلائی جا سکتی ہے کہ طے اور خثعمؔ والے عرب کے حرام مہینوں کی پروا نہیں کرتے تھے، مگر قریشیوں کو اس حلیفی کے باعث سال بھر ہی اُن سے امن رہتا۔ محمد بن حبیب نے مزید برآں بیان کیا ہے:

"اگر مسافر بنی عمرو بن مرثد کا خفارہ حاصل کر لیتے، تو اس پورے علاقے میں جہاں قبائل ربیعہ بستے تھے، انھیں حفاظت حاصل ہوتی تھی، اگر بحرین کے سوقِ مشقر جانا ہوتا تو

لے کوئی حیرت نہ ہو کہ ایک خثعمی ہی نے اس بات پر رضامندی ظاہر کی تھی کہ ابرہہ نے اصحاب الفیل کے ساتھ مکے پر چڑھائی کرنی چاہی تو یہ اس کی رہنمائی کرے۔ دیکھیے ابن عبدربہ کی العقد الفرید ۲/۴۔ مگر مغربی مستشرقین کا یہ گمان صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ اس کی وجہ یہ ہونی چاہیے کہ خثعمی عیسائی تھے۔ کتاب المحبر میں ابن حبیب نے صراحت کی ہے کہ خثعمی فدالخلصہ کی پوجا کرتے تھے۔ اس لیے انھیں کعبے سے دلچسپی نہ تھی۔ ویسے ابن ہشام ص۳۱ تا ۳۲ میں وجہ کی صراحت ہے کہ ابرہہ سے جنگ در شکست و گرفتاری (باقی اگلے صفحہ پر)

قریشی خفارہ ہی حاصل کر لیا جاتا۔۔۔۔۔۔اگر جنوبی عرب کے سوقِ مہرہ کو جانا ہوتا تو بنی محارب کا بدرقہ حاصل کیا جاتا۔۔۔۔۔۔حضرموت کے سوقِ رابیہ کو جانے کے لئے قریش قبیلہ بنی آکل المرار کا خفارہ حاصل کرتے، اور دیگر لوگ کندہ کے آلِ مسروق کا، اس طرح ان دونوں ہی قبائل کو عزت حاصل تھی۔ لیکن قریشی سرپرستی کے باعث آکل المرار کو اپنے حریفوں پر فوقیت حاصل ہو گئی[۱]۔۔۔۔۔۔عکاظ عرب کا سب سے بڑا میلہ ہوا کرتا تھا، اور وہاں قریش، ہوازن، غطفان، عضل، دیش، حیا، مصطلق، احابیش اور دیگر قبائل کے لوگ آیا کرتے تھے[۲]؛

۶۵۔ اگرچہ قبہ (منڈپ یا شامیانہ) اور راعنہ (یعنی گھوڑے کی لگاموں) کے اداروں کا منشار عرب مؤلفوں[۳] نے یہ بیان کیا ہے کہ اوّل الذکر کا مطلب ایک ڈیرہ لگا کر کسی عام قومی ضرورت کے لئے چندہ جمع کرنا ہوتا، اور آخر الذکر سے مراد سوارہ فوج کی افسری ہوتا، لیکن غالباً لامنس کا خیال[۴] درست ہے کہ اصل میں قبے سے مطلب وہ شامیانہ ہوتا ہوگا، جو جنگ یا عید کے موقع پر قابلِ حمل و نقل بتوں کے اوپر سایہ کرنے کے لئے استعمال ہوتا اور راعنہ سے مراد وہ امتیاز تھا کہ کسی بُت کو گھوڑے پر رکھ کر جلوس سے لے

(بقیہ صفحہ سابقہ) کے بعد محض اپنی جان بچانے کے لئے اس خثعمی نے ابرہہ کی رہنمائی منظور کی تھی۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] اس سلسلے میں ملاحظہ ہو، اولنڈر Olinder. کی کتاب The Kings of Kinda مطبوعہ جامع لونڈ واقع سویڈن ۱۹۲۷ء۔

[۲] ابنِ حبیب کی کتاب المحبّر باب اسواق العرب۔

[۳] ابن عبدربہ کی العقد الفرید ۳/۵۔

[۴] لامنس کا مضمون "بُت خانے اور مذہبی جلوس زمانہ جاہلیت کے عربوں میں" جو اس کی فرانسیسی کتاب "مغربی عرب" میں بھی چھپا ہے۔

Marfat.com

جائیں تو اس گھوڑے کی لگام پکڑے چلیں۔

۶۶۔ مقدس شامیانے کا ذکر عربی ادبیات میں کچھ شاذونادر نہیں۔ یہ باور کرنا کافی مشکل معلوم ہوتا ہے، کہ مکّی سماج جس پست اور ابتدائی حالت میں تھا، اس کے باوجود وہاں سپہ سالار فوج اور سوارہ فوج کا افسر دو الگ الگ عہدے پائے جاتے ہوں[۵۶]۔ اسلام آنے کے بعد جب زمانۂ جاہلیت کی بہت سی رسمیں مٹ گئیں اور چند صدی بعد جو مؤلف پیدا ہوئے، انھیں ان چیزوں کا کوئی علم نہ ہوسکا تو ذہانت سے کام لے کر انھوں نے اکثر قدیم اصطلاحات کا منشا اُن کے لغوی معنوں کو سامنے رکھ کر واضح کرنے کی کوشش کی اور چونکہ انھیں اِن اصطلاحات کا پس منظر معلوم نہ تھا، اس لئے بعض وقت وہ غلطی بھی کر جاتے تھے۔ بہرحال ہمارے مؤلف بیان کرتے ہیں کہ اعنّہ کا عہدہ زمانۂ جاہلیت میں خالد بن الولید کو وراثت میں ملا تھا۔ یہ استنباط غالباً اس واقعہ کی بنا پر ہے کہ اُحد کی لڑائی میں خالد بن الولید اور عکرمہ بن ابی جہل نے مکّے والوں کے رسالے کی قیادت کی تھی[۵۷]۔ اور جنگِ خندق میں مدینے کے ناکام محاصرے کے بعد

---

[۵۶] بہرحال یونان کے شہر اثینہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ " وہاں دس سالارانِ فوج ہیں۔ ہر ایک ایک قبیلے کے لئے اور ہر ایک اپنے قبیلے والوں کی سالاری کرتا ہے۔ اور اُن کی پلٹنوں کے افسر مقرر کرتا ہے۔ اسی طرح وہاں دو سالارانِ رسالہ پائے جاتے ہیں۔ جن کا انتخاب تمام شہری مل کرتے ہیں۔ اور جو سوارہ فوج کی سالاری کرتے ہیں اُن میں سے ہر ایک کے تحت پانچ پانچ قبائل کے سوار ہوتے ہیں" دیکھئے ارسطو کا دستورِ اثینہ (ایتھنس) ترجمہ انگریزی ص ۱۱۲ تا ۱۱۳۔

[۵۷] حقیقت میں دائیں جانب کے رسالہ کی قیادت خالد بن الولید نے کی تھی اور بائیں جانب کے رسالہ کی عکرمہ بن ابی جہل نے، دیکھئے سیرۃ ابن ہشام، ص ۵۶۱۔ اس طرح مکّہ میں بھی مثل اثینہ (یونان) دو سالارانِ رسالہ ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

جب قریشِ مکہ واپس ہونے لگے تو ابنِ سعد (جلد ۲، حصہ اوّل، صفحہ ۵۰) کی صراحت کے مطابق میسرہ پر دو سو سواروں کے محافظ دستے کا کام بھی دو افسروں کے سپرد تھا. خالد بن الولید اور عمرو بن العاص ۔ یُوں بھی قبہؔ اور اعنہؔ دونوں عہدے عرب مؤلفین کے بیان کے مطابق ہمیشہ ایک ہی شخص کو حاصل ہُوا کرتے تھے[۵۱] اور ظاہر ہے کہ کسی شخص کا افسر رسالہ اور افسر جنیڈہ دونوں ہونا کوئی ایسا ضروری امر نہیں، کیونکہ یہ چیزیں لازم وملزوم نہیں. اس کے برخلاف افسر منڈپ اور افسر جلوس بت ایک ہی چیز کے جُز اور لازم وملزوم ہیں.

نظامِ مالیہ :-

۶۵ ۔ کسی مملکت کے نظم ونسق میں مالیئے کی اہمیّت قدیم ہی سے رہی ہے. ذہانت کے پُتلے قصیؔ[۵۲] نے، کہتے ہیں کہ مکّے والوں پر ایک سالانہ محصول لگانے کا بہت اچھا بہانہ ڈھونڈ لیا تھا کہ حج کے زمانے میں جو غریب حجّاج آئیں، اُن کی خبرگیری اور "بلدیۓ" کی طرف سے حجّاج کی عام "ضیعہ" یعنی ضیافت کے لیئے (جس کا عرب کے دیگر حصّوں میں بھی وہاں کے سرداروں کی طرف سے عام رواج تھا). مصارف[۵۳] میں سب مل کر حصّہ لیں، جو بچت ہوتی ہوگی اُس سے یقیناً سردار کا خزانہ معمور ہوجاتا ہوگا. قصیؔ کا یہ عہدہ خاندانِ نوفل[۵۴] میں متوارث ہوتے لگا تھا[۵۵]. یعقوبیؔ نے صراحت سے بیان کیا ہے

---

۵۱ ابن عبد ربہ کی العقد الفرید ۲/۵۳۔

۵۲ سیرۃ ابن ہشام ص ۸۳، تاریخ طبری ص ۱۰۹۹، طبقات ابن سعد ۱/۱ ص ۴۱، جغرافیہ یاقوت تحت کلمہ "مکہ"۔

۵۳ محمد بن حبیب کی کتاب "المحبر" باب اسواق العرب، مرزوقی کی الازمنہ والامکنہ ۲/۱۶۱ تا ۱۶۶۔

۵۴ ابن عبد ربہ کی العقد الفرید ۲/۵۳۔

۵۵ ابتداءً جب یہ سطریں معارف (اعظم گڑھ) میں چھپیں تو یہاں یہ جملہ تھا کہ (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

کہ قصی نے جب بعض بدعتیں اختیار کیں، اور حرم کعبہ کے قریب رہنے کے لیے عمارتیں تعمیر کر لیں، تو باہر سے آنے والے حجاج کی ناراضی کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اس نے بلدی ضیافت کی تجویز پیش کی تھی۔ بہرحال جب یہ رواج پڑ گیا تو قصیؔ اور اُس کے جانشین اُس سے فائدہ اٹھاتے رہے۔ یہ محصول رفادہ کہلاتا تھا۔

۶۸۔ قصیؔ کو ممکن ہے کہ مال لاوارث کا بھی مستحق تسلیم کر لیا گیا ہو، اور جو اجنبی مکہ میں لاوارث مرجاتے اُن کا مال قصیؔ ہی کو مل جاتا ہو۔ شہری مملکتوں، اور خاص کر میلے کے زمانے میں جو عُشر یا محصول درآمد لیا جاتا، وہ بھی آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ تھا۔ کہتے ہیں کہ مکے میں زمانہ قبلِ تاریخ کے عمالقہ بھی عُشر لیا کرتے تھے۔ جُرہم اور قَطورا کے دو قبیلوں نے مکے میں مشترکہ یا وفاقی حکومت قائم کی تو بھی انھوں نے شہر کے دو حصے کر کے آپس میں بانٹ لیے تھے۔ اور جس حصے سے جو تاجر آتا اس کا عُشر اُسی حصے والے قبیلے کو حاصل ہوتا۔[۵۶]

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ۵۵ اور شاید بی بی خدیجہؓ کی ضرب المثل دولت بھی اسی خاندانی اندوختے کا نتیجہ ہوگی؛ لیکن اب تحقیق مزید پر یہ جملہ حذف کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ بنی نوفل سے۔ بی بی خدیجہؓ کا کوئی تعلق نہ تھا۔ (مؤلف)۔

۵۶ تاریخ یعقوبی $\frac{1}{۲۷۶ \text{ تا } ۲۷۵}$ ۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۵۵ مگر اس بارے میں کتاب "مکہ مؤلفہ لامنس" ص ۴۴ میں انساب الاشراف للبلاذری کا جو حوالہ ہے وہ بے بنیاد ہے، کیونکہ کتاب مذکور (جلد ا، ص ۹۴) کے مطابق ایک اجنبی نے مرتے وقت (غالباً قصی کی خدمت کے شکرانے میں) اپنی جائداد ہبہ کی تھی۔ اور اگر ابن حبیب (المنمق ص ۱) پر اعتماد کیا جائے تو قصیؔ نے ایک مالدار حبشی تاجر کو جو تجارت کے لیے مکہ آیا تھا، واپسی کے وقت بے قصور جان سے مار کر اس کا مال لوٹ لیا تھا (جو غالباً درست نہیں ہے)۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

۶۹۔ قصی کے زمانے میں اس تقسیم کی ضرورت نہ تھی، اور پورے شہر کا وہ اکیلا سرفرار[۱] تھا۔ ظاہر ہے کہ خود شہرِ مکہ کے باشندے محصول درآمد سے مستثنیٰ تھے[۲]۔ محصول درآمد لینے کا یہ رواج عام طور پر عرب کے دوسرے شہروں میں بھی نظر آتا ہے۔ اور وہ عموماً سامان کی مالیت کا ۱/۱۰ ہوا کرتا تھا[۳]۔ جیسا کہ لفظِ عُشر خود بتاتا ہے۔ ایک مرتبہ مکے میں سامان بلا محصول درآمد کرنے کا ایک دلچسپ واقعہ ازرقی نے بیان[۴] کیا ہے کہ جب ایک دفعہ کعبہ میں آتشزدگی ہوئی۔ اور پھر طغیانی نے اس کو بالکل منہدم کر دیا تو مکے والوں نے شعیبہ (جدہ) کی بندرگاہ پر طوفان میں آ کر ٹوٹنے والے ایک جہاز کو خرید لیا تھا۔ اور جہازیوں کو اجازت دی تھی کہ اپنا بچا کھچا مال لا کر مکے میں بیچیں، اور ان سے کوئی عُشر نہ لیا جائے۔

۷۰۔ قومی معبد پر جو چڑھاوے ہوتے، ان کی حفاظت کے لئے بھی ظاہر ہے کہ ایک افسر کی ضرورت[۵] ہوتی۔ چنانچہ یہ عہدہ جو "اموالِ محجّرہ" کہلاتا تھا۔ موروثی طور پر قبیلہ بنی سہم میں چلا آتا تھا۔ اس مقدس خزانے میں سونے جواہرات کے جڑاؤ سامان بھی تھے اور آنحضرت کی فتح مکہ کے وقت نقد ستر ہزار اونس سونا بھی تھا، جیسا کہ ازرقی (ص ۱/۱۶۱)

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ۵۲ دیکھئے منائح الکرم بحوالہ مراۃ الحرمین ۱/۶۹۔

۵۳ سیرۃ ابن ہشام ص ۷۲، ازرقی کی اخبارِ مکہ ص ۶۷، کتاب الاغانی ۱۳/۱۰۸۔

(حاشیہ صفحہ ھٰذا) ۱ طبقات ابنِ سعد ۱/۱ ص ۳۹۔

۲ ایضاً۔

۳ محمد بن حبیب اور مرزوقی کی مذکورہ بالا کتابوں میں باب اسواق العرب۔

۴ ازرقی کی اخبارِ مکہ ص ۱۰۶ تا ۱۰۷۔

۵ ابن عبد ربہ کی العقد الفرید ۲/۴۴۔

Marfat.com

نے بیان کیا ہے۔

۱۷۔ آمدنی کا ایک اور ذریعہ جو اجتماعی نہیں بلکہ انفرادی تھا، یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کوئی اجنبی شخص کعبے کی زیارت کو آتا تو اُسے یا تو کسی مکے والے کا لباس حاصل کر کے اس میں طواف کرنا پڑتا۔ ورنہ اپنے غیر مقدس اور گناہ آلود لباس کی جگہ کامل برہنگی کی حالت میں یہ رسم انجام دینی پڑتی، چاہے مرد ہو کہ عورت[1]۔ اور ظاہر ہے کہ مکے والے اپنا لباس مفت نہیں دیا کرتے تھے۔ طواف کے بعد اجنبی اُسے مطاف میں پھینک دینے پر مجبور تھا، جو رفتہ رفتہ دھوپ اور باد و باراں سے گل پھٹ کر تلف ہو جاتا۔ (ازرقی، اخبارِ مکہ، ص ۱۲۵)

عورت کے متعلق مشہور تو یہی ہے، اور ثبوت میں ایک عورت کا شعر پیش کیا جاتا ہے[2]۔

الیوم یبدو کله او بعضه
فما بدا منه فلا احله

---

[1] قرآن مجید ۷/۳۱ کی تشریح کسی تفسیر میں خاص کر تفسیر طبری ۸/۱۲۰۔

[2] دیکھیے تفسیر طبری (جلد ۸ ص ۱۲۰، تفسیر سورہ ۷ آیت ۳۱)۔ لیکن محمد بن حبیب کی کتاب "المنمق" (۲۷۰ تا ۲۷۳) میں اس عورت کا قصہ تفصیل سے درج ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی عام قاعدہ اور رواج نہیں بلکہ اتفاقی واقعہ اور استثنائی صورت تھی۔ یعنی ہوا یہ تھا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کی خلع کی درخواست اس شرط سے منظور کی تھی کہ وہ کسی اور سے آئندہ شادی نہ کرے، ورنہ علاوہ اور اُمور کے اُسے برہنہ طوافِ کعبہ کرنا ہوگا۔ اس شرط کو پوری کرنے کا انتظام یُوں کیا گیا کہ بڑے تڑکے وہ آئی اور اس کے عاشق کے اثرات سے مطاف بالکل خالی کرا دیا گیا، اور کسی کی نظر پڑے بغیر اس عورت نے برہنہ طواف کر لیا، اسی موقع پر اُس نے وہ شعر کہا۔ (یہی قصہ مقریزی کی الخبر عن البشر جلد ۴ ص ۱۸ میں بھی ہے۔ اور ابن القیم کی اخبار النساء ص ۱۰۳ میں بھی ہے۔ لیکن جزئی اختلافات کے ساتھ)۔

Marfat.com

۲۷۔ مکہ والوں نے بیرونی حجاج کے قیام طعام کے لئے بھی مصارف دہندہ مہمانوں کا طریقہ رائج کرلیا تھا، اور اُن کے مہمان انھیں کپڑوں کا جوڑا، قربانی کا جانور یا کوئی اور چیز اس کے معاوضے میں دیتے تو اُسے حریم کا نام دیا جاتا تھا۔ اور اس لئے اہلِ مکہ حرمی کہلاتے، چنانچہ محمد بن حبیب نے اسلام سے پہلے خود جنابِ رسالت مآبؐ کے بھی حرمی بننے کا ذکر کیا ہے[۱]۔

۳۷۔ **نظامِ عدل گستری**:۔ مجلس حکومت (یا مجلس شوریٰ عمومی) اور عدالت میں باہم فرق کرنے کی ضرورت ہے۔ آخر الذکر کا مقصد صرف جرائم کی ذمہ داری اور دعووں میں حقوق کا تعین ہُوا کرتا تھا اور ہے۔

۴۷۔ دیگر ممالک کی طرح عرب میں بھی اجتماعی زندگی میں ارتقاء عمل میں آتا رہا۔ شروع میں لوگ خانہ بدوش اور بدوی تھے اور چھوٹے چھوٹے کنبوں میں زندگی بسر کرتے تھے۔ پھر مستقل وطن والے قبیلے بنے اور حضری زندگی گزارنے لگے۔ لیکن اس وقت کچھ کنبے کسی نہ کسی وجہ سے پرانے طریقِ حیات ہی پر گامزن رہے۔ ان دونوں قسم کے سماجوں کے اصول عدل گستری میں فرق ناگزیر تھا۔ خانہ بدوشوں میں لالچ کے باعث ظلم اور جبر سے کسی چیز کا حاصل کرنا مطلوب نہ ہو، بلکہ فریقین حق و انصاف کے لئے پُرامن فیصلہ چاہتے ہوں تو ممکن ہے کہ قرعہ ڈالا جاتا ہو، یا کسی ہمسایہ مشترک جان پہچان کے شخص کو ثالث بنایا جاتا ہو[۲]۔ یا کسی "مقدس" مندر یا بُت خانے کے پجاری سے رجوع کیا جاتا ہو۔ جو زود یقین لوگوں کے لئے اپنی یا اپنے بُت کی غیب دانی وغیرہ کے متعلق لاف و گزاف بھی کرتا ہو۔ عرب میں عائف، عائف، فال، ٹوٹکے، ازلام و الیسار کی "مقدس" قرعہ زنی کے جو تذکرے ملتے ہیں[۳]۔ اُن سے DELPHI وغیرہ کے یونانی

---

[۱] ابنِ درید کی کتاب الاشتقاق ص۱۷۱ تا ص۱۷۲۔

[۲] کتاب المحبّر ص۱۸۱۔

[۳] دیکھئے تاریخ یعقوبی ج۱۔ نیز المحبّر مؤلفہ محمد بن حبیب۔ باب حکام العرب، ص۱۳۲ تا ص۱۳۵ (باقی آگے)

Marfat.com

مندروں کی دیوبانی سے کافی اور عجیب و غریب مشابہت نظر آتی ہے (جو غالباً اس بات کا ثبوت ہے کہ یونان کے آریائی اور عرب کے سامی قبائل کے مشترکہ آباؤ اجداد کی عادتوں اور رواجوں کو دونوں ہی نے برقرار رکھا تھا) سماج کے تمدنی ارتقاء سے جب حضری زندگی وجود میں آئی تو اولاً قبیلہ وار حاکم عدالت وجود میں آئے۔ دیگر ممالک کی طرح عرب میں بھی عدالتی "پنچایت" اور سیاسی "فرمانروائی" دونوں کیلئے ایک ہی لفظ پایا جاتا تھا۔ چنانچہ "الحکم" کے معنے حکومت کرنے اور مقدمے کا فیصلہ کرنے دونوں کے ہوتے ہیں۔ لازماً قبیلے کا سردار اپنے ماتحتوں کے لیے نظم و نسق کا حاکم بھی ہوتا اور حاکم عدالت بھی۔ جھگڑا اگر قبیلے ہی کے دو افراد میں ہوتا تو سردار قبیلہ (جو عموماً فریقین کا معمر رشتہ دار ہوتا) فیصلہ کرتا اور ناحق ظلم کرنے والے فریق کو ڈانٹ ڈپٹ کر چپ کرا دیتا۔ لیکن جھگڑا اگر دو مختلف قبیلوں کے افراد میں ہوتا تو کسی تیسرے ہی قبیلے کے سردار کو ثالث اور پنچ بنایا جانا ناگزیر تھا۔ جس طرح قریشی اہل مکہ اپنے جھگڑوں میں بے جھجک دوسروں کے پاس جاتے۔ اسی طرح دوسرے قبائل کے لوگ بھی اپنے جھگڑوں میں قریشیوں کے پاس آیا کرتے۔ (دیکھو ابن حبیب کی کتاب المحبر، ص ۱۳۲، و ما بعد)۔ تمدن کی ترقی سے جب قبائل کے بعد شہری مملکت کا دور آیا اور قریشی قبائل کا ایک حصہ شہر مکہ میں توطن پذیر ہو گیا تو لازماً عدل گستری کے لیے نہ صرف پرانے ازلام والیسار برقرار رہے بلکہ بعض نئے ادارے بھی وجود میں آئے۔ چنانچہ جیسا کہ اوپر (ف ۷۴ حاشیہ ۲ میں) بیان ہوا، شہری مملکت مکہ کے دس "وزیروں" میں سے چھٹا "اشناق" کے اور دسواں "حکومہ" کے فرائض سے مشغول ہوتا تھا۔ اور یہ دونوں عدل گستری سے

(بقیہ صفحہ سابقہ) ۵۲ محمد بن حبیب نے کتاب "المحبر" میں ایک پورا باب عربی دیوبانی کے طریقے کی تفصیل پر دیا ہے۔

Marfat.com

متعلق تھے۔ مفصل تصریحات کی غیر موجودگی میں قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ زمانۂ حال کی "دیوانی" اور "فوجداری" کی طرح کی کوئی تقسیم تھی۔

۴۔ "حکومہ" کا عہدہ قبیلہ بنی سہم میں وراثۃً چلا رہا تھا (جس کے ذمے اموال محجرہ یعنی بیت اللہ کے قیمتی چڑھاوں کی نگرانی کا اہم کام بھی تھا)۔ عام مقدمے اسی کے پاس جاتے اور اس قبیلے کا سردار فیصلہ تو سُناتا لیکن اُس کے نفاذ کے وسائل اس کے پاس نہ تھے۔ (یہ چیز عہدِ اسلام میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑھائی، اور اُسے فرائض مملکت میں شامل فرمایا)۔ زمانۂ جاہلیت میں حاکم عدالت کا اعلان حقوق بعض وقت کافی نہ ہوتا۔ اور خاص کر مالدار اور طاقتور ظالم حق رسانی نہ کرتے۔ اسی لئے بنی سہم اور بنی زہرہ نے کہتے ہیں کہ حلف الصلاح[1] کے نام سے رضا کاروں کی ایک جماعت قائم کی کہ مکے میں کوئی قریش یا کوئی حلیف (احابیش نامی قبائل میں سے) فتنہ فساد پیدا کرتا اور حق رسانی سے انکار کرتا تو حلف الصلاح کے ارکان دخل دہی کرتے اور صلح صفائی اور حق رسانی کراتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں ایک وسیع تر انجمن بنی اور رضا کاروں کی وہ مشہور جماعت قائم ہوئی جس کا نام حلف الفضول[2] تھا۔ اور جس کا مقصد یہ تھا کہ ہر اس مظلوم کی حمایت کی جائے جو شہرِ مکہ کے حدود میں پایا جائے۔ چاہے وہ وہیں کا باشندہ ہو یا کوئی اجنبی[3]۔ یہ ممکن تھا کہ حلف الفضول کا ادارہ ترقی کر کے ایک مستقل نظام

---

[1] نسبِ قریش لزبیر بن بکار (مخطوطہ کوپرولو، استانبول، ورق ۹۷/الف)۔ ممکن ہے حلف الصلاح اور حلف الفضول دونا موں کا ایک ہی معاہدہ ہُوا ہو۔ اگرچہ زبیر بن بکار نے ان کا دو الگ الگ مقاموں پر ذکر کیا ہے۔ چنانچہ حلف الفضول کا ذکر ورق ۱۳۳/ب تا ۱۳۴/الف پر ہے۔

[2] اردو دائرہ معارف اسلامیہ تحت مادہ "حلف الفضول" ج ۸، ص ۵۱۲ تا ۵۱۵۔

[3] سیرۃ ابن ہشام ص ۸۵ تا ۸۶، سہیلی کی الروض الانف ۱/۹۰ تا ۹۴، زبیر بن بکار (باقی اگلے صفحہ پر)

کی حیثیت اختیار کرلیتا، لیکن جلدی ہی اسلام کا زمانہ آگیا، جس کے بعد یہ ادارہ غیر ضروری ہوگیا۔ کیونکہ اسلامی حکومت نے ایک نہایت منظم مرکزی نظامِ عدالت قائم کرلیا۔ اور خود عہد نبوی میں پورا جزیرہ نمائے عرب اور جنوبی فلسطین اس مرکزی نظامِ عدالت کے تحت آچکے تھے[۱]۔

۷۵۔ اس سلسلے میں دوسرا عہدہ اشناق کا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ موروثی طور پر حضرت ابوبکرؓ کے خاندان میں چلا آرہا تھا[۲]۔ اس کا مقصد یہ بیان کیا جاتا ہے[۳]، کہ جو کوئی کسی ایسے جرم یا قابلِ ضمان فعل کا ارتکاب کرتا جو قابلِ راضی نامہ ہو تو عہدہ دار اشناق اس بات کا تعین کرتا کہ کس پر اور کتنی مالی ذمہ داری عائد کی جائے، اور پورا شہر اس کے تسویے کو مان لیتا، اور ملزم کا خاندان اس ہرجانے کی ادائی کے لئے چندہ کرتا۔ یہ رواج اور مقاموں پر بھی تھا۔ چنانچہ ہجرت کے بعد ہی شہری مملکتِ مدینہ کا جو تحریری دستور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے مرتب اور نافذ فرمایا —— اور جس کا متن ایک طویل دستاویز کی صورت میں لفظ بلفظ ہم تک پہنچا ہے[۴]، —— اس میں بھی اس طریقے کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) حسبِ حوالۂ بالا، طبقات ابن سعد ۱/۱ ص ۴۲، مسند ابن حنبل ۱/۱۹۱، نیز محمد بن حبیب کی کتاب المحبّر اور کتاب المنمّق کے ابوابِ متعلقہ۔

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) [۱] تفصیل کے لئے دیکھئے باب "عدل گستری ابتدائے اسلام میں"۔

[۲] ابن عبد ربہ کی العقد الفرید ۲/۴۵۔

[۳] ایضاً نیز الخبر عن البشر للمقریزی (مخطوطہ استانبول) ج ۴، ص ۹۶۔

[۴] متن کے لئے دیکھئے سیرت ابنِ ہشام ص ۳۴۱، ابو عبید کی کتاب الاموال ص ۵۱۷، ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ ۳/۲۲۴ تا ۲۲۶، وغیرہ، اور عام تحلیل کے لئے آگے باب "دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور"۔

پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ لامنس[۵۱] نے یہ مضحکہ خیز رائے کس ماخذ کی بنا پر قائم کی ہے، کہ عہدہ دار اشناق وہ ہرجانہ یا خون بہا اپنی جیب سے دیا کرتا تھا۔

نظام سفارت:-

۷۶۔ مکّے کے کشوری نظم و نسق میں ایک آخری، لیکن خاصا اہم عہدہ "سفیر و منافر" کا ہوا کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ عہدہ موروثی طور پر بنی عدی، یعنی حضرت عمرؓ کے خاندان میں چلا آرہا تھا۔ ابن عبدربہ نے مختصر اور جامع و مانع الفاظ میں اس کی یوں تشریح کی ہے:-

"جب کبھی کوئی جنگ چھڑتی تو وہ عُمر کو اپنا سفیر مختار بنا کر بھیجتے، اور جب کبھی کوئی بیرونی قبیلہ قریش کی اوّلیت کو چیلنج دیتا، تو اس وقت بھی عُمر ہی کو بطور "مناز" بھیجا جاتا تا کہ قریش کی طرف سے جواب دیا جائے، اور اس جواب دہی میں جو کچھ کہا جاتا، اُس کو قریش مان لیتے[۵۲]۔ صُلح حدیبیہ کے وقت آنحضرتؐ کا ان سے مکہ جانے کی فرمائش کرنا بے سبب[۵۳] نہ تھا۔ گویا وہ اسلامی حکومت میں بھی وزیر خارجہ اور سفیر تھے"۔

نظام فوج:-

۷۷۔ جنگ اور فوج کے سلسلے میں بھی ہمارے ماخذ مختلف موروثی عہدوں کا ذکر کرتے ہیں، ان میں "شامیانہ" اور "لگام" کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں، ان کے علاوہ عُقاب، لوآء اور حُلوان النفر کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔

---

۵۱ لامنس کی کتاب مکہ ص، ۶۷ تا ۶۸۔

۵۲ ابن عبدربہ کی العقد الفرید ۲/۴۵۔

۵۳ ابن عبدربہ کی العقد الفرید ۲/۴۵۔

۵۴ ابن ہشام ص ۷۴۷۔

Marfat.com

۷۸۔ عُہدہ دار عقاب کا مطلب جھنڈا لے جانے والا ہوتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ عُہدہ[۱] بنی امیہ میں متوارث تھا۔ بظاہر یہ وہ عہدہ دار تھا جو حالتِ امن میں قومی جھنڈے کا متولی و نگہبان ہوا کرتا تھا، اور ضرورت کے وقت اُس کو اپنی نگرانی میں لہراتا تاکہ فوجی اجتماع عمل میں آ سکے، ورنہ کسی مہم اور عین معرکہ کارزار میں عَلَم برداری کے فرائض کسی اَور کے بھی سپرد کیئے جا سکتے تھے[۲]۔

۷۹۔ ہمارے مولف[۳] عقاب اور لوآء میں فرق کرتے ہیں، اگرچہ دونوں کے معنی جھنڈے ہی کے ہیں۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ ہر ایک ایک علیحدہ قبیلے میں موروثی طور سے چلا آتا تھا۔ ممکن ہے عُقاب سے مراد جنگی قومی جھنڈا ہو، اور لوآء قبائلی جھنڈا ہو۔ جس کا استعمال اُس وقت ہوتا ہو جب کہ قریش کے ساتھ دیگر حلیف قبائل بھی مہم میں شریک ہوں۔

۸۰۔ ابن عبد ربہ[۴] نے اپنے اِس تذکرے کو ایک عجیب و غریب عہدے پر ختم کیا ہے:۔

"حلوآن النفر (فوجی اجتماع کا معاوضہ یا شیرینی[۵]) چونکہ (مکے کے) عربوں پر زمانہ

---

[۱] ابن عبد ربہ ۲/۴۴، لسان العرب، مادہ (ق۔و۔د)۔ اصل میں قصی نے اپنے فرائض (عہدے) جیتے جی اپنے بچوں میں بانٹ دیئے تھے۔ قوا الجیش عبد مناف کو دیا۔ پھر اُس کے بیٹے عبد شمس، پھر امیہ، پھر حرب، پھر ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس نے اباً عن جدٍ وراثت میں پایا تھا۔

[۲] ابنِ عبد ربہ ۲/۴۵۔

[۳] ابن عبد ربہ کی العقد الفرید ۲/۴۵۔

[۴] ابن عبد ربہ کی العقد الفرید ۲/۴۴ مقریزی کی الخبر عن البشر جلد چہارم۔

[۵] اسی کے مماثل حلوان الکاہن کے نام سے فال گو کو بھی شیرینی یعنی نذرانہ پیش کیا جاتا تھا۔

Marfat.com

جاہلیت میں اور اقوام کی طرح کا کوئی منفرد بادشاہ حکمرانی نہیں کرتا تھا، اس لئے جب کبھی کوئی جنگ ہوتی تو وہاں والے اپنے قبائلی سرداروں میں قرعہ ڈالتے، اور کسی ایک کا انتخاب کرتے۔ چاہے وہ کمسن ہو یا بڑی عمر کا۔ چنانچہ یوم فجار کی لڑائی کے موقع پر بنی ہاشم کی باری تھی، اور قرعے میں حضرت عباسؓ نکلے، جو اس وقت بچّہ تھے، چنانچہ لوگوں نے ان کو ایک ڈھال پر بٹھایا اور اٹھالے گئے[٥١]۔

۸۱۔ مگر یہ توضیح کچھ دل کو نہیں لگتی۔ میرا خیال ہے کہ حُلوان النفر سے مراد یہ فریضہ تھا کہ اگر کسی مُہم کے موقعہ پر کوئی شہری اس لڑائی میں حصّہ لینے سے قاصر رہتا ہو، تو اس کو اجازت تھی کہ اپنے بدل میں کسی اور شخص کو روانہ کرے[٥٢]۔ ممکن ہے کہ اس اجازت اور بدل کا انتخاب اور اُس کے معاوضے ہتھیار اور سامانِ سفر کی فراہمی کی نگرانی حلوان النفر کے عہدہ دار کے فرائض میں داخل ہو، ورنہ اجتماع کے معاوضے اور بادشاہ اور فوج کی سپہ سالاری میں کوئی ربط نظر نہیں آتا۔

۸۲۔ یہاں اس بات کا موقع نہیں ہے کہ قریش کے فوجی نظام[٥٣] اور قانونِ جنگ و ناطرفداری کے اصول و نظائر کی تفصیل دی جائے۔ یہاں صرف ایک سرسری اشارہ چند چیزوں کی طرف کیا جاتا ہے:

---

[٥١] ایک مماثل چیز قدیم فرنگیوں میں بھی ملتی ہے۔ چنانچہ کسی کو بادشاہ بنایا جاتا یا کسی قومی ہیرو کا اعزاز و اکرام کرنا مقصود ہوتا تو اُسے ایک بڑی ڈھال PAVOIS پر چڑھا کر چار تنومند آدمی اپنے کندھوں پر اٹھائے لے جاتے۔

[٥٢] سیرت ابن ہشام صفحہ ۴۲۸ وغیرہ میں جنگِ بدر کے سلسلے میں ابولہب کا اپنی جگہ کسی اور کو بھیجنا، اور دیگر مواقع پر دیگر نظائر کا پیش آنا مروی ہے۔

[٥٣] اس نظام کی چند تفصیلوں کے لئے دیکھئے مسعودی کی التنبیہ والاشراف صفحہ ۲۷۹ تا صفحہ ۲۸۰۔

Marfat.com

"مرباع" سے مراد مالِ غنیمت کا چوتھائی حصّہ ہوتا تھا، جو مہم کے سردار کو ملتا۔ باقی تین چوتھائی عام سپاہیوں میں تقسیم کر دیا جاتا۔

"فضول" سے مراد ناقابل تقسیم کسرات ہوتے تھے۔

"نشیطہ" سے مراد وُہ مالِ غنیمت تھا، جو دشمن کی شکست اور عام لوٹ سے پہلے حاصل ہو۔

اور "صفی" سے مراد وہ منتخب چیز، مثلاً کوئی تلوار وغیرہ ہوتی تھی، جو مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے مہم کا سردار اپنے لیے چن لینے کا مجاز ہوتا تھا۔

اور "مرباع"، "فضول"، "نشیطہ" اور "صفی" وُہ امتیازات تھے، جو کسی قبائلی لوٹ مار کی مہم کے قائد کو حاصل ہوتے تھے[۵۱] راس الحجر الخشنی، القعقاع التمیمی، اور زرار بن الخطاب الفہری کا ذکر ابنِ دُرید[۵۲] نے اُن لوگوں کی فہرست میں کیا ہے جنھیں زمانۂ جاہلیت میں مرباع لینے کا حق حاصل ہوا تھا۔ جنگِ فجار اور جنگِ بدر کی نظیروں سے (جن کا زبیر بن بکار اور ابن ہشام وغیرہ نے ذکر کیا ہے)۔ پتہ چلتا ہے کہ کوچ کے اثنا میں فوج کی غذا سپہ سالاروں کے ذمے تھی۔

۸۳۔ یہاں لامنس[۵۳] کے ان تمام دلائل کی نقل کی جانی ممکن نہیں جو اُس نے اپنے اس دلچسپ دعوے کی تائید میں پیش کیے ہیں کہ مکے والوں نے حبشی غلاموں اور تنخواہ یاب نوکروں کی ایک مستقل فوج قائم کر رکھی تھی۔ اس کے مقالے میں کافی حوالے دیے گئے

---

۵۱ مرزوقی کی الازمنہ والامکنہ ۲/۲۲۔

۵۲ کتاب الاشتقاق ص ۶۴، ۱۴۵، ۲۱۸۔

۵۳ لامنس کا مضمون "احابیش اور مکہ کا فوجی نظام قرن ہجرت کے وقت" فرانسیسی رسالہ ژورنال آزیاتیک ۱۹۱۶ء میں؛ اسی مؤلف کی فرانسیسی تالیف "مغربی عرب" ص ۲۳۷ تا ۲۹۴ میں۔

ہیں۔ لیکن اِس قابل مگر بد قسمتی سے بیحد متعصّب اور غیر ہمدرد یسوعی Jesuite پادری کا منشاء اس پوری کاوش سے صرف یہ ثابت کرنا تھا کہ قریش ایک نہایت بزدل قوم تھی، جو لڑائی سے جی چراتی تھی۔ لیکن چونکہ اس کے تجارتی مفادات بہت پھیلے ہوئے تھے، اس لیئے اپنے مواصلات کی حفاظت کے لیئے اُنھیں قوّت کی ضرورت تھی۔ بنا برآں انھوں نے غلاموں اور تنخواہ یاب لوگوں کی ایک فوج قائم کر لی تھی[۱]۔ نپولین جیسے فاتح کو ابتدائی مسلمانانِ مکّہ کی عظیم الشّان فوجی فتوحات پر رشک آتا تھا[۲] تو محض ایک متعصّب یسوعی پادری کا خالد بن الولیدؓ، سعد بن ابی وقاصؓ اور ابو عبیدہؓ جیسے مکّے والوں تک میں کسی بہادری کا نظر نہ آنا شپرہ چشمی کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے!

سماجی نظام:-

۴۸۔ یونان والے اجنبیوں کو "نارنار" یعنی بربریّت پسند کہتے تھے، اور یونانی زبان میں دشمن کے لیئے جو لفظ پایا جاتا ہے، اُس کے لغوی معنی بھی اجنبی ہی کے ہیں[۳]۔ اس کے برخلاف عرب اجنبیوں کا ذکر کرنا چاہتے تو "عجمی" کی بے ضرر اصطلاح استعمال کرتے، جس کے لغوی معنی ہیں "گونگا"۔ تاکہ اجنبیوں سے اپنے آپ کو ممتاز کریں۔ چنانچہ لفظ "عرب" کے معنی ہیں فصیح اور قادر الکلام کے۔ اِس کے باوجود عرب میں بھی اور یونان

---

[۱] دیکھیئے اوپر اس مضمون کی تمہید میں (ف ۲۲)۔

[۲] دیکھیئے نپولین کی نوشتہ فرانسیسی "یادداشت جزیرہ سینٹ ہیلینا"

[۳] انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنس کی جلد اوّل کا دیباچہ نیز F. Roth کا جرمن مضمون لفظ باربار Barbar کا مفہوم اور استعمال مطبوعہ نورمبرگ ۱۸۱۴ء لاطینی لفظ Hostes کے معنی بھی شروع میں اجنبی کے تھے، پھر اُس سے عام طور پر دشمن مراد لیا جانے لگا۔

Marfat.com

میں بھی ہر جگہ اجنبی آتے رہتے، بلکہ بستے بھی رہتے۔

۸۵۔ یونان میں وہ اجنبی جو وہاں آکر مقیم ہو جاتے تھے، شہریوں اور غلاموں کے بین بین ایک خاص طبقہ قائم کرتے تھے، اُن کو اصطلاحاً میٹک (Metic) کہا جاتا تھا[۵۱]۔ یہ Metic لوگ اور ان کے خاندان ان تمام حقوق سے مستفید ہوتے تھے جو شہریوں کو حاصل تھے۔ البتہ انھیں نہ تو کوئی سرکاری عہدہ مل سکتا، اور نہ وہ شہری انتخاب میں کوئی رائے دے سکتے، اور نہ کسی اراضی کے مالک ہی ہو سکتے۔ ان میں سے ہر ایک کے لیے یہ ضروری ہوتا کہ کسی شہری کو اپنا سرپرست بنائیں، جو اُن کے چال چلن کی ذمّہ داری لے۔ اُن کو سالانہ فی کس براہِ راست بارہ درہم مرد کے لیے اور چھ درہم غیر شادی شدہ عورت کے لیے محصول بھی دینا پڑتا۔ ان چیزوں کو چھوڑ کر اور باتوں میں انھیں شہریوں کی برابری حاصل ہوتی تھی۔ چنانچہ وہ اپنی مسکونہ شہری مملکت کی فوج میں شریک ہو کر جنگ کر سکتے تھے اور اس کی مذہبی پبلک تقریبوں میں حصّہ لے سکتے تھے[۵۲]۔ عرب میں جو اجنبی آکر سکونت گزیں ہو جاتے اُن کو "مولا" کا نام دیا جاتا تھا۔ عرب اور خاص کر مکّے والوں کے موالی کے ساتھ یونان کے مقابلہ میں کم سختی کا سلوک ہوتا تھا، چنانچہ اُن پر کوئی خصوصی محصول عائد نہیں کیے جاتے تھے، اُن کو اور اُن کے سرپرستوں کو جملہ شہری حقوق حاصل رہتے تھے۔ مساوات کی حد یہ تھی کہ اجنبی اور اس کے سرپرست دونوں کے لیے ایک ہی لفظ "مولا" کا استعمال کیا جاتا تھا۔ البتہ یہ تحدید بداہتہً پائی جاتی تھی کہ کوئی اجنبی متوطن کسی اور نئے اجنبی

---

[۵۱] ہیالیڈے کی مذکورہ بالا کتاب۔ ص ۱۱۲-۴۔

[۵۲] انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنس جلد اوّل کا دیباچہ، فصل "شہری مملکت کا تسلط"۔

Marfat.com

کو اپنا مولا بنانے کا اور اپنی سرپرستی میں لینے کا مجاز نہ تھا۔ اس پابندی سے قطع نظر ہر اجنبی متوطن اپنے سرپرست کے خاندان کا ایک رُکن بن جاتا اور اُسے وُہ سب شہری حقوق حاصل رہتے جو کسی اصلی شہری کو حاصل تھے، البتہ کسی نئے اجنبی کو اپنی پناہ میں لینے سے پہلے اُسے خود اپنے سرپرست کی اجازت ضروری ہوتی[۵۱]۔ اصل میں عرب یہ چاہتے تھے کہ اوروں کو اپنا لیں اور عرب بنا ڈالیں[۵۲]۔ اس کے برخلاف یونانیوں کو اُن کے فلاسفہ نے کہہ رکھا تھا کہ قدرت ہی کا یہ منشا رہے کہ اجنبی یُونانیوں کے غلام بنیں[۵۳]۔ مزید برآں یونان میں:۔

"کسی سیاسی وحدت کے ارکان میں اتحاد ابتداءً اس لئے ہوتا تھا کہ وہ ہم جد ہوتے تھے اور ہم مذہب ہوتے تھے۔ وہاں کا سماج برادریوں میں بٹا ہُوا تھا یعنی رشتہ دار خاندانوں کے گروہ الگ الگ وحدت بناتے تھے۔ اور یہ تمام برادریاں ایک مزعومہ ہم نسبی کے باعث ایک بزرگ تر اتحاد میں شامل ہوجاتی تھیں۔ جسے قبیلہ کہا جاتا تھا، خون کا رشتہ مذہبی رشتہ کے باعث مستحکم تر ہوجاتا تھا[۵۴]"

۸۶۔ مکّے کا اندرونی نظام اس سے بہت زیادہ پیچیدہ تھا، کیونکہ وہاں حسب و نسب کو غیر معمولی سماجی اہمیت حاصل تھی، ہر قبیلے میں ہر دس دس آدمیوں پر

---

۵۱ سیرۃ ابن ہشام، ص ۲۵۱، تاریخ طبری ص ۱۲۰۳۔

۵۲ تفصیلات کے لئے دیکھئے حمید اللہ کی فرانسیسی کتاب "اسلامی سیاست خارجہ عہدِ نبوی اور خلافتِ راشدہ میں ۱/۴"۔

۵۳ ارسطو کی کتاب سیاسیات ۱/۲ جس کا حوالہ لارنس نے اپنی انگریزی کتاب "قانون بین الممالک کے اصول" میں بھی دیا ہے۔

۵۴ ہیالیڈے کی مذکورہ بالا کتاب ص ۱۱۰۸ تا ۱۱۰۹۔

Marfat.com

پر ایک "عریف" ہوا کرتا، جس طرح روما میں (Decurion) اور کہتے ہیں کہ ہر سَو کا سردار قائد یا نقیب کہلاتا تھا، جس کا مماثل روما میں (Centurion) ہو سکتا ہے۔ وہاں قبیلہ، بطن، فخذ، شعب[۵] وغیرہ کی شاخ در شاخ تنظیم و تقسیم پائی جاتی تھی، جن کی تفصیل عرب مؤلفین کے حوالے سے وستن فیلڈ نے اپنی جرمن کتاب: "جدولہائے نسب عرب" کے اشاریے کے دیباچے میں بھی دی ہے۔

۸۷۔ اسلام سے پہلے مکّے والوں میں مذہبی وحدت نہیں پائی جاتی تھی۔ اسی طرح وہاں کوئی مقدس کتاب یعنی تحریری قانون بھی نہیں پایا جاتا تھا کہ جس کی تعمیل سب کر سکیں۔ چنانچہ مکّے والوں میں بُت پرست، مشرک ایک سے زیادہ خداؤں کو ماننے والے، خدا کو نہ ماننے والے بلکہ خود لامذہب اور دہریئے بھی پائے جاتے تھے۔ ان کے علاوہ مجوسی، یہودی یا عیسائی مذہب بھی مختلف لوگوں نے اختیار کر لئے تھے۔ بہرحال وہاں کے عوام تمدّن کے اس درجے تک پہنچ چکے تھے کہ ایک مشترک اور سب سے بڑے خدا کو بھی مانیں جو چھوٹے چھوٹے قبائلی دیوتاؤں سے بھی بزرگ و برتر ہو، اور اُس کو وُہ اللہ کے نام سے پکارتے تھے۔

۸۸۔ سیاسی شعور بھی اس حد تک ترقی کر گیا تھا کہ ہر شخص ملکی مفاد کو شخصی مفاد پر ترجیح دینا ضروری سمجھتا تھا، چنانچہ غیر متوقع طور پہ مکّے والوں کو غزوہ بدر میں شکست ہوئی تو انھوں نے ایک کارواں کا پورا منافع (جو عین اُسی زمانے میں شام سے ابو سفیان کی سرکردگی میں واپس آیا تھا، اور جس میں شہر میں بسنے والے تقریباً ہر قبیلے کا سرمایہ لگا ہوا تھا) جنگی تیاریوں کے چندے میں دے دینا منظور کر لیا۔[۷]

---

[۵] یہ اصطلاحات جسم انسانی کے مختلف اعضاء کے بھی نام ہیں۔ اور شیخ سعدیؒ نے کیا خوب کہا ہے، "بنی آدم اعضائے یک دیگر اند" (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

۸۹۔ مکّے والے اپنے نوزائیدہ بچّوں کو کسی صحرا میں بدویوں کے ہاں بھیج دیا کرتے تھے، جہاں وُہ بدویوں کے ہاتھوں پرورش پاتے تھے۔ صحرا کی پاک وصاف اور سادہ زندگی میں پلتے تو اُن میں بدویوں کی بہت سی خوبیاں آجاتیں اور شہریوں کی مخلوط آبادی کی بہت سی برائیوں سے وُہ بچپن کی تاثر پذیر عمر میں محفوظ رہتے۔ خود آنحضرت صلعم نے بھی اپنی ابتدائی زندگی کے چند سال اسی طرح گذارے تھے۔ یہاں مماثلت کے لئے ان قوانین کی یاد تازہ کرائی جاسکتی ہے جو مثلاً لائیکرگس نے یونان کے شہر اسپارٹا میں میں نافذ کیے تھے، اور جو اگرچہ انتہائی وحشیانہ تھے، مگر ان کا منشا بھی نئی نسلوں کی ذہنی اور جسمانی تربیت ہوتا تھا۔

۹۰۔ کہتے ہیں کہ یُونانی طبیعت کی امتیازی خصوصیت علم کی محبّت تھی، جس طرح کہ فینیقیہ اور مصر والوں کا امتیازی خاصہ دولت کی محبّت تھا۔ (ہندوستان میں لکشمی یعنی روپے کی اب بھی باقاعدہ پوجا ہوتی ہے)۔ اس کے برخلاف قریش یعنی باشندگان مکّہ کی امتیازی خصوصیّت فنون لطیفہ اور ادبیات کی محبّت معلوم ہوتی ہے۔ غالباً یہی فن نوازی تھی کہ عتبہ بن ربیعہ ابن عبدشمس نے مکّے میں ایک دارالقواریر (شیش محل) (Crystal Palace) تعمیر کیا تھا[۱]۔ نضر بن حارث مکّے کا مشہور گویّا تھا اور بربط بجایا کرتا تھا[۲]۔ وہاں گانے بجانے کی متعدد پیشہ ور عورتیں بھی تھیں[۳]۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ۲ه سیرۃ ابن ہشام ص۵۵۵، طبقات ابن سعد ۱/۲ ص۶۵ ومابعد۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ه بلاذری فتوح البلدان، مطبوعہ مصر، ص ۶۳، ۶۴۔

۲ه انساب بلاذری ۱/۱۴۰، مروج الذہب مسعودی ۸/۹۳۔

۳ه منمق ص۵۵، دیوان حسّان بن ثابت طبع یورپ۔ ص۵۱ تا ۵۷ (حاشیہ قصیدہ ۳۹)۔

شعر و شاعری تو اُن کا اوڑھنا بچھونا ہو چلا تھا، چنانچہ بیت، مصرع، اسباب، اوتاد اور فواصل کسی ڈیرے اور اُس کے مختلف اجزار کے بھی نام تھے، اور بیت یعنی شعر اور اُس کے مختلف حصّوں کے بھی۔ علمی تالیفوں میں حارث بن کلدہ نے حفظانِ صحت پر ایک رسالہ لکھا تھا۔ جس کا ابن ابی اُصَیبعہ نے اپنی اخبار الاطبار میں ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس کے بیٹے نضر نے اسی سے طب سیکھی تھی۔ اس رسالے کے اقتباسات الغزولی کی مطالع البدور (۲/ ۱۰۱ تا ۱۰۴) میں ملتے ہیں۔ اِسی نضر نے ایران کے رزم و بزم پر ایک (افسانوی) تاریخ بھی مدوّن کی تھی جس کا سیرت ابن ہشام (ص ۱۹۱، نیز صفحہ ۲۳۰) میں ذکر ہے۔

۹۱۔ زندگی کا مقصد یونانی فلسفیوں کی نظر میں دنیوی آرام تھا[۹۱]۔ شاید ان قرآنی آیتوں کا حوالہ دلچسپی سے پڑھا جائے گا جس میں اسلام سے پہلے کے عربوں کا مقصدِ زندگی اور خود اسلامی تصوّرِ حیات اس خوبی سے پیش کیا گیا ہے:-

"ان میں سے چند ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم کو اس دُنیا میں بھلائی عطا کر، اُن کو آخرت میں کوئی حصّہ نہ ملے گا۔ لیکن اُن میں سے بعض اور ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو اس دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی اور ہم کو آتشِ دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔ اُن کو اُن کی کمائی کا حصّہ ملے گا۔ خدا حساب و کتاب لینے میں بہت تیز ہے[۹۲]۔"

۹۲۔ یہ ایک پس منظر تھا، اب دوسرے باب میں اسلامی تصوّرِ مملکت کے بڑے بڑے خط و خال پیش کئے جائیں گے۔

(رسالہ معارف اعظم گڑھ۔ جنوری و فروری ۱۹۴۲ء)

---

[۹۱] ارسطو کی کتاب سیاسیات ۲/۱، ۳۔ [۹۲] قرآن مجید ۲/۲۰۰ تا ۲۰۲۔

Marfat.com

دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور

عہدِ نبویؐ کی ایک اہم دستاویز

۹۳۔ متمدن اقوام ہی نہیں، وحشی باشندوں میں بھی حکمرانی اور عدل گستری کیلئے معیّنہ قاعدے ہوتے ہیں۔ اور خود رائے سے خود رائے سردار بھی اپنے آپ کو اُن کا پابند پاتا ہے[۵۱]۔ عموماً جب کبھی ایسے قواعد تحریری صورت میں مرتّب ہوئے تو انھیں کتاب کا نام دیا گیا۔ SCRIPTURE اور BIBLE کے معنی بھی کتاب کے ہیں۔ چین کے کنفوشس کی قانونی تالیف بھی شُوکنگ یعنی کتاب کے نام سے موسوم ہے تو چنگیز خاں کے "یاسہ[۵۲]" کے معنی بھی کتاب کے ہیں۔ چنانچہ جدید ترکی میں بھی یازمک کا مصدر لکھنے کے معنوں میں ہی برتا جاتا ہے۔ اور "کتاب اللہ" مسلمانوں کے قرآن کا نام ہے۔

۹۴۔ غرض عام قواعد و قوانینِ ملک کم و بیش تحریری صورت میں ہر جگہ ملتے ہیں۔

---

۵۱ Grammar of Politics by H. J. Laski میں بھی یہی نتیجہ استقرار نکلا ہے

۵۲ مسالک ابن فضل اللہ العمری، مخطوطۂ پاریس۔ مقریزی، تاج العروس وغیرہ میں بھی اس کے اقتباسات محفوظ ہیں۔ اور روسی اہل علم اس کو زندہ کر رہے ہیں۔

Marfat.com

لیکن دستورِ مملکت کو عام قوانین سے علیحدہ تحریری صورت میں لایا جانا، اس کی نظیر باوجود بڑی تلاش کے مجھے عہدِ نبوی سے پہلے نہیں مل سکی ہے، بے شبہ منوسمرتی (۵۰۰ ق م) میں راجہ کے فرائض کا بھی ذکر ہے۔ اور کوتلیا کی آرتھ شاستر (۳۰۰ ق م) اور اس کے ہم عصر ارسطو (۳۸۴ تا ۳۲۲ ق م) کی کتابوں میں سیاسیات پر مستقل تالیفیں بھی ملتی ہیں۔ ارسطو نے تو اپنی ہم عصر شہری مملکتوں میں سے بشمول ہندوستان (۱۵۸[۲]) کے دستور بھی لکھے تھے، جن میں سے صرف شہر ایتھنز کا دستور ابھی گزشتہ صدی میں مصر میں بردی کاغذ (پاپیروس) پر محفوظ مل چکا ہے، اور ۱۸۹۱[۱] میں شائع ہو چکا ہے، اور انگریزی اور دیگر زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ لیکن یہ سب یا تو درسی اور مشورتی کتابوں کی حیثیت رکھتی اور مسلمانوں کے ہاں کی نصیحۃ الملوک قسم کی تالیفوں سے مشابہ ہیں یا کسی مقام کے دستور کا تاریخی تذکرہ ہیں۔ کسی مقتدرِ اعلیٰ کی طرف سے نافذ کردہ مستند دستورِ مملکت کی حیثیت اُن میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں۔

۶۲۲ھ میں مدینہ منورہ میں ہجرت کر آنے کے پہلے ہی سال رسولِ کریم صلعم نے ایک نوشتہ مرتب فرمایا جس میں حکمران اور رعایا کے حقوق اور فرائض اور دیگر فوری ضروریات کا تفصیلی ذکر ہے۔ خوش قسمتی سے یہ دستاویز پوری کی پوری اور بلفظہٖ ابن اسحاق، ابوعبیدہ وغیرہ نے اپنی کتابوں میں محفوظ کی ہے، اور آج اُسی کا کچھ بیان مقصود ہے۔

---

[۱] Aristotle, On the Athenian Constitution, by Kenyon, p.x.v

[۲] Encyclopaedia of Social Sciences Vol. I, p. 27.

نیز p. x III.

Marfat.com

۹۶ (اس دستاویز میں باون جملے، یا قانونی الفاظ میں "دفعات" ہیں۔ اور اُس زمانے کی قانونی عبارت اور دستاویز نویسی کا وہ ایک انمول نمونہ ہیں)۔ اس کی اہمیت اسلامی مؤرخوں سے کہیں زیادہ یورپی عیسائیوں نے محسوس کی۔ ولہاوزن، میولر، گریمے، اشپرنگر، وینسنک، کائتانی، بوہل وغیرہ کے علاوہ ایک جرمن مورّخ رانکے Ranke نے مختصر تاریخ عالم لکھتے ہوئے بھی اس دستاویز کا ذکر کرنا ضروری خیال کیا ہے۔ یہاں ان جرمن، ولندیزی، اطالوی، انگریزی اور دیگر مؤلفوں کے بیانات کا ذکر غیر ضروری ہے۔ میں صرف اپنے ناچیز خیالات اس کے متعلق عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں، اور اس کی اہمیت کی طرف اہلِ ملک کی توجہ منعطف کراتا ہوں۔ اس دستاویز کی تفصیلی شرح اور مغربی مؤلفوں کے بیانات کی تنقید کے لئے بڑا وقت چاہیئے، جو اس لکچر میں ممکن نہیں۔

۹۷۔ لیکن قبل اس کے کہ اس دستاویز کے مندرجات پر کچھ عرض کیا جائے، اس کا تاریخی پس منظر اور ان حالات کا ذکر ضروری ہے جن میں وہ مرتب اور نافذ ہوئی۔

۹۸ (رسولِ کریم صلعم نے جب مکّہ معظمہ میں اپنے تبلیغی اور اصلاحی کام کا آغاز کیا) اور صدیوں، نسلوں کے معتقدات و رواجات کی تبدیلی چاہی تو اہلِ ملک نے ابتداءً حیرت اور پھر نفرت اور آخر کار مخالفت و معاندت کا برتاؤ کیا۔ یہ مشن پہلے ہی دن سے عالمگیر تھی (اور معلوم دنیا، خاص کر ایران و روم بیزنطہ تک اس کی فوری اور بآسانی وسعت کے امکانات نظر آتے تھے) (اور آنحضرت ؐ

---

۵۱ حوالے مضمون کے آخر میں دیئے گئے ہیں۔

۵۲ موتمر دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن۔

Marfat.com

اپنی تبلیغ میں ظاہر بین دنیاداروں کو ان ممالک کی فتح کی بشارت دیتے تھے[1]۔ لیکن ایک مفلس اور کمزور قبیلے کے ایک جو نیر فرد کی حیثیت میں آپؐ کی سرداری کا مانا جانا مشکل تھا۔ آنحضرت کی رشتہ داری طائف[2] اور مدینے[3] کے قبائل سے بھی تھی۔ بڑی آس سے پہلے آپ طائف کے قریب تر علاقے کو تشریف لے گئے، مگر وہاں وطن سے بھی بڑھ کر مشکلیں پیش آئیں۔ آخر حج کے زمانے میں کئی سال تگ و دو کرنے کے بعد چند مدینے والے ہی آپ کے گرویدہ بنے، اور مدینے آنے پر آپؐ کو اور آپؐ کے مکّی ساتھیوں کو پناہ اور مدد دینے کا وعدہ بھی کیا۔

۹۹) مکّے کی مقامی حالت ناقابلِ برداشت ہو چکی تھی۔ عام مخالفت سے بڑھ کر جسمانی اذیت سے بہتوں کی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ اس لئے مسلمانانِ مکّہ ہجرت کر کے مدینے جانے لگے۔ مکّے والے ڈرے کہ کہیں یہ لوگ باہر جا کر انتقام کی تیاریاں نہ کریں، اس لئے خود آنحضرتؐ کے مکان کا محاصرہ اور شب خون کی تجویز پختہ کی گئی۔ مگر قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ آنحضرتؐ بخیر و عافیت مکّے سے نکل کر مدینے پہنچ گئے۔ جھنجھلاہٹ میں مکّے والوں نے آپؐ کی[4]، اور دوسرے مہاجروں کی املاک و جائداد پر غاصبانہ تسلط جما لیا۔ مدینے

---

[1] ابنِ ہشام ص ۲۷۸، نیز طبقات ابنِ سعد احوال قبل الہجرۃ۔

[2] معارف ابنِ قتیبہ ص ۲۳۴، کتاب المنتقی من دلائل النبوۃ لابی نعیم (مخطوطہ) الفصل العشرون۔

[3] ابنِ ہشام ص ۱۰۷، ۲۳۶، ۳۴۶، طبقات ابنِ سعد جلد ۱/۱ ص ۳۴، ۵۴، ۶۴۔ معارف ابنِ قتیبہ "احوال عمومتہ" تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۷۷ تا ۱۷۹ وغیرہ۔

[4] بخاری کتاب ۶۴ باب ۴۸ حدیث ۳، یہ مکان بی بی خدیجہؓ سے آنحضرتؐ کو وراثت میں ملا تھا (مبسوط سرخسی ۵۲/۱)۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

کے مسلمانوں اور مکے کے مہاجروں کی مجموعی تعداد چند سو سے زیادہ نہ تھی، اگرچہ مدینے کی آبادی کا اس وقت اندازہ دس ایک ہزار کیا جاتا ہے، جن میں آدھے کے قریب یہودی تھے۔ (مکہ اس وقت ایک منظم شہری مملکت کی صورت میں تھا۔ وہاں فوج، محاصل، عبادت، تعلقات خارجہ، عدل گستری وغیرہ کے کوئی پچیس سرکاری عہدے تھے، جن کا تفصیلی ذکر میں نے حال میں ٹرونڈرم کی موتمر مستشرقین میں پڑھے ہوئے مقالے میں کیا ہے[۶۰]۔)

۱۰۰ - اس کے برخلاف مدینے میں ابھی نراج کی کیفیت تھی، اور قبائلی دَور دَورہ تھا۔ عرب اَوس اور خزرج کے بارہ قبائل میں بٹے ہوئے تھے، تو یہودی بنو النضیر و بنو قریظہ وغیرہ کے دس قبائل میں[۶۱]۔ ان میں باہم نسلوں سے لڑائی جھگڑے چلے آرہے تھے، اور کچھ عرب کچھ یہودیوں کے ساتھ حلیف ہو کر باقی عربوں اور اُن کے حلیف یہودیوں کے حریف بنے ہوئے تھے۔ ان مسلسل جنگوں سے اب دونوں بھی تنگ آچکے تھے[۶۲]۔ اور گو وہاں کے کچھ لوگ غیر قبائلی خاص کر قریش کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ۵۹ ابنِ ہشام ص ۳۳۹ ج ۱ ص ۳۲۱ تا ۳۲۲، نیز بنی جحش کی جائداد پر ابو سفیان کے قبضے اور فروخت کے لیے محمد بن حبیب کی المنمق (ص ۲۸۷ و ما بعد)۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۶۰ مطبوعہ رسالۂ اسلامک کلچر جولائی ۱۹۳۸ء نیز باب گزشتہ "شہری مملکتِ مکہ"۔

۶۱ یہ تعداد ان عربی اور یہودی قبائل کی ہے جو شہری مملکتِ مدینہ کے دستور کو قبول کر کے اس میں شریک ہوتے۔ اوس والوں کے تین اور یہودیوں کے پندرہ دیگر قبیلے اس سے الگ ہی رہے۔

۶۲ ابنِ ہشام ص ۲۸۷، طبقات ابن سعد ۱، ۱ ص ۱۴۷، مسند ابنِ حنبل ج ۵ ص ۴۲۷، بخاری کتاب ۶۳ باب ۱، ۲۷، ۴۶ ۔

Marfat.com

جنگی امداد کی تلاش میں تھے[۵۱] لیکن شہر میں امن پسند طبقات کو غلبہ ہو رہا تھا۔ اور ایک کافی بڑی جماعت اس بات کی تیاری کر رہی تھی کہ عبداللہ بن ابی بن سلول کو بادشاہ بنا دیں (حتّٰی کہ بخاری[۵۲] و ابن ہشام[۵۳] وغیرہ کے مطابق اس کے تاجِ شہریاری کی تیاری بھی کاریگروں کے سپرد ہو چکی تھی۔ بے شبہ آنحضرتؐ نے بیعت عَقَبَہ میں بارہ قبائل میں بارہ[۱۲] مسلمانوں کو اپنی طرف سے نقیب مقرر کرکے مرکزیّت پیدا کرنے کی کوشش پیدا فرمائی تھی، مگر اس سے قطع نظر وہاں ہر قبیلے کا الگ راج تھا، اور وہ اپنے اپنے سقیفے یا سائبان میں اپنے امور طے کیا کرتا تھا، کوئی مرکزی شہری نظام نہ تھا۔ تربیّت یافتہ مبلغوں کی کوشش سے تین سال کے اندر شہر میں معتدبہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے، مگر مذہب ابھی تک خانگی ادارہ تھا، اس کی سیاسی حیثیّت وہاں کچھ نہ تھی، اور ایک ہی گھر میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے تھے۔ ان حالات میں آنحضرتؐ مدینہ آتے ہیں، جہاں اس وقت متعدد فوری ضرورتیں تھیں:۔

(۱) اپنے اور مقامی باشندوں کے حقوق و فرائض کا تعیّن۔

(۲) مہاجرین مکّہ کے توطّن اور بسر بُرد کا انتظام۔

(۳) شہر کے غیر مسلم عربوں اور خاص کر یہودیوں سے سمجھوتہ۔

---

۵۱ ابنِ ہشام، ص ۲۸۵، ۲۹۰۔

۵۲ بخاری کتاب ۶۵ باب ۲۔

۵۳ سیرت ابنِ ہشام، ص ۴۱۲، تاریخ طبری طبع یورپ، ص ۱۵۱۱ د ما بعد، نیز قرآن مجید سورہ ۶۳، آیت ۸ کی تفسیر۔ امتاع مقریزی ۱/۲۰۲ کے مطابق اس سُنار کا نام یُوشع الیہودی تھا۔

(۴) شہر کی سیاسی تنظیم اور فوجی مدافعت کا اہتمام۔

(۵) قریشِ مکہ سے مہاجرین کو پہنچے ہوئے جانی ومالی نقصانات کا بدلہ۔

۱۰۱۔ انھیں اغراض کے مدِّنظر آنحضرت صلعم نے ہجرت کر کے مدینہ آنے کے چند مہینے بعد ہی ایک دستاویز مرتب فرمائی، جسے اسی دستاویز میں کتاب اور صحیفے کے نام سے یاد کیا گیا ہے، اور جسے بظاہر اشخاصِ متعلقہ سے گفت و شنید کے بعد ہی لکھا گیا ہے۔ یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عام قانونِ ملک کتاب اللہ یا قرآن کی صورت میں جیسے جیسے نافذ یا نازل ہوتا، تحریری صورت میں مرتب کر دیا جاتا تھا۔ اور منکسر المزاج احتیاط پسند پیغمبرِ اسلام صلعم نے اس زمانے میں اپنے ذاتی اقوال و ہدایات کو لکھنے کی کم از کم بعض نو عمروں کو ممانعت ہی فرما دی تھی۔ اس کے باوجود زیرِ بحث دستاویز کا لکھا جانا معنے خیز ہے۔ جسے کتاب اور صحیفے کے اہم ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ جس کے معنے دستور العمل اور فرائض نامے کے ہیں [۵۱] اصل میں یہ شہر مدینہ کو پہلی دفعہ "شہری مملکت" قرار دینا اور اس کے انتظام کا دستور مرتب کرنا تھا۔

۱۰۲۔ ہابس، رُوسو وغیرہ "معاہدہ عمرانی" کے نظریئے کے تحت مملکت کا آغاز حاکم و محکوم کے عمرانی معاہدے سے قرار دیتے ہیں۔ اس کی ایک بیّن اور واقعی مثال ہم کو بیعتِ عقبہ میں ملتی ہے۔ جس میں مدینے والوں نے آنحضرت صلعم کو اپنا سردار مانا، اپنے ملک میں آنے کی دعوت دی، اور آپؐ کے احکام کی تعمیل

---

[۵۱] ابن سعد ج ۲ / ۱ ص ۱۹۔ کتاب الاموال لابی عبید ص ۵۱۸۔ صحیح بخاری۔ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب ما ذکر النبیؐ۔ حدیث ۱۸ کے مطابق اس کام کے لیے اجتماع حضرت انسؓ کے والدین کے مکان میں عمل میں آیا۔

Marfat.com

کا اقرار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ زیرِ بحث دستاویز ایک معاہدے کی شکل نہیں رکھتی بلکہ ایک فرض اور ایک حکم کی صورت میں نافذ کی جاتی ہے۔ چنانچہ سب لوگ جانتے ہیں کہ کتاب کے معنے فرض اور حکم کے بھی ہیں۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا۔ اِنَّ کِتَابَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ[۵۱]۔ کُتِبَ عَلَیْہِمُ الْقِتَالُ وغیرہ میں لفظ "کتاب" اسی معنے میں برتا گیا ہے۔ جرمن لفظ (Vorschrift) اور فرانسیسی و انگریزی لفظ (Prescription) روسی لفظ "پریدپیسانیے"، اور ہسپانوی لفظ Prescripcion (بمعنی فرض و حکم) کا مادہ بھی "کتاب" ہی کے معنے رکھتا ہے۔

۱۹۲۔ عرب میں عام طور پر اور مدینے میں خاص طور پر جو مرکز گریزی تھی، اُس کا علاج تنظیم پسند اور وحدت خواہ نبی صلعم نے یہ تجویز کیا کہ "ایک حکمراں ایک قانون"۔ ابھی تک زکوٰۃ اور حج کے مرکز کش احکام نہیں آئے تھے، جن سے مرکزی حکومت کو ٹیکس لگانے اور وصول کرنے کا حق مل کر ملک میں بزور ایک نقطے پر لوگوں کو لانے کا اور ہر حصے کے لوگوں کو ایک ہی قبلے کی زیارت کا بعد میں موقع ملا۔ پھر بھی ایمان و اعمال کے سلسلے میں ایک خدا کو ماننے، ایک ہی نبی کے احکام کی اطاعت کرنے اور مل کر ایک ہی سمت نماز پڑھنے کے ادارے وجود میں آچکے تھے۔ اب اس دستور نے اس میں ایک نہایت اہم اور عرب کے لئے انقلابی اصلاح و ترقی یہ دی کہ لوگ اپنے حقوق اپنی یا زیادہ سے زیادہ اپنے خاندان کی مدد سے حاصل کرنے کی جگہ انصاف رسانی کو ایک مرکزی اور پبلک

---

۵۱ ابرار کے نامۂ اعمال کا جنت میں جانا بے معنے بات ہوگی۔ میں اس کے معنے یہ لیتا ہوں کہ ابرار کے متعلق طے شدہ حکم یہ ہے کہ وہ علیین میں رہیں گے۔

Marfat.com

ادارہ بنادیں۔ یہ عہد آفریں کارنامہ اسی دستاویز میں رکارڈ میں لایا گیا ہے، جس نے قبائلیت کی افراتفری کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ اور ایک وسیع تر ادارے یعنی مملکت کی بنیاد ڈالی۔ اس دستاویز میں آنحضرت صلعم نے عدالتی، تشریعی، فوجی اور تنفیذی اعلیٰ ترین اختیارات اپنے لئے محفوظ فرمالئے۔ مگر ایک نہایت اہم اور قابلِ ذکر فرق اس اقتدار اور دیگر ممالک کے مستبدانہ شاہی اقتدار میں یہ تھا کہ یہاں مادیت کو دخل نہ تھا۔ آنحضرتؐ نے سیاست میں اخلاقی عناصر داخل کئے۔ اصل سرچشمۂ اقتدار خدا کو قرار دیا تو اپنے کو اس کا رسول اور نائب اور ساتھ ہی امت کے لئے لائے ہوئے احکام اپنے پر بھی مساوی طور پر واجب التعمیل قرار دیئے۔ اور عہدِ نبوی میں ذاتِ اقدس کے خلاف دیوانی اور ٹارٹ (ضمان) کے جو مقدمات دائر ہوئے۔[۵] ان نظائر کی موجودگی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام نے (King can do no wrong) (بادشاہ کسی فعل ناجائز کا مرتکب ہو ہی نہیں سکتا) کو مسترد کر دیا۔ اور جب ملک کا قوی ترین شخص قانون کی خلاف ورزی پہ عدالتی دار وگیر سے محفوظ نہ رہ سکے تو دیگر عہدہ دار اور عام لوگ بھی تعمیل زیادہ توجہ کے ساتھ کریں گے۔ اِس دستاویز کے دو نمایاں حصے ہیں۔

۱۰۴۔ حصہ اوّل میں (۲۵) فقرے ہیں جن کو ولہاوزن نے (۲۳) قرار دیا تھا۔ اور جملہ یوروپی مولفوں نے ولہاوزن ہی کے نمبرات برقرار رکھے ہیں۔ میں نے بھی مجبوراً (۲۳) ہی نمبرات دیئے، البتہ ضمن الف و ب کر کے دو دفعات کو دو حصوں میں بانٹ دیا۔ اور اس طرح ان کے (۲۵) دفعات قرار دیئے تاکہ

---

[۵] ابن ہشام ص ۴۴۴، نیز تاریخ ابن الاثیر ذکر احوال مرض موت آنحضرت صلعم، سیرۃ شامی، بر موقع۔ جہاں چھ آٹھ مقدموں کا ذکر ہے۔

یوروپی مواد سے استفادے میں کسی کو الجھن پیدا نہ ہو۔

۱۰۵۔ حصّہ دوم ف ۲۴ تا ف ۴۷ پر مشتمل ہے اور جملہ دستاویز میں (۵۲) فقرات یا دفعات ہیں۔

۱۰۶۔ پہلے (۲۳) دفعات مہاجرین وانصار کے متعلق قواعد پر مشتمل ہیں اور بقیہ حصّہ مدینے کے یہودی قبائل کے حقوق و فرائض سے بحث کرتا ہے۔ ان دونوں میں ایک جملہ دُہرایا گیا ہے کہ آخری عدالت مرافعہ محمد رسول اللہؐ کی ذات ہوگی (مسلمان مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کی حد تک تو کوئی دشواری نہیں، لیکن یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہجرت کے چند مہینوں بعد ہی ایک نو وارد اجنبی صلعم کو اتنا بڑا اقتدار غیر مسلم طبقات نے دے دینا کس طرح منظور کیا؟ مدنی عربوں کی حد تک یہ جواب ایک حد تک تشفی بخش سمجھا جا سکتا ہے کہ چونکہ وہاں اب تک قبائلی نظام تھا اور قبائلی سرداروں نے اسلام قبول کر لیا تھا، اسلئے اپنے بزرگانِ خاندان کا مذہب قبول نہ کرتے ہوئے بھی اُن کے خرد تر رشتہ دار انھیں کی سی کرنے پر مجبور تھے۔ عربی سماج کے باعث وُہ خاندان اور قبیلے سے الگ نہ ہو سکتے تھے۔ اور بیرونِ ملک بھی وہ اپنے باقی رشتہ داروں کی مدد کے بغیر جان دمال کا کوئی امن نہیں پا سکتے تھے۔ دستاویز میں صراحت سے یہ بتایا گیا ہے کہ جملہ مدنی قبائل اور مہاجرینِ مکّہ وغیرہ کی مرکزائی ہوئی زبردست قوّت سے انصار کے مشرک رشتہ داروں کو متمتع ہونے کا صرف اِس شرط سے موقع دیا جاتا ہے کہ وہ سیاسی حیثیت سے مرکزی حکومت کی پالیسی میں کاوٹیں نہ ڈالیں (چنانچہ حکم دیا گیا ہے کہ عربی قبائل میں جو مشرک یا یہودی المذہب لوگ ہیں وہ مسلمانوں کے تابع اور جنگ میں معاون ہوں اور وُہ قریش مکّہ کی جان ومال کو نہ تو خود کوئی امان دیں اور نہ اس بات میں آڑے آئیں کہ مسلمان کسی قریشی کی

Marfat.com

جان و مال پر حملہ کریں۔ (دوسرے الفاظ میں ان کو قریشیوں سے حلیفی کو توڑنے، تعلقات کو منقطع کرنے اور مسلمان اور قریشیوں کے تعلقات میں غیر جانبدار رہنے کی شرط پر حقوق شہریت عطا کیے گئے اور انھیں اُس کو منظور کرنا پڑا۔ ہمیں ایسے بھی بیانات عرب مؤلفوں کے ہاں ملتے ہیں کہ مدینے کے عرب برادر کشی اور باہمی لڑائیوں سے اُکتا گئے تھے اور تنگ آ کر اس پر آمادہ ہو چکے تھے کہ کسی اجنبی غیر جانبدار کو حکمران بنا کر آئندہ امن کی زندگی بسر کریں[۱]۔ یہ عربی غیر مسلموں کا ذکر تھا۔

۱۰۷۔ یہودیوں کا بھی اسی ابتدائی زمانے میں آنحضرتؐ کے سیاسی اقتدار کو مان لینا قرینِ قیاس نہیں۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ دستور کا حصہ دوم، یعنی یہودیوں کا دستور العمل، جنگِ بدر کے بعد کا واقعہ ہے جبکہ ایک زبردست فتح سے مسلمانوں کی دھاک ہر طرف بیٹھ گئی تھی۔ اہل مدینہ نے اپنے سابقہ معاہدات حلیفی جو یہودیوں کے ساتھ تھے منسوخ کر لیے تھے۔ آنحضرتؐ نے آس پاس ینبوع تک کے قبائل مثلاً بنی ضمرۃ، جُہینۃ وغیرہ سے حلیفیاں کر کے مسلمانوں کی قوت کو بے حد مضبوط اور مستحکم بنا دیا تھا۔

۱۰۸۔ یہودیوں کے دو بڑے گروہ آپس کے حریف و رقیب تھے۔ اِن کا مِل کر رہنا اور الگ مستقل رہ کر بچنت اور محفوظ رہنا ممکن نہ تھا، اور وہ ہر طرف سے بچھڑ کر بے یار و مددگار اور ہر قوی کا شکار بنے ہوئے تھے۔ ان حالات نے انھیں مجبور کیا کہ اپنی مذہبی آزادی اور اندرونی خود مختاری برقرار رکھتے ہوئے آنحضرتؐ سے ماتحتانہ تعاون کریں، اور جیسا کہ عرض کیا گیا میرے خیال میں

---

[۱] ملاحظہ ہو اُوپر فقرہ (۱۰۰)۔

Marfat.com

یہ جنگ بدر کے بعد کا واقعہ ہو سکتا ہے، اس سے پہلے کا ہونا قرینِ قیاس نہیں۔ اگرچہ پوری دستاویز ایک ہی کل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی عبارت اور انداز اسلوب سے بھی ایک ہی مرتّب کنندہ کا ہونا پایا جاتا ہے۔ اور مسلمان مؤرخ عام طور سے یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ دستاویز ۱ھ کی ابتدا میں مرتّب ہوئی۔ جیسا کہ ابھی اوپر ابو عبید وغیرہ کے حوالے سے بیان ہوا، لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ۱ھ میں دستاویز کا حصۂ اوّل مرتّب ہوا ہو اور بقیہ حصّہ ۲ھ میں جنگِ بدر کے بعد مرتّب کر کے حصۂ اوّل کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہو۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ لسان العرب[۱] میں اس دستاویز کا جہاں کہیں ذکر آیا ہے وہاں اس کو دو نام دیئے گئے ہیں۔ ایک جملے میں اسے "فی کتابہ للمھاجرین والانصار" کہہ کر اسے "دستور العمل مہاجرین و انصار" سے یاد کیا گیا ہے۔ اور اسی سے ذرا نیچے حصّہ دوم کے سلسلہ میں "ووقع فی کتاب رسول اللہ صلعم لیھود" "دستور العمل یہودیان" کی اصطلاح برتی گئی ہے۔ ایک اور زیادہ راست شہادت اس سے ملتی ہے کہ امام ابو داؤد نے اپنی کتاب سنن[۲] میں یہودیوں کے اس دستور العمل کو جنگِ بدر کے بعد کا قرار دیا ہے۔ اندرونی شہادت کے سلسلے میں کہا جا سکتا ہے کہ دستور کے ف۱۶ کا ف۲۴ تا ۴۷ سے تطابق اس کے بغیر مشکل ہے کہ ف۱۶ قدیم تر ہو۔ کیونکہ اس میں اس کی گنجائش رکھی گئی ہے کہ یہودی منظور کریں تو آئندہ انھیں بھی اس شہری مملکت میں ایک وفاقی (فیڈرل) یا متوافقی (کانفڈرل) وحدت کی حیثیت سے شریک

---

[۱] تحت کلمہ ربع۔

[۲] سنن ابی داؤد کتاب ۱۹ باب ۲۱۔

Marfat.com

کرلیا جائے۔ چنانچہ جب انھوں نے شرکت قبول کی تو پھر ف۲۰ تا ۲۱ مرتب ہوئے اور ان میں تفصیل سے ان کے حقوق اور واجبات بیان کیے گئے جو نقرہ ۱۶ کی ابتدائی گنجائش سے ایک حد تک باہر ہی نکلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ گویا ان کے اصرار پر رعائتیں منظور کی گئیں۔

۱۰۹ (جیسا کہ عرض ہوا اس دستور کے دو نمایاں اور ممتاز حصے ہیں، ایک اسلامی و عربی قبائل سے متعلق ہے، اور دوسرا یہودیوں سے۔ ہر ایک کی مختصر تحلیل یہاں بے محل نہ ہوگی۔

۱۱۰ (سب سے پہلے نقرے میں ایک اسلامی سیاسی وحدت کے قیام کا اعلان کیا گیا ہے (جس میں مہاجرینِ مکّہ، انصارِ مدینہ اور وہ لوگ جو ان سب کے تابع و لاحق رہ کر اُن کے ہمراہ جنگ میں حصّہ لینے پر آمادہ ہوں) اور یہ سیاسی وحدت "محمدؐ النبی رسول اللہؐ" کے احکام کی اطاعت کرے گی (ف)

اور اس اسلامی حصّے کے سب سے آخری نقرے میں بھی بکرار اسی چیز کو دہرایا گیا ہے کہ منبع اقتدار تو ذاتِ خداوندی ہے لیکن لوگ خدا کے بھیجے ہوئے حضرت محمدؐ کی اطاعت کریں گے۔ اور اپنے جملہ اختلافوں، جھگڑوں میں ان سے ہی رجوع ہوں گے اور ان کے فیصلے کو آخری مانیں گے (ف۲۳)۔

یہ سیاسی وحدت باوجود اندرونی بوقلمونی کے امتِ واحدہ سمجھی جائے گی۔ اور تمام دنیا کے مقابل ایک ممتاز اور مستقل حیثیت رکھے گی۔ اور جملہ مسلم طبقات کو یکساں حقوق و واجبات حاصل ہوں گے (ف۲)۔

اور باوجود کمیِ تعداد و کمزوری و خطرات کے ان میں خودداری، خود اعتمادی اور راہِ راست پر ہونے کے جذبات پیدا کئے گئے (ف۲ الف، ف۱۳)۔

جنگ و صلح کو مرکزی مسئلہ قرار دیا گیا، اور یہ نہیں ہو سکے گا کہ چند صلح یا

جنگ کریں اور باقی نہ کریں۔ جنگی خدمت جبری ولازمی ہوگی۔ اور سب اس میں برابر کا حصّہ لیں گے۔ عین حالتِ جنگ میں بھی نوبت نوبت فوجیں لڑیں گی اور آرام پائیں گی، یہ نہیں کہ پورا بار ایک ہی طبقے پر پڑے (ف ۱۷-۱۸)۔

جنگ وصلح تو مرکزی مسئلہ ہوں گے، البتہ حسبِ سابق پناہ دہی کا حق انفرادی طور سے ہر چھوٹے بڑے سب کو حاصل ہوگا۔ اور ادنیٰ ترین شخص کے دیئے ہوئے وعدۂ پناہ کا بھی پوری امت احترام کرے گی (ف ۱۵)۔ اور اس طرح اخوّت ومساوات اور آزادیٔ عمل اس سیاسی وحدت میں عملی طور سے جاری وساری کر دی گئی۔ پناہ دہی کی اس آزادی میں ایک شرط لگائی گئی کہ جو مشرکین عرب اس سیاسی وحدت میں حقوقِ رعیّت حاصل کرنا چاہیں اُن کے لیئے یہ پابندی ہوگی کہ وُہ قریش کی جان ومال کو کسی طرح کی پناہ نہ دیں گے اور نہ اس بات میں آڑے آئیں گے کہ قریش کی جان ومال کو مسلمان اپنے حقوق حربیت کے سلسلے میں نقصان پہنچائیں (ف ۲۰ ب)۔

اس دفعہ کے سلسلے میں دو واقعات قابلِ ذکر ہیں جن کا امام بخاری رح نے ذکر کیا اور جو دونوں جنگِ بدر سے پہلے پیش آئے تھے۔ ان دونوں میں دو بڑی مسلمان شخصیّتوں نے بعض قریشی افراد سے دوستانہ تعلقات کی بنار پر ان کی جائداد کی حفاظت کا ذمّہ لیا تھا۔ بے شبہ دفعے میں قریش کو پناہ دینے کی ممانعت صرف مشرک رعایا کو کی گئی ہے، لیکن قیاس یہ چاہتا ہے کہ مسلمان بھی اس کے پابند تھے اور بلا صراحت بدرجۂ اولیٰ وہ اس پر عمل کرتے۔[۱] اسی بنار پر میرا خیال ہے کہ یہ دفعہ ابتدائی دستور میں نہ تھی۔ بعد میں جنگِ بدر کے اختتام

---

[۱] بخاری، کتاب ۴۰۔ باب ۲ نیز کتاب ۶۴ باب ۲۔

Marfat.com

پر یہودی قبائل سے معاہدے کے یا کسی قریبی موقع پر اس اصل دستور میں اضافہ کی گئی۔ جنگ کے سلسلے میں جملہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کا مددگار اور دکھ درد میں حصہ دار رہنے کا حکم دیا گیا ہے (ف ۱۹)۔

عدل گستری کے سلسلے میں آخری عدالتِ مرافعہ جہاں ذات رسالت پناہی صلعم کو قرار دیا گیا۔ وہیں ہرجے اور خونبہا (ضمان ودیت) کی ادائی کے لئے قدیم نظامِ بیمہ کی توثیق وتشریح کی گئی کہ اگر کوئی شخص کسی رقمی ادائی کا مستوجب ہو تو اس کی مدد اس کے سب رشتہ دار کریں گے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص دشمن کے ہاتھوں قید ہو جائے اور فدیہ ادا کرنا ہو تو اس کے اہلِ قبیلہ ہی اس ادائی کے ذمہ دار ہوں گے (ف ۲۰)۔

اس سلسلہ میں ایک طرح سے شہر کی محلہ دار تقسیم کی گئی۔ اور ہر قبیلے کے لوگ دوسروں سے الگ یکجا ہی رہتے تھے، اور ہر محلے میں ایک میر محلہ اور متعدد نائبان میر محلہ اور اجتماع گاہ پائے جاتے تھے جن کو علی الترتیب نقیب عریف اور سقیفہ کہتے تھے۔ کوئی محلہ دار فنڈ یا خزانے کا پتہ تو نہیں چلتا[۱] مگر غالباً حسبِ ضرورت چندہ ہوتا ہو گا۔ یہ محلہ دار مجلسیں بڑی حد تک خود مختار اور خود اکتفا تھیں۔

---

[۱] لیکن بنو النضیر کے یہودیوں میں قبیلہ داری بیت المال تھا۔ چنانچہ سیرۃ شامی میں غزوۂ سویق کے بیان میں لکھا ہے "سلام بن مشکم وکان سید بنی النضیر فی زمانہ ذلک وصاحب کنزہم .... یعنی بالکنز ہہنا المال الذی کانوا یجمعونہ لنوائبہم وما یعرض لہم" (یعنی سلام بن مشکم اس زمانے میں بنو النضیر کا سردار اور ان کا افسر خزانہ تھا .... خزانے سے مراد یہاں وہ مال ہے جو وہ اتفاقی حوادث اور ضروریات کے لئے جمع کیا کرتے تھے)۔

Marfat.com

۱۱۱۔ انصار کے قبائل تو معین تھے ہی۔ اب ان عدالتی و سماجی اغراض کے لئے جملہ مہاجرین کا بھی ایک قبیلہ قرار دیا گیا (ف۱۱)۔

اور یہ قرار دیا گیا کہ اگر کوئی محلہ دار مجلس اپنے کسی اہلِ محلہ کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے قابل نہ ہو تو دیگر مجالس بھی ہاتھ بٹانے کی پابند ہوں گی (ف۱۲)۔

اور یہ بھی صراحت سے بتا دیا گیا کہ اگر کسی قبیلے میں کوئی موالی ہوں، یعنی کسی فردِ قبیلہ سے قانونی اور معاہداتی بھائی چارہ کر کے اس قبیلے کے رکن بنے ہوں تو ایسے موالی کو اپنے اصل سے اختلاف کا حق نہ ہوگا (ف۱۲ ب)۔

(اس نظام ولار کے سلسلے میں یہ بھی حکم دیا گیا کہ ایک شخص کے مولا کو کوئی دوسرا شخص بلا اجازت اصل اپنا مولا نہ بنالے، (ایضاً بروایت ابن حنبل)۔

انصاف رسانی کا اختیار افراد سے لے کر جماعت یعنی مرکز کے سپرد کر دیا گیا جو ایک عظیم الشان انقلاب تھا، اور حکم دیا گیا کہ انصافی مسائل میں جانبداری کرنے اور اپنے رشتہ داروں کی پچ کرنے بلکہ خود حقیقی بیٹے تک کو بچانے کی کوشش کرنے کی کسی کو اجازت نہ ہوگی۔ اور جملہ مسلمان اس بات کی کوشش کریں گے کہ ہر ضرر پہنچانے یا ضرر پہنچانے کی تیاری کرنے والے شخص کو کیفرِ کردار تک پہنچانے میں پوری طرح ہاتھ بٹائیں (ف۱۳)۔

قتلِ عمد کی سزا قصاص مقرر کی گئی البتہ مقتول کے ولی کو اختیار دیا گیا ہے کہ دیت لے کر قصاص سے درگزر کرے۔ اور انصاف رسانی میں مداخلت کی سختی سے ممانعت کی گئی (ف۲۱)۔

(اسلام کی حقانیت جتانے اور اس کا بول بالا کرنے کے لئے مسلمانوں کو مشورہ دیا گیا کہ اگر ان کا کوئی غیر مسلم رشتہ دار کسی مسلمان کے ہاتھوں مارا جائے تو قصاص پر اصرار نہ کریں۔ اور کسی مسلمان کے خلاف کسی غیر مسلم کی مدد نہ کریں (ف۱۴)

Marfat.com

(اسی طرح کسی قاتل مجرم کو پناہ یا مدد دینے کی ممانعت کی گئی اور کہا گیا کہ جو خدا اور قیامت پر ایمان لایا ہے اور جس نے اس دستاویز کے احکام کی تعمیل کا اقرار کیا ہے، اگر وہ کسی قاتل کو مدد یا پناہ دے تو قیامت کے دن اس پر خدا کی لعنت اور غضب نازل ہوں گے (اور اس کی رستگاری کی کوئی صورت نہ ہوگی۔)

۱۱۲۔ انصار کے بعض لوگ یہودیت قبول کر چکے تھے، خاص کر بعض بچوں کو ان کے والدین منت مان کر یہودی بنا دیتے تھے۔ ان کے متعلق بھی ایک خصوصی دفعہ رکھ دی گئی کہ اگر وہ ماتحتانہ اتحادِ عمل پر آمادہ ہوں تو انھیں سب مسلمانوں کے برابر حقوقِ رعیت حاصل ہوں گے۔ ان کی حفاظت و مدد کی جائے گی اور ان پر کوئی ظلم روا نہیں رکھا جائے گا (ف ۱۶)۔

۱۱۳۔ یہاں تک ان امور کا ذکر ہوا جو حصہ اوّل میں مندرج ہیں۔ اور جو مدینے کے عربوں سے متعلق ہیں۔ حصہ دوم یہودیوں کے قبائل سے متعلق ہے۔

(۱۱۴۔ اوپر اس امر سے بحث ہو چکی ہے کہ آیا یہودیوں کا یہ دستور انصار و مہاجرین کے قواعد کے ساتھ ہی بنایا گیا یا بعد۔ اس حصے کی مختصر تحلیل کے سلسلے میں عرض ہے کہ اس کی پہلی دفعہ مشترک ہے کہ کسی جنگ کی صورت میں اگر مسلمان اور یہودی اتحادِ عمل کریں تو ہر حلیف اپنے مصارفِ جنگ خود برداشت کرے گا اور یہ حکم نہ صرف ف ۲۴ میں بیان ہوا ہے بلکہ ف ۳۷ الف اور ف ۳۸ میں بھی دہرایا گیا ہے اور غالباً ف ۴۵ ب کی مبہم عبارت کا بھی یہی منشا ہے کہ (علی کل اناس حصتھم من جانبھم الذی قبلھم) جس کو ابو عبید نے "حصتھم من النفقة" لکھا ہے۔ اس تکرار کی وجہ غالباً یہی تھی کہ مالی معاملات میں یہودی بہت بدنام تھے۔ ان کی بدمعاملگی کو

"منهم من ان تامنه بدينار	ان میں ایسے بھی ہیں کہ اگر تو ان
لا يؤدّه اليك الا مادمت	کے پاس ایک پائی بھی امانت رکھے
عليه قائماً ذلك بانهم	تو وہ تجھے واپس نہ دیں، بجز اس کے
قالوا ليس علينا في الامّيّن	کہ تو ان کے سر پر مسلسل کھڑا ہے، یہ
سبيلٌ"	اس لئے کہ وہ اس کے قائل ہیں کہ:

غیر یہودیوں کو ہم (یہودیوں) کے خلاف کوئی راستہ (اور چارہ) نہیں۔ (قرآن ۳/۷۵)

وغیرہ آیاتِ قرآنی میں بھی طشت از بام کیا گیا ہے۔ جب مصارف برداشت کرنے کی ذمہ داری بھی تو ظاہر ہے کہ انھیں مالِ غنیمت کو پانے کا بھی حق حاصل تھا جیسا کہ ابو عبید نے اپنی شرح میں صراحت بھی کی ہے۔ یہودیوں نے بھی آنحضرتؐ کے سیاسی اقتدار کو مان لیا تھا۔ اور ہر اختلاف میں آنحضرت کے فیصلے کو آخری تسلیم کر لیا تھا، جیسا کہ ف۴۲ میں نہایت صراحت سے قرار دیا گیا ہے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ف۲۵ میں "یہودی اپنے مذہب پر اور مسلمان اپنے مذہب پر" کہہ کر دینی آزادی اور رواداری کا اعلان کرنے کے باوجود ف۴۲ میں ابنِ اسحاق کی روایت میں "محمد رسول اللہ" اور ابو عبید کی روایت میں "محمد النبیؐ" کے الفاظ برتے گئے ہیں، اور ف۴۲ میں ابن اسحٰق کے ہاں "محمد رسول اللہ" کا کلمہ مکرر آیا ہے۔ گو ابو عبید کی روایت میں یہ جملہ حذف کر دیا گیا ہے۔ اس کے معنے غالباً یہ تو نہیں ہوں گے کہ ان یہود نے آنحضرتؐ کی رسالت یا نبوت مان لی بلکہ ان تاریخی کتابوں کے کسی باادب کاتب نے یہ لفظ بڑھائے ہوں گے (کیونکہ ابن اسحاق کے ہاں دونوں جگہ آخر میں صلی اللہ علیہ وسلم بھی لکھا ہے

ؔ روض الانف للسہیلی ج ۲ ص ۱۷۔ کتاب الاموال لابی عبید ف۵۱۷۔

جو خود آنحضرتؐ کا اپنے متعلق لکھنا قرین قیاس نہیں ہے) یا یہ کہا جا سکتا ہے کہ "نبی" یا "رسول اللہ" کا لفظ آنحضرتؐ نے خود لکھا تھا، اور یہودیوں نے اپنی خطرناک سیاسی و جنگی حالت کے مدنظر اس پر اعتراض کی جرائت نہ کی۔ "صلی اللہ علیہ وسلم" کے استعمال کے متعلق سیرۃ ابن ہشام ص۹۹۲ سطر ۳ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ خطبے وغیرہ میں آنحضرتؐ اس کا بطور دعا خود بھی اپنے متعلق استعمال فرمایا کرتے تھے۔ اس ذیلی بحث کے قطع نظر اس دستاویز میں دس یہودی قبائل کا فرداً فرداً اور نام بنام ذکر کیا گیا اور ان کے حقوق کی مساوات تسلیم کی گئی۔ اس کا منشا بظاہر یہ ہے کہ یہودیوں نے ایک جماعت بن کر اس وفاقی شہری مملکتِ مدینہ میں شرکت نہیں کی بلکہ ہر قبیلہ ایک علیحدہ وحدت کی حیثیت سے داخل ہوا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ اگر مسلمانوں نے چند یہودی قبائل سے جنگ کی یا انھیں مدینے کی سرزمین سے نکل جانے کا حکم دیا تو نہ صرف باقی قبائل خاموش رہے بلکہ بعض مواقع پر انھوں نے مسلمانوں کی جنگی مدد بھی کی۔ اور اس جنگ کے باوجود یہ معاہدہ یا دستور دیگر یہودی قبائل کی حد تک باقی رہا، منسوخ نہیں سمجھا گیا۔ یہودیوں کو مسلمان رعایا کے ساتھ سیاسی و تمدنی حقوق میں صراحت سے مساوات دی گئی۔ (ف ۲۵)۔

اور یہودیوں سے معاہداتی رشتہ داروں کو جنھیں موالی، بطن اور بطانہ کا نام دیا گیا ہے، حقوق اور ذمہ داریوں میں عام اور اصلی یہود کے برابر مان لیا گیا ہے (ف ۳۲ ف ۳۴ ف ۴۵ ف ۴۶)۔ البتہ پناہ گزیں بلا اجازتِ پناہ دہندہ کسی اور کو پناہ نہیں دے سکتا (ف ۴۱) نہ یہودیوں سے اصل میں ایک جنگی حلیفی کی گئی تھی، چنانچہ ف ۳۷ ف ۴۴ اور ف ۴۵ میں صراحت سے قرار دیا گیا ہے کہ وہ ان سب سے لڑیں گے جن سے مسلمان لڑیں اور ان سب سے صلح کریں گے جن سے

Marfat.com

مسلمان صلح کریں اور مدینے کی مدافعت میں مشترکہ حصہ لیں گے اور مسلمانوں پر کوئی حملہ آور ہو تو یہودی مسلمانوں کو مدد دیں گے۔ اور یہود پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمان یہودیوں کو مدد دیں گے، البتہ دینی جنگوں میں جو مسلمان اختیار کریں، یہودیوں کو ہاتھ بٹانے کی ذمہ داری نہ ہوگی (ف۴۵)۔

نیز مسلمان کے ساتھ فوج میں ان کی شرکت آنحضرتؐ کی اجازت پر منحصر رکھی گئی (ف۳۶ الف)۔

اس دفعے کی عبارت کسی قدر مبہم ہے۔ اور یہ معنے بھی نکلتے ہیں کہ یہودی آنحضرتؐ کی اجازت کے بغیر خود بھی مستقلاً کسی سے جنگ نہیں کر سکتے۔ اگر یہ واقعہ ہے تو آنحضرت کے سیاسی اقتدار کی مزید وسعت ظاہر ہوتی ہے۔ اس اہم قرارداد سے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ مکّے کے قریش متاثر ہوئے ہوں گے، جو مسلمانوں کے خلاف مدد دے سکنے والے ایک اہم حلیف یعنی یہودیوں کی اعانت سے محروم کر دیئے گئے جیسا کہ ف۴۳ میں قرار دیا گیا ہے کہ یہودی قریش اور قریش کے مددگاروں کو کوئی پناہ نہیں دیں گے، گو بدقسمتی سے عمل اس پر نہ ہوا اور یہودی سردار برابر قریش سے سازش کرتے رہے اور جنگ بدر کی شکست کے بعد اس کا جو سلسلہ شروع ہوا تو بنو قریظہ کی بلا شرط اطاعت تک برابر جاری[1] رہا۔ بہرحال صلح و جنگ کو وفاق کا بلا شرط ایک مرکزی مسئلہ قرار دے دیا گیا، اور جنگ کی کمان آنحضرتؐ کو حاصل ہوگئی جو آنحضرتؐ کی زبردست سیاسی کامیابی تھی۔

---

[1] البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۴ ص ۶۔ ابن ہشام ص ۶۸۱۔ نیز:-

TORREY, JEWISH FOUNDATION OF ISLAM

Marfat.com

۱۱۵۔ سماجی اور اندرونی مسائل میں آنحضرتؐ نے کوئی مداخلت نہیں کی اور فدیہ، دیت اور جوار یا پناہ دہی اور معاہداتی رکنیتِ قبیلہ کے ادارات اور رواجات کو برقرار رکھا گیا (ف۲۵ ف۳۱ ف۴۰)۔ اس فرزانہ سیاست کا نتیجہ یہ نکلا کہ کسی کو ہچکچاہٹ اور گھبراہٹ نہیں ہوئی۔ اور یہودیوں نے خوشی سے اس کو منظور کرلیا کہ آنحضرتؐ اُن کی بھی آخری عدالتِ مرافعہ کے فرائض انجام دیں۔(ف۴۲)۔

نظائر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کے مقدمات میں آنحضرتؐ اُن کے شخصی قانون ہی کے مطابق فیصلے فرمایا کرتے تھے۔ جنگ وصلح کی طرح یہودیوں کی عدل گستری کو بھی (ف۳۶ ب) میں صراحت کے ساتھ مرکزی مسئلہ قرار دیا گیا۔ اور انصاف میں رشتہ داری وغیرہ کے باعث دخل دہی کی قطعی ممانعت کی گئی اور قدیم زمانے کے انتقامات اور انتقام کے انتقامات کا لامتناہی سلسلہ یک لخت روک دیا گیا۔ آنحضرتؐ کا یہودیوں پر عدالتی اقتدار اعلیٰ بھی مسلمانوں کے لئے بڑی سیاسی فتح تھی۔ یہودیوں نے نہ صرف آنحضرتؐ کو اپنا مقتدر اعلیٰ تسلیم کرلیا بلکہ شہر مدینہ و مضافات (جوف) کو ایک حَرَم بھی تسلیم کیا ف۳۹ ۔ مکہ ایک حرم تھا۔ شہر طائف کی حرمت کو ۹ھ کے معاہدۂ طائف میں بھی تسلیم اور برقرار رکھا گیا۔ (دیکھئے کتاب الاموال لابی عبید ف۵۰۶)۔

یہودیوں سے ایک نیم عرب شہر کو حَرَم مقدس منوا لینا بھی آنحضرت صلعم کا ایک سیاسی کارنامہ تھا۔ اور اس طرح ایک چھوٹی سی بستی کو، جو بیس ایک محلوں پر مشتمل تھی شہری مملکت کی صورت میں منظم کیا گیا، اور اس کی قلیل لیکن بوقلموں وکثیر الاجناس آبادی کو ایک لچکدار اور قابلِ عمل دستور کے تحت ایک مرکز پر متحد کیا گیا، اور اُن کے تعاون سے شہر مدینہ میں ایک ایسا سیاسی نظام قائم کرکے چلایا گیا کہ وہ بعد میں ایشیا، یورپ اور افریقہ کے تین براعظموں

Marfat.com

پر پھیلی ہوئی ایک وسیع اور زبردست شہنشاہت کا بلا کسی وقت کے صدر مقام بھی بن گیا۔ یورپ کے لفظ پر آپ حیران نہ ہوں، عہدِ بنی امیہ سے بہت پہلے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ۲۷ھ میں مسلمانوں کی فوجیں اندلس میں داخل ہو گئیں اور مزید کمک نہ ملنے کے باوجود وہیں مقیم اور ملک کے ایک حصے پر قابض رہیں۔ تا آں کہ بہت دنوں کے بعد ۹۲ھ میں طارق آتا ہے اور اندلس کی فتح کو مکمل کرتا ہے۔ عہدِ عثمانی کی اس مہم کا ذکر طبریؒ اور گبنؒ نے بھی کیا ہے، اور سب جانتے ہیں کہ عہدِ عثمانی تک مدینہ ہی مرکزِ خلافت تھا۔

۱۱۶۔ اس دستاویز میں ایک جگہ لفظِ "دین" بھی برتا گیا ہے۔ اس لفظ میں بیک وقت مذہب اور حکومت دونوں کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اور یہ ایک ایسا اہم امر ہے کہ اس کو پیشِ نظر رکھے بغیر مذہبِ اسلام اور سیاساتِ اسلام کو اچھی طرح نہیں سمجھا جا سکتا۔

۱۱۷۔ یہاں اس دستور کے متن کا ترجمہ بے محل نہ ہو گا۔

۱۱۸۔ اصل متن دستور کے ماخذ

۱۔ سیرۃ ابن ہشام (طبع یوروپ) ص ۳۴۱ تا ۳۴۴۔

۲۔ سیرۃ ابنِ اسحاق (ترجمہ فارسی، مخطوطہ پاریس) ورق ۱۰۱۔

لے تاریخ طبری ص ۲۸۱۷۔

لے Decline and Fall of the Roman Empire, V,P. 555

اس موضوع پر میرا ایک عربی مضمون بھی جامعہ استانبول کے ادارۂ تحقیقات اسلامیہ کے رسالے میں ۱۹۵۷ء میں چھپا ہے۔

۳۔ کتاب الاموال مؤلفہ ابو عبید قاسم بن سلام (طبع مصر) فقرہ ۵۱۷۔
۴۔ البدایہ والنہایہ مؤلفہ ابن کثیر۔ ج ۳ ص ۲۲۴ تا ۲۲۶۔
۵۔ ابن ابی خیثمہ (بحوالہ سیرۃ ابن سید الناس)۔

۱۱۹۔ متن کے اقتباسات کے ماخذ

۱۔ سنن ابی داؤد۔ کتاب ۱۹۔ باب ۲۱۔
۲۔ مسند احمد بن حنبل۔ ج ۱ ص ۲۷۱۔ ج ۲ ص ۲۰۴، ج ۳ ص ۲۴۲۔
۳۔ تاریخ الطبری (طبع یوروپ سلسلہ اوّل) ص ۱۲۶۲، ۱۳۵۹۔
۴۔ لغت لسان العرب مؤلفہ ابن منظور تحت مادہ ہائے "بدر، وسع، عقب، عقل، فرح، دتغ"
۵۔ طبقات ابن سعد، ج ۱، قسم دوم ص ۱۷۲، وغیرہ وغیرہ۔

۱۲۰۔ اس موضوع پر یورپی زبانوں کے مضامین

1. Wellhausen, Gemeindeordnung von Medina, (in Skizzen und Vorarbeiten, Vol. 4, Nr. 2)
2. Caetani, Annali dell' Islam, anno 1$43
3. Wensinck, Mohammad on de Jodan te Medina, pp. 78 et Sqq.
4. Buhl, Das Laben Mohammeds, pp 210-212.
5. Sprenger, Das Laben und die Lehre des Mohammed Vol. 3, pp 15-18

Marfat.com

6. Grimne, Mohammed, pp. 75-81

7. Mueller, Der Islam in Morgen- und Abendland, VOL I PP 15-18

8. Majid Khadduri, The Law of War and Peace in Islam, p. 84-87

9. Hamidullah, "Administration of Justice in Early Islam," Islamic Culture, quarterly, Hyderabad Deccan. Vol. XI pp. 163-72. 3RD. EDN LAHORE 1975.

10. Do., La Diplomatic Musulmane, in loco.

11 LEVY, MUSLIM SOCIOLOGY, in loco.

مزید تفصیلات کے لئے میری الوثائق السیاسیہ طبع بیروت میں وثیقہ ۱ بھی دیکھا جائے، جہاں اختلافاتِ روایت بھی مذکور ہیں اور سارے معلوم حوالے بھی۔ نیز علی بن حسین علی الاحمدی کی عربی کتاب مکاتیب الرسول (طبع قم، ایران)

---

۱۲۱ - ترجمۂ دستورِ مملکتِ مدینہ بعہدِ نبوی

(کوشش کی گئی ہے کہ ترجمہ واضح ہو اور سمجھنے کے لئے کسی حاشیے کی ضرورت نہ رہے۔ اور فقرات پر نمبر بھی لگا دیئے گئے ہیں تاکہ حوالے میں سہولت رہے۔ یہ نمبر چونکہ معین ہو چکے ہیں اور جرمنی، ہالینڈ، اٹلی وغیرہ ہر جگہ ایک ہی ہیں۔ اس لئے جہاں مجھے اختلاف کرنا پڑا

وہاں الف، ب کرکے ذیلی تقسیم کی گئی ہے اور بین الاقوامی نمبروں کو باقی رکھا گیا ہے)۔

بہت رحم کرنے والے، سراپا رحم خدا کے نام سے!

ف ۱۔ یہ ایک حکمنامہ ہے نبی اور اللہ کے رسول محمدؐ کا قریش اور اہلِ یثرب میں سے ایمان اور اسلام لانے والوں اور اُن لوگوں کے مابین جو اُن کے تابع ہوں اور ان کے ساتھ شامل ہو جائیں اور اُن کے ہمراہ جنگ میں حصّہ لیں۔

ف ۲۔ تمام (دُنیا کے) لوگوں کے بالمقابل ان کی ایک علیحدہ سیاسی وحدت (امّت) ہوگی۔

ف ۳۔ قریش سے ہجرت کرکے آنے والے اپنے محلّے پر (ذمّہ دار) ہوں گے۔ اور اپنے خونبہا باہم مل کر دیا کریں گے، اور اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے تاکہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

ف ۴۔ اور بنی عوف اپنے محلّے پر (ذمّہ دار) ہوں گے۔ اور حسبِ سابق اپنے خونبہا باہم مل کر دیا کریں گے۔ اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا تاکہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

ف ۵۔ اور بنی الحارث بن خزرج اپنے محلّے پر (ذمّہ دار) ہوں گے۔ اور حسبِ سابق اپنے خونبہا باہم مِل کر دیا کریں گے۔ اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا تاکہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

ف ۶۔ اور بنی ساعدہ اپنے محلّے پر (ذمّہ دار) ہوں گے۔ اور حسبِ سابق اپنے خونبہا باہم مل کر دیا کریں گے۔ اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ

دے کر چھڑائے گا تاکہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

ف۹۔ اور بنی عمرو بن عوف اپنے محلّے پر (ذمّہ دار) ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خونبہا باہم مل کر دیا کریں گے۔ اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا تاکہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

ف۱۰۔ اور بنی النبیت اپنے محلّے پر (ذمّہ دار) ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خونبہا باہم مل کر دیا کریں گے۔ اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھُڑائے گا تاکہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

ف۱۱۔ اور بنی الاوس اپنے محلّے پر (ذمّہ دار) ہوں گے اور حسبِ سابق اپنے خونبہا باہم مل کر دیا کریں گے۔ اور ہر گروہ اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا تاکہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

ف۱۲ الف۔ اور ایمان والے کسی قرض کے بوجھ سے دبے ہوئے کو مدد دیئے بغیر چھوڑ نہ دیں گے تاکہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

ف۱۲ ب۔ اور یہ کہ کوئی مومن کسی دوسرے مومن کے مولا (معاہداتی بھائی) سے خود معاہدۂ برادری نہیں پیدا کرے گا۔

ف۱۳۔ اور متقی ایمان والوں کے ہاتھ ہر اس شخص کے خلاف اٹھیں گے جو ان میں سرکشی کرے یا استحصال بالجبر کرنا چاہے یا گناہ یا تعدی کا ارتکاب کرے، یا ایمان والوں میں فساد پھیلانا چاہے اور ان کے ہاتھ سب مل کر

Marfat.com

ایسے شخص کے خلاف اٹھیں گے، خواہ وُہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

ف۱۴۔ اور کوئی ایمان والا کسی ایمان والے کو کسی کافر کے بدلے قتل نہ کرے گا، اور نہ کسی کافر کی کسی ایمان والے کے خلاف مدد کرے گا۔

ف۱۵۔ اور خدا کا ذمّہ ایک ہی ہے۔ ان (مسلمانوں میں) کا ادنیٰ ترین فرد بھی کسی کو پناہ دے کر سب پر پابندی عائد کر سکے گا۔ اور ایمان والے باہم بھائی بھائی ہیں (ساری دنیا کے) لوگوں کے مقابل۔

ف۱۶۔ اور یہ کہ یہودیوں میں سے جو ہماری اتباع کرے گا تو اُسے مدد اور مساوات حاصل ہوگی۔ نہ اُن پر ظلم کیا جائے گا اور نہ اُن کے خلاف کسی کو مدد دی جائے گی۔

ف۱۷۔ اور ایمان والوں کی صلح ایک ہی ہوگی۔ اللہ کی راہ میں لڑائی ہو تو کوئی ایمان والا کسی دوسرے ایمان والے کو چھوڑ کر (دشمن سے) صلح نہیں کرے گا، جب تک کہ (یہ صلح) ان سب کے لئے برابر اور یکساں نہ ہو۔

ف۱۸۔ اور ان تمام ٹکڑیوں کو جو ہمارے ہمراہ جنگ کریں باہم نوبت بہ نوبت چھٹی دلائی جائے گی۔

ف۱۹۔ اور ایمان والے باہم اس چیز کا انتقام لیں گے جو خدائی راہ میں ان کے خون کو پہنچے۔

ف۲۰، الف۔ اور بے شبہ متقی ایمان والے سب سے اچھے اور سب سے سیدھے راستے پر ہیں۔

ف۲۰، ب۔ اور یہ کہ کوئی مشرک (غیر مسلم رعیّت) قریش کی جان اور مال کو کوئی پناہ نہ دے گا اور نہ اس سلسلے میں کسی مومن کے آڑے آئے گا۔

Marfat.com

۲۱۔ اور جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کرے اور ثبوت پیش ہو تو اس سے قصاص لیا جائے گا، بجز اس کے کہ مقتول کا ولی خونبہا پر راضی ہو جائے۔ اور تمام ایمان والے اس کی تعمیل کے لئے اٹھیں گے، اور اس کے سوائے انھیں کوئی اور چیز جائز نہ ہوگی۔

۲۲۔ اور کسی ایسے ایمان والے کے لئے جو اس دستور العمل (صحیفہ) کے مندرجات (کی تعمیل) کا اقرار کر چکا اور خدا اور یوم آخرت پر ایمان لا چکا ہو، یہ بات جائز نہ ہوگی کہ کسی قاتل کو مدد یا پناہ دے۔ اور جو اسے مدد یا پناہ دے گا تو قیامت کے دن اس پر خدا کی لعنت اور غضب نازل ہوں گے اور اس سے کوئی رقم یا معاوضہ قبول نہ ہوگا۔

۲۳۔ اور یہ کہ جب کبھی تم میں کسی چیز کے متعلق اختلاف ہو تو اسے خدا اور محمد سے رجوع کیا جائے گا۔

۲۴۔ اور یہودی اس وقت تک مومنین کے ساتھ اخراجات برداشت کرتے رہیں گے جب تک وہ مل کر جنگ کرتے رہیں۔

۲۵۔ اور بنی عوف کے یہودی، مومنین کے ساتھ، ایک سیاسی وحدت (یا امت) تسلیم کئے جاتے ہیں۔ یہودیوں کو اُن کا دین اور مسلمانوں کو اُن کا دین۔ موالی ہوں کہ اصل۔ ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اُس کی ذات یا گھرانے کے سوائے کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔

۲۶۔ اور بنی النجار کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔

۲۷۔ اور بنی الحارث کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔

Marfat.com

ف۲۸ - اور بنی ساعدہ کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔

ف۲۹ - اور بنی جشم کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔

ف۳۰ - اور بنی الاوس کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔

ف۳۱ - اور بنی ثعلبہ کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔ ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو خود اس کی ذات یا گھرانے کے سوائے کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔

ف۳۲ - اور جفنہ کو بھی جو (قبیلہ) ثعلبہ کی ایک شاخ ہے، وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو۔

ف۳۳ - اور بنی الشطیبہ کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔ اور وفا شعاری ہو نہ کہ عہد شکنی۔

ف۳۴ - اور ثعلبہ کے موالی کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو۔

ف۳۵ - اور یہودیوں (کے قبائل) کی ذیلی شاخوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو۔

ف۳۶، الف - اور یہ کہ ان میں سے کوئی بھی محمدؐ کی اجازت کے بغیر (فوجی کارروائی کے لیے) نہیں نکلے گا۔

ف۳۶، ب - اور کسی مار، زخم کا بدلہ لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی اور جو خونریزی کرے تو اس کی ذات اور اس کا گھرانہ ذمہ دار ہوگا ورنہ ظلم ہوگا۔ اور خدا اس کے ساتھ ہے جو اس (دستور العمل) کی زیادہ سے زیادہ وفاشعارانہ

Marfat.com

تعمیل کرے۔

ف ۳۷، الف۔ اور یہودیوں پر ان کے خرچے کا بار ہوگا، اور مسلمانوں پر اُن کے خرچے کا۔

ف ۳۷، ب۔ اور جو کوئی اس دستور والوں سے جنگ کرے تو ان (یہودیوں اور مسلمانوں) میں باہم امداد عمل میں آئے گی۔ اور اُن میں باہم حُسنِ مشورہ اور بہی خواہی ہوگی، اور وفا شعاری ہوگی نہ کہ عہد شکنی۔

ف ۳۸۔ اور یہودی اس وقت تک مومنین کے ساتھ اخراجات برداشت کرتے رہیں گے جب تک کہ وہ مل کر جنگ کرتے رہیں۔

ف ۳۹۔ اور یثرب کا جَوف (یعنی میدان جو پہاڑوں سے گھرا ہوا ہو) اس دستور والوں کے لیئے ایک حَرَم (اور مقدس مقام) ہوگا۔

ف ۴۰۔ پناہ گزیں سے وہی برتاؤ ہوگا جو اصل (پناہ دہندہ) کے ساتھ۔ نہ اس کو ضرر پہنچایا جائے اور نہ خود وہ عہد شکنی کرے گا۔

ف ۴۱۔ اور کسی پناہ گاہ میں وہاں والوں کی اجازت کے بغیر کسی کو پناہ نہیں دی جائیگی (یعنی پناہ دینے کا حق پناہ گزین کو نہیں)۔

ف ۴۲۔ اور یہ کہ اس دستور والوں میں جو کوئی قتل یا جھگڑا رونما ہو جس سے فساد کا ڈر ہو تو اسے خدا اور خدا کے رسول محمدؐ سے (جن پر خدا کی توجہ اور سلامتی ہو) رجوع کیا جائے گا۔ اور خدا اس شخص کے ساتھ ہے جو اس دستور کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ احتیاط اور زیادہ سے زیادہ وفا شعاری کے ساتھ تعمیل کرے۔

ف ۴۳۔ اور قریش کو کوئی پناہ نہیں دی جائے گی اور نہ اُس کو جو انھیں مدد دے۔

ف ۴۴۔ اور ان (یہودیوں اور مسلمانوں) میں باہم مدد دہی ہوگی، اگر کوئی یثرب

Marfat.com

پر ٹوٹ پڑے۔

ف۴۵، الف۔ اور اگر ان کو کسی صلح میں مدعو کیا جائے تو وہ بھی صلح کریں گے اور اس میں شریک رہیں گے۔ اور اگر وہ کسی ایسے ہی امر کے لیے بلائیں تو مومنین کا بھی فریضہ ہوگا کہ ان کے ساتھ ایسا ہی کریں، بجز اس کے کہ کوئی دینی جنگ کرے۔

ف۴۵، ب۔ ہر گروہ کے حصے میں اسی رُخ کی (مدافعت) آئے گی جو اس کے بالمقابل ہو۔

ف۴۶۔ اور (قبیلہ) الاوس کے یہودیوں کو، موالی ہوں کہ اصل، وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس دستور والوں کو۔ اور وہ بھی اس دستور والوں کے ساتھ خالص وفا شعاری کا برتاؤ کریں گے۔ اور وفا شعاری ہوگی نہ کہ عہد شکنی۔ جو جیسا کرے گا ویسا خود ہی بھرے گا۔ اور خدا اس کے ساتھ ہے جو اس دستور کی مندرجات کی زیادہ سے زیادہ صداقت اور زیادہ سے زیادہ وفا شعاری کے ساتھ تعمیل کرے۔

ف۴۷۔ اور یہ حکم نامہ کسی ظالم یا عہد شکن کے آڑے نہ آئے گا۔ اور جو جنگ کو نکلے تو بھی امن کا مستحق ہوگا۔ اور جو مدینے میں بیٹھ رہے تو بھی امن کا مستحق ہوگا، ورنہ ظلم اور عہد شکنی ہوگی۔ اور خدا بھی اس کا نگہبان ہے جو وفا شعاری اور احتیاط (سے تعمیلِ عہد) کرے۔ اور اللہ کا رسول محمدؐ بھی جن پر خدا کی توجہ اور سلامتی ہو۔

(مجلۂ طیلسانیین حیدرآباد دکن)
جولائی ۱۹۳۹ء

قرآنی تصوّرِ مملکت

۱۲۲۔ جزیرہ نمائے عرب اسلام سے پہلے کبھی ایک اقتدار کے تحت متحد نہیں ہو سکا تھا، اور یہ ایک انوکھا اور عجیب و غریب واقعہ تھا کہ پورے ملک نے حضرت محمد صلعم کو متحدہ طور سے اپنا روحانی اور سیاسی سردار تسلیم کر لیا۔ جس ملک میں نراج کا دَور دَورہ ہو، وہاں دس ہی سال کی کوشش میں ایک مرکزیت اور نظام قائم کر دینا رسولِ کریم صلعم کا عظیم الشّان کارنامہ تھا۔ آنحضرت صلعم اپنے آپ کو آسمانی وحی کا تابع قرار دیتے تھے، جو وقتاً فوقتاً آتی تھی، اور جس کا مجموعہ اب قرآن کے نام سے دُنیا میں موجود و مشہور ہے۔ اگر کوئی شخص سیرت نبویہ کا قریب سے مطالعہ کرے، تو اُسے امّ المؤمنین حضرت عائشہؓ کے اس قول کی صحت کو باور کرنے میں ذرا بھی دشواری نہ ہوگی کہ قرآن رسولِ کریم صلعم کی زندگی کا آئینہ ہے، (کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰنَ)۔ اسی لئے یہ معلوم کرنا کہ آنحضرت صلعم کی شریعت میں مملکت کا تصوّر کیا ہے، بڑی آسانی کے ساتھ قرآن کو دیکھنے سے ممکن ہے۔ (حدیث کے مواد سے استفادہ طویل تر فرصت اور کثیر تر مطالعے کا متقاضی ہے)۔

۱۲۳۔ یہ چیز قابلِ ذکر ہے کہ قرآن مجید میں نہ صرف ازمنہ سابقہ کے پیغمبروں کے حالات بیان ہوئے ہیں، بلکہ اُن کی سیرتوں کو جو قرآن میں ہیں اب بھی ماخذِ قانون تسلیم کیا گیا ہے، بجز اس کے کہ صراحت سے قرآن اُسے یا اُس کے کسی جُزکو

Marfat.com

منسوخ قرار دے۔ دوسرے الفاظ میں انبیائے سابقہ کی سنت مسلمانوں پر اب بھی واجب التعمیل ہے، بجز اس کے کہ اس کے کسی معین جزء کے نسخ کا کوئی حکم قرآن مجید میں یا رسولِ کریم صلعم کے افعال و اقوال میں صراحت سے ملتا ہو۔ ایک آیت ملاحظہ ہو:

"اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ. (الآیۃ)

"یہی وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حکمت اور نبوت عطا کی۔ اگر کوئی لوگ اس کو نہ مانیں تو ہم یہ امانت ایسے لوگوں کے سپرد کریں گے۔ جو اس سے انکار نہ کریں یہی وہ لوگ[۱۵] ہیں جن کی خدا نے ہدایت کی ہے، اس لئے تو ان کی رہنمائی کی پیروی کر۔"

(قرآن $\frac{۶}{۸۹ \text{ تا } ۹۰}$ نیز دیکھئے $\frac{۴۲}{۱۳}$)

۱۲۴- امام بخاری اور ترمذی نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ جب کبھی کسی معاملے میں براہِ راست آسمانی وحی نہیں آتی، تو رسولِ کریم صلعم بجائے عام عربی رواجات کے اہلِ کتاب کے طریقوں کی پیروی فرمایا کرتے تھے۔

۱۲۵- یہ چیز سیاسی معاملات کی حد تک بھی اسی طرح صادق آسکتی ہے، جس حد تک معاشی و معاشرتی معاملات ہیں۔

۱۲۶- معاشرہ انسانی کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ "مملکت" کا قیام بڑے عرصے کے بعد ہو سکا۔ قرآن مجید میں واقعات کی جو ترتیب ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت آدمؑ پیدا ہوئے، جن کو خدا نے زمین پر نائب یا خلیفہ مقرر کیا۔ وہ نسلِ انسانی کے باپ تھے، اور بزرگ خاندان

---

۱۵ اس سے اوپر کی آیتوں میں (۱۸) پیغمبروں کے نام لئے گئے ہیں جن میں نوح، ابراہیم، اسمٰعیل، ہارون، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام شامل ہیں۔ اور انھیں کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔

Marfat.com

ہونے میں ان کا کوئی حریف نہیں ہو سکتا تھا۔ ان کی وفات کے بعد کئی نسلوں تک ان کی اولاد میں مختلف قسم کے اختلافات اور برائیاں کم یا زیادہ مقدار میں ساری رہیں، اسی لئے قرآن مجید کے مطابق پیغمبر بھیجے گئے، جو خدا اور عام انسانوں کے مابین واسطے کا کام دیتے تھے۔ وہ انسانوں کو یہ بتاتے تھے کہ ان کے خالق کی مشیت اور اس کا حکم کیا ہے، اور نیکی کی ترغیب دیتے اور برائی سے روکتے تھے۔ ان پیغمبروں نے خلوص کے ساتھ جو بے غرضانہ نصیحتیں کیں، اور ان کی باتوں کو کچھ لوگوں نے مانا بھی تو اس جماعت کی حیثیت کسی مملکت کی قرار دینی مشکل ہے۔

بظاہر قدیم ترین زمانے میں انبیاء علیہم السلام کی آمد کے باوجود سیاسی نظام اور اقتدار کی ضرورت نہیں پائی جاتی تھی۔ قرآن مجید میں بھی بارہا ذکر ہے کہ ایک قوم کی جگہ دوسری قوم کو سرفرازی عطا ہوئی۔ مگر ایک مملکت کو دوسری مملکت کی جگہ قائم کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ان قومی وحدتوں کے غیر سیاسی وجود کے باوجود ان لوگوں کی معاشی و سماجی سرگرمیوں کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے، لیکن ان چیزوں کا ذکر صرف اس طور سے ہوا ہے کہ لوگ ان کو خدا کی نعمتیں سمجھ کر یاد رکھیں اور خدا کی اطاعت کا فریضہ بجا لائیں۔

۱۲۷۔ بادشاہی کے ذکر کا آغاز قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کے زمانے سے ملنے لگتا ہے، جب کہ ایک شخص اپنے ملک کے تمام لوگوں کی جان و مال پر اپنا اقتدار چلاتا ہوا نظر آتا ہے۔ (دیکھئے قرآن مجید ۲/۲۵۸ نمرود کا قصہ)۔ حضرت یوسفؑ کے زمانے سے مملکت میں زیادہ ترقی نظر آتی ہے۔ چنانچہ ان کے زمانے کے حالات میں (دیکھئے قرآن مجید ۱۲/۱۳)۔ بادشاہوں اور وزیروں اور سرکاری قید خانوں کا بھی ذکر ملتا ہے، (سورۂ یوسف)۔

۱۲۸۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جو حالات قرآن مجید میں ہیں ان سے معلوم ہوتا

Marfat.com

ہے کہ بنی اسرائیل کے ان مقدس رہنما کی تمنا اور خواہش یہ تھی کہ ارضِ موعود میں ایک مملکت قائم کریں۔ مگر قوم نے اپنی نااہلی کے مظاہرے (اور عدم اطاعتِ احکامِ الٰہی) کے باعث ان کی مایوسی کا سامان کر دیا۔ آخر ان کی قوم کو چالیس سال تک انتظار کرنے کی ضرورت پیش آئی کہ ایک بالکل نئی نسل پیدا ہو، جس کی بچپن ہی سے ان کی نگرانی میں تعلیم و تربیت ہو، اور پھر اس نئی نسل کی مدد سے وہ ارضِ موعود کو فتح کریں۔ گو اسی اثنار میں حضرت موسیٰؑ نے وفات پائی اور ان کی چہل سالہ تربیتی اسکیم ان کے بعض فیض یافتوں نے مکمل کی۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں جو فرعونِ مصر تھا، وہ قرآنی تذکرے کے مطابق ایک خاصا باقاعدہ حکمران تھا، جس کا ایک وزیر تھا، اور جس کے مشورے کے لئے معمرین اور اہل الرائے لوگوں کی ایک مجلس بھی پائی جاتی تھی۔ اس مجلس کے اجلاسوں کی جو رُوداد قرآن مجید ($\frac{۷}{۱۱۱}$ اور $\frac{۲۶}{۳۶}$) میں ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وُہ بے سوچے سمجھے اور عاجلانہ فیصلے نہیں کیا کرتی تھی بلکہ اس کے مشورے مناسب اور قابلِ عمل ہی ہوتے تھے۔ مثال کے طور پر حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ سے اُن کی جدت طرازیوں کے باعث کیا برتاؤ کرنا چاہیئے؟ جب فرعون نے یہ سوال پیش کیا تو مجلس شوریٰ نے نرمی اور اعتدال کا مشورہ دیا تھا۔ اس زمانے میں عوام الناس تک ایک حد تک سیاسی شعور رکھتے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ (قرآن مجید $\frac{۲۸}{۱۹}$) جب ایک شخص نے حضرت موسیٰؑ کو ان کی سخت گیری کے باعث ملامت کرنی چاہی، تو اس نے یہ الفاظ کہے تھے کہ

اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِى الْاَرْضِ ؕ	تُو تو زمین میں ایک جبار بن جانا چاہتا ہے، اور اصلاح و فلاح کا کام کرنیوالوں میں سے نہیں ہونا چاہتا۔
(قرآن مجید $\frac{۲۸}{۱۹}$)	

Marfat.com

۱۲۹۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں مجلس دوگانہ یا مرکب بادشاہت کا بھی پتہ چلتا ہے جو بنی اسرائیل میں کارفرما رہی۔

۱۳۰۔ طالوت یعنی بادشاہ ساؤل کا قصّہ قرآن مجید میں ایک خصوصی دلچسپی کا حامل ہے۔ بنی اسرائیل کو اُن کے دشمن نے شکست دے کر اُن کے گھروں سے جلا وطن کر دیا تھا۔ انتقام کی خواہش نے انھیں اس بات پر آمادہ کیا کہ اپنے پیغمبر سے یہ خواہش کریں کہ اُن پر ایک بادشاہ نامزد کیا جائے جو اُن کو ساتھ لے کر دشمنوں سے لڑ سکے۔

"اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ
وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝"

"یاد کرو جب موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے کہا کہ ہم پر ایک بادشاہ کو مامور کر تاکہ ہم اللہ کی راہ میں لڑ سکیں، اُس نبی نے کہا اگر تم لڑنا فرض ہونے کے بعد لڑنے سے انکار کرو تو؟ انھوں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں، جب کہ ہمیں ہمارے گھروں سے اور ہمارے بچوں سے نکال باہر کر دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود جب لڑنا اُن پر فرض کیا گیا تو انھوں نے روگردانی کی، بجز چند لوگوں کے، اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔"

"اُن کے پیغمبر نے اُن سے کہا، دیکھو اللہ نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔ انھوں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ہمارا بادشاہ بنے؟ ہم اُس سے زیادہ بادشاہت کے مستحق ہیں، کیونکہ وہ مالدار نہیں ہے۔ اس (نبی) نے کہا، اللہ نے اسی کو تم پر فوقیت

---

۵۱ قرآن مجید ۲۰:۳۲ چنانچہ خود حضرت موسیٰؑ نے اپنے بھائی کے متعلق خدا سے دُعا کی تھی کہ وَاَشْرِكْهُ فِیْٓ اَمْرِیْ (اس کو میری امیری میں شریک بنا)۔

دی ہے، اور علم و جسم میں اس کو وافر حصّہ دیا ہے۔ اللہ اپنا ملک جس کو چاہتا ہے، دیتا ہے۔ اللہ ہر چیز کو گھیرے ہوتے ہے اور ہر چیز کو جانتا ہے۔"

(قرآن مجید ۲/۲۴۶ تا ۲۴۷)

۱۳۱۔ علاوہ اور اہمیتوں کے اس اقتباس میں یہ بتایا گیا ہے کہ مال و دولت یا حسب ونسب نہیں بلکہ علم و جسم یعنی سیاست دانی اور بہادری بادشاہت کی اوّلین ضرورتیں ہیں۔ اس اقتباس سے یہ اہم چیز بھی معلوم ہوتی ہے کہ اس زمانے میں یہودیوں نے مذہب اور سیاست کو الگ چیزیں ہونا تسلیم کر لیا تھا، اور نبی کے علاوہ اور نبی کی موجودگی کے باوجود بادشاہ کی ضرورت سمجھی گئی تھی۔ بادشاہ فرائض نبوّت بجا نہیں لا سکتا تھا۔ اور نہ نبی فرائض بادشاہت، البتہ یہ چیز قابلِ ذکر ہے کہ طالوت یعنی بادشاہ ساؤل کے فوری جانشین حضرت داؤدؑ اور اُن کے بعد اُن کے بیٹے حضرت سلیمانؑ دونوں بادشاہت اور نبوّت ہر دو حیثیتوں کے حامل بنے۔ اُن کا کچھ تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱۳۲۔ حضرت داؤد کا قرآنی تذکرہ بے حد اہم ہے، کیونکہ اس میں فرائض بادشاہت کا (جن میں عدل گستری سب سے اہم ہے)، ذکر کیا گیا ہے:-

(ا) وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ۔

"اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا، پھر خدا نے اس کو بادشاہت اور حکمت عطا کی۔" (قرآن مجید ۲/۲۵۱)

(ب) وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ۔

"ہم نے اس کی حکومت کو مضبوط بنا دیا اور اس کو حکمت اور فیصلہ کرنے والی زبان عطا کی۔" (قرآن مجید ۳۸/۲۰)

(ج) يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ

Marfat.com

بِالْحَقِّ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝

"اے داؤد! بے شک ہم نے تجھ کو زمین پر ایک نائب مقرر کیا ہے۔ اس لئے لوگوں میں حق کے ساتھ فیصلے کیا کر۔ اور خواہشات کی پیروی نہ کر، ورنہ وہ تجھے خدا کی راہ سے بھٹکا دیں گے۔ اور جو کوئی خدا کی راہ سے بھٹکے تو اُس کا انجام بُرا ہوتا ہے، کیونکہ قیامت کے حساب و کتاب کو اُس نے بھلا دیا ہے۔" (قرآن مجید ۲۶/۳۸)

۱۳۳۔ حضرت سلیمانؑ کے سلسلے میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ "اور سلیمانؑ، داؤدؑ کا وارث بنا۔" اگرچہ بیٹا اپنے باپ کا جانشین ہوا تھا، لیکن اس قرآنی تذکرے کا منشا یہ بالکل نہیں معلوم ہوتا کہ بیٹا بطورِ حق کے بادشاہ بنا ہو، بلکہ یہ محض خدا کی عنایت تھی کہ باپ کی جگہ بیٹے کو بھی حکومت ملی، ورنہ اقتدار کا اصلی سرچشمہ خدا ہی کی مشیت ہے۔ وہ جسے چاہے نوازے، جیسا کہ دیگر آیتوں میں صراحت ہے:-

اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ۔ (الآیۃ)	"زمین اللہ کی ہے وہ اُسے اپنے بندوں میں سے جن کو چاہے دیتا ہے" (۷/۱۲۸)
اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا (الآیۃ)	"بیشک زمین کے وارث میرے صلاحیت رکھنے والے بندے ہی بنیں گے" (۲۱/۱۰۵)

وغیرہ۔

۱۳۴۔ حکمرانی کے کُل پُرزوں کی حرکت کا سب سے دلچسپ منظر قرآن مجید میں ملکہ سبا کے تذکرے میں ملتا ہے، چنانچہ:-

قَالَتْ یٰۤاَیُّھَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْۤ اَمْرِیْ مَا کُنْتُ قَاطِعَۃً

قرآن مجید ۲۷/۱۹۔

Marfat.com

اَمْرًا حَتّٰی تَشْھَدُوْنِ ...... وَھُمْ صٰغِرُوْنَ ○

"اُس (ملکہ) نے کہا اے سردارو! مجھے میرے اس معاملے میں مشورہ دو، میں تمھاری موجودگی کے بغیر کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی۔ انھوں نے کہا، ہم بڑے طاقتور اور بہادر لوگ ہیں۔ حکم دینا تیرا کام ہے، اس لیئے تو سوچ کر فیصلہ کر۔ اُس (ملکہ) نے کہا جب کبھی بادشاہ کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اُسے تباہ کر دیتے ہیں اور وہاں کے معززین کو ذلیل بنا دیتے ہیں۔ اور وہ ایسا ہی کریں گے۔ البتہ میں اُن (حضرت سلیمان کے ملک والوں) کو ایک تحفہ بھیجوں گی، اور دیکھوں گی کہ سفیر کیا واپس لاتے ہیں؛ چنانچہ جب سفیر سلیمان کے پاس پہنچے تو انھوں نے فرمایا کہ تم مجھے مال کے ذریعے سے کچھ مدد دینی چاہتے ہو، جب کہ وُہ چیز جو خدا نے مجھے دے رکھی ہے، وہ اس سے کہیں بہتر ہے، جو اس نے تمھیں دی ہے؛ تمھیں تو اپنے تحفے ہی پر ناز ہے۔ ان کے پاس واپس جاؤ۔ ہم بےشک اُن کے پاس ایسی فوجیں لے کر آئیں گے جن کا وہ مقابلہ نہیں کر سکیں گے، اور ہم ان کو وہاں سے ذلیل کر کے نکال دیں گے اور وُہ پست ہو جائیں گے۔" (قرآن مجید ۲۷/۳۲تا۳۷)

۱۳۵۔ ہر زمانے میں اس امر کی ضرورت تسلیم کی جاتی رہی ہے، کہ ملت کی رہنمائی کے لیئے ایک قوانین کا مجموعہ بھی موجود ہو۔ قرآن مجید میں اکثر اس کا ذکر آیا ہے، کہ پیغمبروں کو کتابیں یا صحیفے دیئے گئے۔ کتاب کے لفظی معنی حکم دینے کے بھی آتے ہیں۔ اور صحیفے سے مراد دستور العمل ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے سلسلے میں خاص طور سے اس کا ذکر ہُوا ہے کہ جُونہی وُہ فرعون کی سرزمین سے نکل کر باہر آگئے، تو خُدا نے حضرت موسیٰؑ کو احکام لکھی ہوئی تختیاں (الواح) عطا کیں، جن کی تعمیل بنی اسرائیل پر فرض قرار دی گئی۔ (قرآن ۷/۱۴۵)۔

۱۳۶۔ ظالم بادشاہوں کے ظالمانہ اور نامناسب افعال کی قرآن مجید میں بارہا

بُرائی کی گئی ہے۔ (دیکھئے قرآن مجید ۱۸/۸، ۲۸/۴ وغیرہ)۔

ایک چیز جو قرآنی تذکروں میں خاص طور سے قابلِ ذکر معلوم ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ مملکت سے زیادہ حکمرانِ مملکت کو نمایاں کیا گیا ہے۔ بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مملکت کا ذکر محض ضمناً آیا ہے، اور سیاسی وحدت میں بادشاہ کا ذکر ہی سب سے نمایاں ہے۔ کیونکہ قدیم زمانوں میں یہی صورتِ حال تھی۔

۱۳۷۔ **اسلامی مملکت:۔**

اب تک ہم نے اپنی تحقیقات کو زمانہ رقدیم کی مملکت تک محدود رکھا تھا۔ اس کے معنے یہ نہیں کہ آنحضرت صلعم نے جو اسلامی مملکت قائم کی تھی، اس کے لئے کوئی مخصوص احکام قرآن مجید میں نہیں دیئے گئے۔ ہمارے تذکرے کا منشاء یہ تھا کہ چونکہ انبیائے سلف کی سنّت بھی مسلمانوں کے لیئے واجب التعمیل قرار دی گئی ہے، اس لیئے اُن کے زمانے کے احکام کا مستند تذکرہ نہ صرف اسلامی مملکتی تصور کے لیئے ایک پس منظر کا کام دیتا ہے، بلکہ واقعتہً وہ احکام اسلامی قانونِ سیاسی و انتظامی کا جُز بن جاتے ہیں۔ وُہ احکام جو قرآن مجید میں نبی کریم صلعم کو خاص طور پر دیئے گئے ہیں، ان کا اب موضوع وار تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۳۸۔ سب سے پہلی یہ چیز ہے کہ اقتدارِ اعلیٰ کے ربّانی ماخذ کو کہیں بھی نظرانداز نہیں کیا گیا ہے، اور قیامت کے حساب وکتاب پر بار بار زور دیا گیا ہے تاکہ بادشاہ میں کسی دنیاوی ذمّہ داری کے نہ ہونے کے باعث استبداد نہ پیدا ہوجائے۔ اگرچہ قرآن مجید میں علاقے یا زمین کا ذکر بعض وقت حکمرانی کے ساتھ آیا ہے لیکن وہ بڑی حد تک ضمنی ہے، بنیادی نہیں۔ مثلاً:۔

(۱) قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ

Marfat.com

اَلْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۔۔۔۔ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○

کہہ: اے خدا، ملک کے مالک! تو ہی جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے، اور جس سے چاہتا ہے ملک واپس لے لیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے تو عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تو ہی ذلیل کرتا ہے۔ بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔" (قرآن مجید ۳/۲۶)

(ب) هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ (الآیۃ)

"وہی ہے جس نے تم کو زمین میں نائب مقرر کیا، اور تم میں سے چند کو دوسروں پر رتبوں میں فوقیت دی تاکہ تمھیں اس چیز کے ذریعے سے آزمائے جو اس نے تمھیں دی ہے۔" (قرآن مجید ۶/۱۶۶)

(ج) وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ○

"ہم نے تم کو زمین میں اقتدار عطا کیا اور تمھارے لئے وہاں روزی مہیا کی تاکہ تم شکرگزار ہو۔" (قرآن مجید ۷/۱۰)

۱۳۹۔ جامعہ روما کے پروفیسر نالینو کو یہ تسلیم کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں معلوم ہوتی کہ اسلامی حکمران کی تخت نشینی کے وقت جو بیعت لی جاتی ہے، وہ ایک طرح سے معاہدۂ معاشری کہلا سکتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ:-

"کسی شخص کو خلافت کا رتبہ عطا کرنا فقہاء کے نزدیک ایک معاہدہ ہوتا ہے جس کا ایک فریق وہ شخص ہوتا ہے جو اس عہدے کو قبول کرے اور دوسرا فریق جماعتِ اسلامی ہوتی ہے۔ یہ معاہدہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا، جب تک کہ بیعت یعنی اظہارِ وفاداری امت کے اصحابِ حل وعقد کی طرف سے نہ عمل میں

Marfat.com

آجائے[1]

۱۴۰۔ لہٰذا بیعت کے معنے خود ایک معاہدے کے ہوتے ہیں، اور اصطلاحاً اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وفاداری اور اطاعت کی ایک طرف سے پیشکش کی جائے اور دُوسرے فریق کی طرف سے اُسے قبول کیا جائے۔ ملاحظہ کیجئے قرآن مجید ۴۸/۱۰، ۹/۱۱۲ دوسرے الفاظ میں حکمران کا اقتدار چاہیے، مشیّتِ خاصہ سے پیدا نہ ہوتا ہو، لیکن اسی پر مبنی ہوتا اور اسی کا محتاج ضرور رہتا ہے۔ اور فقہاء کا تصور یہ ہے کہ مشیّت عامہ ہی سے مشیّتِ الٰہی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ یَدُاللّٰہ علی الجماعۃ۔ نیز مَارَآہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَھُوَعِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ حدیث اور آثارِ صحابہ میں مذکور ہیں۔

۱۴۱۔ رسولِ کریم صلعم کے متعلق مسلمانوں میں یہ چیز جزءِ عقیدہ ہے کہ پیغمبر معصوم ہوتے ہیں۔ اور اگرچہ خلفاء پیغمبروں کے سیاسی جانشین سمجھے گئے لیکن معصومیّت کا یہ اعزاز ان کے لئے کبھی تسلیم نہیں کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض دیگر قوموں میں "بادشاہ کوئی غلطی نہیں کر سکتا" کا جو سیاسی نظریہ یا کلیہ پایا جاتا ہے، وہ مسلمانوں میں کبھی جگہ نہ پا سکا۔ اس کے برخلاف مسلمانوں کو اسی پر ناز ہے کہ نہ صرف عام حکمران بلکہ خود پیغمبر صلعم بھی حقوق العباد کے معاملے میں انہی عام قوانین کے پابند ہیں جن کے عام مسلمان، اور یہ کہ رسول اللہ صلعم نے بھی ضرورت پر خود اپنی ذات کے خلاف مقدمات سُنے اور منصفانہ فیصلہ[2] کیا۔

---

[1] ناآلینو کا فرانسیسی رسالہ موسومہ "خلافت کی عام نوعیت اور سلاطین عثمانیہ کے دعوائے خلافت پر تبصرہ" مطبوعہ روما ص (۱۱) [2] سیرۃ ابن ہشام ص ۴۴۴، کامل ابن الاثیر ج ۲ ص ۱۴۱ نیز سیرۃ شامی میں آٹھ دس ایسے واقعے درج ہیں۔

Marfat.com

پیغمبروں کی معصومیت کا منشا اسلامی علم کلام میں صرف یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وحی کی تبلیغ اور خدا کے احکام پہنچانے میں ان سے کوئی غلطی یا سہو سرزد نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ دیگر معاملات میں پیغمبر کی حیثیت بھی ایک انسان ہی کی ہوتی ہے۔ اور احادیث میں متعدد مرتبہ بیان ہوا ہے کہ رسولِ کریم صلعم نے فرمایا کہ "دنیاوی معاملات میں مَیں بھی تمھاری ہی طرح ایک انسان ہوں"۔ سیاسی حیثیت سے رسولِ کریم صلعم جماعتِ اسلامی کے ایک فرد تھے، اور ان قوانین کے جن کو آپ نافذ کرتے تھے، خود بھی پوری طرح پابند تھے مثال کے طور پر مالِ غنیمت میں آپ کا بھی اتنا ہی حصّہ ہوتا جتنا فوج کے کسی عام سپاہی کا۔

۱۴۲۔ غرض جملہ مخلوقات کی طرح کرۂ ارض اور انسانی بستی کا بھی اصل مالک اور بادشاہ خدا ہی کی ذات ہے، اور وہی صلاحیتوں کو دیکھ کر کسی انسان کو اپنی نیابت سے سرفراز کرتا ہے، اور پھر دیکھتا ہے کہ وہ عمل کیسا کرتا ہے۔ ان الارض یرثھا عبادی الصالحون، انی جاعل فی الارض خلیفۃ، لینظر کیف تعملون، ان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہٖ وغیرہ۔ خدا کا خلیفہ برحق تو نبی ہوتا ہے، جس کا براہِ راست وحی سے تقرر ہوتا ہے، اور وحی ہی سے اُس کی رہنمائی ہوتی ہے۔ اس کے باوجود بھی سرورِ کائنات صلعم اپنی اطاعت اور پیروی کی بیعت لیتے رہے۔ نبیؐ کے دُنیا سے پردہ فرمانے پر احکامِ شریعت سے ناواقفوں کو واقف کرانے کی حد تک مشہور اسلامی مقولہ بلکہ حدیث شریف[1] ہے کہ "العلماء ورثۃ الانبیاء" لیکن سلطنت رانی

[1] آگے دیکھیے باب "نظامِ تعلیم"، ف ۲۹۰ مع حاشیہ ۲۔

Marfat.com

اور سیاست مُدن کے لئے ماوردی، ابنِ خلدون وغیرہ کے الفاظ میں[۵] اصحابِ حل وعقد" کسی کا انتخاب کرتے ہیں۔ اور یہ انتخاب بمصداق حدیث شریف ید اللہ علی الجماعۃ منشار ربانی کا اظہار اور باعث خیر وبرکت ہوتا ہے۔ اور یہی اصحابِ حل وعقد انتخاب وبیعت کے بعد بھی حکمران کی حکمرانی میں مرجع کا کام دیتے ہیں، اور ضرورت ہو تو اُسے معزول بھی کر سکتے ہیں[۵]۔ حکمران کے حق اجتہاد کے حدود، مصالح ملکی اور نظم ونسق میں شوریٰ کا موقف اور اصحابِ حل وعقد کی دستوری حیثیت وغیرہ پر تفصیل سے بحث یہاں ممکن نہ ہوگی، البتہ اِس سوال کا جواب شاید ضروری ہے، کہ اصل دنیاوی اقتدار کے استعمال کا حق کس کو حاصل ہوتا ہے۔ اس کا جواب حضرت امام اعظمؒ کے الفاظ میں:

ان نواحی دار الاسلام	اسلامی سرزمین کے جملہ حصے اسلامی
تحت ید امام المسلمین و	بادشاہ کے اقتدار میں ہوتے ہیں، اور
یدہ ید جماعۃ المسلمین،	اس کا اقتدار مسلمانوں کی جماعت ہی کا
(مبسوط سرخسی ج ۱۰، ص ۹۳)	اقتدار ہوتا ہے۔

۱۴۳۔ امام ابو حنیفہؒ کے دونوں شاگردوں امام ابو یوسفؒ اور امام محمد شیبانیؒ نے مزید وضاحت سے کہا ہے کہ کسی ملک کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا امتیاز یہ ہے کہ وہاں غلبہ اور محافظ قوت کس قوم کو حاصل ہے، تعداد سے بحث نہیں۔

"لھما الدار انما تنسب الی اھلھا لثبوت یدھم القاھرۃ علیھا وقیام ولایتھم الحافظۃ فیھا (محیط رضی الدین سرخسی مخطوطہ استانبول" (ورق نمبر ۵-۶ ب)

۵[۱] بدائع الصنائع للکاسانی، ج ۷، ص ۱۶۔

Marfat.com

اور حنفی علماء متفق ہیں کہ اسلامی مملکت کا انتظام امام، پوری امت مسلمہ کے نائب کے طور پر کرتا ہے، چنانچہ شارح شیبانیؒ کے الفاظ ہیں

"الامام بمنزلۃ جماعۃ من المسلمین فی استیفاء ھذا الحق" (مبسوط سرخسی ج ۹ ص ۲۰۴)	یعنی اس حق کے نفاذ میں امام کی حیثیت امتِ مسلمہ کے قائم مقام کی ہوتی ہے۔

۱۴۴۔ بہرحال یہ اسلامی تصور اقتدار اعلیٰ ہے کہ مقتدر اعلیٰ خداوند خلاق کی ذاتِ کبریائی ہے اور حکمرانی شریعت کو حاصل ہوتی ہے۔ اور خلیفۃ اللہ فی الارض، یا شریعت کے نفاذ کے افسر کا انتخاب بھی خدا ہی کرتا ہے، اور اس بارے میں خدا کی مشیت کا اظہار "ید اللہ علی الجماعۃ" اور "لا یجتمع امتی علی الضلالۃ" وغیرہ احادیثِ شریفہ کے مصداق اور عہد خلافتِ راشدہ کے نظائر کے مطابق اصحابِ حل و عقد کی بیعت کے ذریعے سے ہوتا ہے۔

دین و دنیا کا ملاپ :-

۱۴۵۔ قدیم زمانوں میں جب انسانی تمدن نے زیادہ ترقی نہ کی تھی، اور تقسیمِ کار کی اتنی زیادہ ضرورت پیش نہ آئی تھی تو کسی ملک میں مرکزی حکومت کے اختیارات یا تو عدل گستری کے متعلق ہوتے تھے، (جس میں دشمن سے جنگ بھی شامل ہے، اور فقہ کی کتابوں میں باب الجہاد کا ذکر حدود یعنی سزاؤں کے سلسلے ہی میں ملتا ہے)۔ یا قومی معبود کی پرستش و عبادت کے متعلق۔ دیگر سلطنتی نظم و نسق کے مسائل اٹھتے ہی نہ تھے بلکہ وہ عوام کے انفرادی معاملات سمجھے جاتے تھے۔ اور عبادت ہی نہیں، عدل گستری اور جنگ بھی مذہبی مراسم کی تابع تھی۔ تمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ کشوری اور مذہبی فرائض میں دوری پیدا ہوتی جاتی تھی۔ چنانچہ رومیوں نے یس (JUS یا دنیاوی قانون) کو مہ گیر فاس (FAS یا مذہبی قانون)

سے ایک الگ چیز کے طور پر ایجاد کیا۔ یہودیوں نے کہا،

"قالوا لنبیٍّ لهم ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ۔ (قرآن ۲/۲۴۶)

اپنے نبی سے کہا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر جس کے ساتھ ہم خدا کی راہ میں جنگ کرسکیں،

اور اس طرح نبوت و بادشاہت یا مذہب و سیاست کو جُدا کر دیا۔ حضرت عیسٰی کی طرف بھی یہ قول انجیل میں منسوب ملتا ہے کہ قیصر کی چیزیں قیصر کو دے دو، اور کلیسا کی کلیسا کو۔ بدھ متیوں اور ہندوؤں کے ہاں بھی ترکِ دنیا انسانیت کا کمال قرار پایا۔

۱۴۶۔ غرض قدیم اہل مذہب نے دُنیائے ناپائیدار کو دل لگانے کے قابل چیز نہ سمجھا، لیکن اس میں دو بنیادی مسائل نظر انداز ہو کر خامی پیدا ہو گئی۔ ایک تو گنتی کے چند فرشتہ صفت انسانوں کے سوا باقی جو لاکھوں کروڑوں عامۃ الناس تھے، اُن کے معاملات مادیت پسندانہ ہو گئے۔ اور دُوسرے سیاست کی اخلاقی بنیاد نہ رہی، اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ سابقہ تمام مذاہب اکائیوں یا دہائیوں میں ختم ہو جانے والے فرشتہ صفت انسانوں کے لئے ہوتے تھے، اور اسلام ناز کر سکتا ہے کہ وہ امیوں اور اوسط درجے کے انسانوں کے لئے ایک قابل عمل دستور لایا۔ یہ ظاہر ہے کہ دُنیا میں ایسوں ہی کی بہت بڑی اکثریت ہوتی ہے۔ انسان نما فرشتے اور انسان نما شیطان دونوں کی تعداد ہمیشہ بہت محدود ہی ہوتی ہے۔

۱۴۷۔ مذہب یا دین کے اگر وسیع معنے لئے جائیں تو اس میں پُورا تمدنِ انسانی اور دنیا و آخرت کے جملہ مسائل شریک ہو جاتے ہیں۔ اور اگر محدود معنوں میں اس اصطلاح کا استعمال کیا جائے تو وسیع معنے لینے والوں سے اختلاف محض ایک

لفظی بحث رہ جاتا ہے۔ جس طرح فنی اور علمی ضرورتوں سے اب خود تفسیر، حدیث فقہ اور کلام ایک چیز نہیں سمجھے جا سکتے، اسی طرح انسانی تمدن کی تمام شاخوں کو ایک ہی علم قرار دینا بدرجہ اولیٰ کم سہولت بخش ہو گا۔ اسی لئے میں مذہب اور سیاست کو یہاں دو بالکل الگ چیزیں لیتا ہوں۔ اس معنے کے لحاظ سے مذہب خدا اور بندے کے تعلقات کا نام ہے، اور سیاست بندے اور بندے کے معاملات کا، ان دونوں کو ایک کہنے والا گویا ہاتھ اور پاؤں کو ایک کہتا ہے، لیکن جس طرح ایک زندہ اور تندرست انسان میں ہاتھ اور پاؤں دونوں ہی ایک مشترکہ اور مرکزی قوت مثلاً عقل یا ارادے کے تابع ہوتے ہیں، بالکل اسی طرح دینِ اسلام نے مذہب اور سیاست کو ایک مشترکہ دستور العمل کے تابع کر دیا۔ جو قرآن یا ربانی کلام تھا، اور دونوں ہی کی رہنمائی کے لئے احکام کا ماخذ ایک ہی قرار دے کر سیاست میں اخلاقی اساس اور اخلاق میں حقیقت پسندی باقی رکھی۔ کوئی شخص ہاتھوں کے بل تھوڑی دور ضرور چل سکتا ہے اور پاؤں سے برا بھلا کچھ لکھ بھی ضرور سکتا ہے۔ اسی طرح عبادت کو سیاست اور سیاست کو عبادت بنا کر انسان چند روز گزار ضرور سکتا ہے۔ لیکن یہ غیر فطری عمل نہ سہولت بخش ہو گا اور نہ مفید۔

۱۴۸۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ایک بزرگ سیرت نگار نبوت کے الفاظ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں دین اور دنیا دونوں کی برکتیں لے کر آئے آپ نے صرف آسمانی بادشاہت کی خوشخبری نہیں سنائی بلکہ آسمانی بادشاہی کے ساتھ دُنیا کی بادشاہی کی بھی بشارت دی تاکہ دُنیا میں خدا کی بندگی بے خوف وخطر کی جا سکے۔ اور خدا کی بادشاہی دُنیا میں قائم ہو۔"

"وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ ۔ (الآیۃ)

"خدا نے ان سے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے، یہ وعدہ کیا کہ وہ ان کو زمین میں حاکم بنائے گا (جیسا کہ ان کو حاکم بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے)۔ اور اُن کیلئے ان کے اس دین کو جو اُس نے اُن کے واسطے پسند کیا ہے، جمائے گا۔" (قرآن ۲۴/۵۵)

قرآن نے مطمحِ اور سب سے اچھی دعا انسانوں کے لئے یہ بتائی ہے :-

"رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ"

"اے ہمارے رب! ہم کو دُنیا میں بھی بھلائی دے، اور آخرت میں بھی بھلائی دے، اور ہم کو (دوزخ کی) آگ کے عذاب سے بچا۔" (قرآن ۲/۲۰۱)

اور ایک جگہ فرمایا :-

"لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ"

"اور جنھوں نے نیک کام کئے اُن کے لئے اس دنیا میں بھلائی ہے، اور آخرت کا گھر سب سے اچھا ہے، اور پرہیزگاروں کا گھر کیسا اچھا ہے!" (قرآن ۱۶/۳۰)

جن لوگوں نے خدا کی راہ میں اپنی جانوں کی بازی لگائی ان کو بشارت دی ہے :

فَاٰتٰهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ،

"تو اللہ نے ان کو دُنیا کا ثواب اور آخرت کا بھلا ثواب عنایت کیا، اور اللہ نیکی کرنے والوں کو چاہتا ہے۔" (قرآن ۳/۱۴۸)

۹۴۱۔ دنیا کا ثواب فتح و نصرت، ناموری و عزت، مال و دولت اور حکومت و

Marfat.com

سلطنت ہے۔ جنھوں نے خدا کی راہ میں اپنا گھر بار چھوڑا، اور خوشی خوشی ہر طرح کی تکلیف جھیلی، ان کو دونوں جہان کی نعمتیں بخشیں:۔

"وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا۔ (الآیۃ)

"اور جنھوں نے (اللہ کے لئے) ستائے جانے کے بعد گھر چھوڑا۔ اللہ انھیں اچھا ٹھکانا دے گا، اور بیشک آخرت کا اجر سب سے بڑا ہے۔ (قرآن ۱۶/۴۱)

اور اولیا رو اتقیا یعنی فرشتہ صفت مسلمانوں کو ترکِ دنیا کی ہدایت نہ کی بلکہ دنیا داری اور دین داری دونوں کے ملاپ کا حکم دیا۔

"اَلَّذِينَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ (الآیۃ)

"وہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں جما دیں تو وہ نماز کھڑی کریں اور زکوٰۃ دیں اور اچھے کاموں کو کہیں اور بُرے کاموں سے روکیں، اور ہر کام کا انجام خدا کے ہاتھ میں ہے۔ (قرآن ۲۲/۴۱)

۱۵۰۔ ان آیتوں سے یہ اشارہ بھی نکلا کہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں خدا کے قانون کے اجرار کی طاقت ہونی چاہیئے۔ اور یہ اشارہ بھی کہ دین و دنیا کا امتزاج یا ملاپ ہی انسان کو انسان بناتا ہے، اور "احسن تقویم" کا مظاہرہ ہو سکتا ہے، ورنہ وہ یا تو فرشتہ ہو جائے گا یا شیطان اور ان دونوں اصناف سے جُدا ایک خاص مخلوق یعنی انسان کی تخلیق کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ دُنیا دار اگرچند بنیادی دینی احکام کی پابندی کریں اور دین دار بقدرِ ضرورت دنیا سے استفادہ کرتے رہیں تو خود انسانوں میں بھی ذوقی و اخلاقی بے اعتدالی کم ہو جائے گی، ورنہ یہی بے اعتدالی اختلال اور خونریز کشمکش کا باعث بنتی رہی ہے۔

۱۵۱۔ ایسی آیتیں قرآن مجید میں بکثرت ملتی ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ خدا نے اپنی ہر مخلوق انسان کی خدمت یا استفادے کے لیئے پیدا کی ہے اور انسان اپنے

Marfat.com

خالق کی عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے مگر اس کی تفصیل یہاں طولِ بحث سمجھی جائے گی۔

بیعت:۔

۱۵۲۔ حکمران کی اطاعت کو جیسی کچھ اہمیت حاصل ہے، ظاہر ہے قرآن مجید میں بھی اس پر کچھ کم زور نہیں دیا گیا ہے، مثلاً:۔

(ا) یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ (الآیۃ)

"اے ایمان والو، اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی، اور ان لوگوں کی جو تم میں سے افسرانِ حکومت ہوں، اگر تم میں کسی معاملے میں آپس میں جھگڑا ہو تو اُسے اللہ اور رسول سے رجوع کرو، اگر تمھیں خدا اور یومِ آخرت پر سچا ایمان ہو۔ یہی بہتر اور مآل کار اچھا طریقہ ہے۔ (قرآن مجید $\frac{۴}{۵۹}$)

(ب) اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۔ (الآیۃ)

"اگر امن یا خوف کی ان کو کوئی خبر ملتی ہے، تو اُسے مشہور کر دیتے ہیں۔ بہتر ہوتا کہ وہ اس کی اطلاع رسول کو اور اپنے افسروں کو دیتے تو سمجھ دار لوگ اس کو سمجھ جاتے۔

(قرآن مجید $\frac{۴}{۸۳}$)

۱۵۳۔ یہ تو افسروں کی اطاعت کا ذکر تھا۔ جناب رسالتِ مآب صلعم کی شخصی اطاعت پر تو اس سے بھی زیادہ مواقع پر زور دیا گیا ہے۔ کہیں صرف حکم ہے تو کہیں اس کے فوائد بتا کر ترغیب دی گئی ہے۔ رسول اللہؐ کی اطاعت اور پیروی کے ان احکام کا یہ ناگزیر نتیجہ تھا کہ بعد کے زمانے میں آپ کے ہر قول اور ہر فعل کا تذکرہ محفوظ کرنے کی بڑی عظیم الشان کوششیں اہلِ علم کی جانب سے عمل میں لائی گئیں۔ ایسی بعض آیات حسبِ ذیل ہیں:۔

Marfat.com

(ا) مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا....

"جو کچھ رسول تمھیں دے اُسے لے لو، اور جس سے منع کرے اُس سے رُک جاؤ۔"

(قرآن مجید ۵۹/۷)

(ب) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

"بیشک اللہ کے رسول میں تمھارے لئے ایک اُسوۂ حسنہ پایا جاتا ہے۔"

(قرآن مجید ۳۳/۲۱)

(ج) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ... اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۝

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور جب وہ کچھ کہے تو سُن کر روگردانی نہ کرو...... اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور آپس میں جھگڑو نہیں، تاکہ تم کمزور نہ پڑ جاؤ، اور تمھاری ہوا نہ اُکھڑ جائے[1] اس کے برخلاف صبر سے کام لو، اللہ صبر سے کام لینے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔"

(قرآن مجید ۸/۲۰، ۴۶)

(د) وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى،

"وہ (یعنی رسولِ خدا) اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا، بلکہ وہ وحی ہی ہوتی ہے۔"

(قرآن مجید ۵۳/۳)

۱۵۴۔ آرنلڈ نے اپنی کتاب "خلافت" میں بالکل ٹھیک رائے ظاہر کی ہے،

---

[1] ایک بحری محاورہ ہے، بادبانوں سے ہوا نکل جاتے تو ملاح بے بس ہو جاتا ہے۔ اس محاورے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ قدیم عربوں کو سمندر سے کتنا لگاؤ تھا۔

Marfat.com

کہ جب اس طرح رعیت کے فریضہ اطاعت پر زور دیا گیا، مگر اس کے ساتھ ہی حکمران کے لازمی فرائض کا اتنا ذکر نہیں ہوا تو اس سے اسلامی حکمران جابر اور استبداد پسند نہیں بن گیا، کیونکہ حشر و نشر اور حساب و کتاب کا عقیدہ نیز حکمران کا بھی قانونِ اسلامی کے ماتحت ہونا اس پر گرفت رکھنے کے لئے کافی ثابت ہوئے، اس کے یہ معنے نہیں کہ حکمران کے فرائض پر قرآن مجید نے زور نہ دیا ہو:۔

(۱) فَلِذٰلِکَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَاءَھُمْ

اُس کے لئے بلا اور (اے محمد) استقامت سے رہ جیسا کہ تجھے حکم دیا گیا ہے، اور اُن کی خواہشات کی پیروی نہ کر، بلکہ کہہ:۔ میں ایمان لاتا ہوں ہر اس کتاب پر جو اللہ نے اتاری ہے، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تم میں انصاف کرتا رہوں۔ اللہ ہمارا اور تمہارا آقا ہے، ہم کو ہمارے کام اور تم کو تمہارے کام۔ ہم میں اور تم میں کوئی حجت جھگڑا نہیں۔ اللہ ہمیں یکجا کرے گا، اور ہمیں اسی کی طرف جانا ہے۔ (قرآن مجید ۴۲/۱۵)۔

(ب) فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْھِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ

"تب ہم یقیناً ان لوگوں سے دریافت کریں گے جن کے پاس ہمارا پیغمبر بھیجا گیا تھا، اور ہم پیغمبروں سے بھی پوچھیں گے۔ (قرآن مجید ۷/۶)

متعدد آیتوں میں اس پر زور دیا گیا ہے کہ اجتماعی اور حکومتی مفاد کو انفرادی مفاد پر ترجیح دی جائے، مثلاً

(ا) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ۔ (الآیۃ)

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے خیانت نہ کرو، اور نہ جان بوجھ کر اپنی باہمی امانتوں میں خیانت کرو۔" (۸/۲۷)

Marfat.com

(ب) وَاعْلَمُوْا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۔ (الآیۃ)

"اور یہ جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک آزمائش ہے۔ اور خدا ہی کے پاس اجرعظیم پایا جاتا ہے۔" ($\frac{۸}{۲۸}$)

۱۵۵۔ مذکورہ بالا آیتوں سے یہ واضح ہوتا ہے، کہ ذاتی مفاد کے لئے یا بیوی بچوں کی خاطر بھی ہمیں کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیئے جو نامناسب ہو، اور عالم آخرت کے حساب وکتاب کے لئے ہمیں اپنے ہر فعل میں اس کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔

۱۵۶۔ ضمناً اس چیز کی طرف بھی اشارہ کیا جا سکتا ہے کہ "حب ملی" اسلام میں ایک نیم مذہبی، نیم سیاسی وحدت کے تصور پر مبنی ہے، جغرافی یا لسانی وطنی یا نسلی وحدت سے اُسے کوئی سروکار نہیں، چنانچہ:۔

(ا) یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۔ (الآیۃ)

(اے انسانو! ہم نے تم کو مرد اور عورتیں بنایا، اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم تاکہ تم پہچانے جا سکو، لیکن اصل میں تم میں سے سب سے زیادہ بزرگ خدا کے پاس وہی ہوتا ہے، جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو۔ علم اور خبر خدا ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ (قرآن مجید $\frac{۴۹}{۱۳}$)

(ب) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ۔

"ایمان والے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ (قرآن مجید $\frac{۴۹}{۱۰}$)

(ج) وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ ۔ (الآیۃ)

"اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ کرو، اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ تم آپس میں دشمن تھے، اور (ایمان لانے کے باعث)

Marfat.com

اس نے تمھارے دلوں میں الفت ڈال دی، اور اس کی عنایت سے تم بھائی بھائی
بن گئے، تم تو آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے اور اسی نے تم کو بچایا۔ اسی
طرح اللہ اپنی آیتیں تم سے بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پا سکو۔ اور تم سے ایک
ایسی قوم پیدا ہو جو بھلائی کی طرف بلائے، اچھی بات کا حکم دے، اور بری بات سے
روکے، ایسے ہی لوگ کامیاب ہوں گے۔ (قرآن مجید ۳/۱۰۲)

۱۵۷۔ یہ بیان کرنے کی شاید ہی کچھ ضرورت ہو کہ ایمان اور عمل صالح کی فوقیت کے سوا اسلام حسب و نسب کی کسی برتری کو قطعاً تسلیم نہیں کرتا، انبیاء کی اولاد تک "عمل غیر صالح"[51] کے باعث عذاب میں گرفتار ہوئی ہے۔

عدل گستری:۔

۱۵۸۔ یہ حکمران کا اوّلین فریضہ ہے کہ اُسے ناطرفدار ہونا چاہئے، اور انصاف کے ساتھ حسب موقع و ضرورت رحم بھی کرنا چاہیے۔

(دیکھئے قرآن مجید: ۱۶/۹۰، ۴/۵۸، ۱۳۵، ۵/۸ و ۱۶/۴) ۔

۱۵۹۔ غیر مسلم ذمی رعایا کو عدالتی خود مختاری دینے کا قرآن مجید میں حکم ہے، جہاں ان کے ساتھ ان کے شخصی قوانین کے مطابق فیصلے انجام پائیں گے۔ اگر غیر مسلم رعایا اسلامی عدالت میں اپنی مرضی سے مقدمہ یا مرافعہ پیش کرے تو اس کے ساتھ بھی انصاف کیا جانا چاہئے۔ (دیکھئے قرآن مجید ۵/۴۲ تا ۵۰)۔ اس بارے میں مزید تفصیل ایک علیحدہ مضمون کی متقاضی[52] ہے۔ البتہ اتنا اور اشارہ

---

۵۱ قرآن مجید ۱۱/۴۶۔

۵۲ "عدل گستری ابتدائے اسلام میں" کے عنوان سے جو مضمون ابتدا مجلہ عثمانیہ حیدر آباد ۱۹۳۸ء میں چھپا۔ اس کے حوالے فرانسیسی مؤلفین نے بھی دیئے ہیں۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

کیا جا سکتا ہے کہ قیامت کی جزائے اعمال، حساب و کتاب، چشم دید گواہ، تحریری شہادت، کراماً کاتبین کی ڈائری وغیرہ کی جو تفصیل قرآن میں آئی ہے، وہ عہدِ نبویؐ کے مروجہ امور ہوں گے، جن کے ذریعے سے عالمِ آخرت کا خاکہ سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

شورائیت:۔

۱۶۰۔ قرآن مجید میں حکم ہے کہ حکمران اپنے فیصلے مشورہ لے کر کیا کرے، چنانچہ:۔

(ا) وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۔ (الآیۃ)

"اور ان سے معاملات میں مشورہ کر، پھر جب تو عزم کرلے تو خدا پر توکل کر، بیشک خدا توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔" (قرآن مجید ۳/۱۵۹)

(ب) فَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَى ۔ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ٥

"جو کچھ تمھیں دیا گیا وہ دنیوی زندگی کا ایک حق تمتع ہے، اور بس، ورنہ خدا کے پاس جو چیز ہے، وہ بہتر اور زیادہ پائدار ہے ۔ یہ ان لوگوں کو ملے گی جو اپنے رب پر ایمان لاتے اور اس پر توکل کرتے ہیں، اور جن کے معاملات باہمی مشورے سے طے ہوتے ہیں، اور جو اس چیز کو خرچ (خیرات) کرتے ہیں جو ہم نے اُن کو عطا کی ہے ۔ (قرآن مجید ۴۲/۳۶ تا ۳۸)

(ج) طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَعْرُوفٌ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۔ (الآیۃ)

(بقیۂ حاشیہ صفحہ سابقہ) یہ ایک آیندہ باب میں ملے گا ۔ مگر غیر مسلم رعایا کی حیثیت اسلامی مملکت میں تفصیل طلب ہے ۔ شاید آیندہ اس کا موقع ملے ۔

Marfat.com

"(مشیروں وغیرہ کے لئے فیصلے کے بعد) اطاعت اور (فیصلے کے لئے) قولِ معروف ہونا چاہیئے - اور پھر جب کسی کام کا عزم کر لیا جائے، تو اگر وہ لوگ خدا سے اپنے کئے ہوئے وعدے کو پورا کریں تو انھیں کے لئے اچھا ہے۔"

(قرآن مجید ۴۷/۲۱)

۱۶۱- غرض اگر مشورہ لینے کی ایک طرف پابندی عائد کی گئی ہے، تو دوسری طرف مشورہ کے بعد جو بھی چیز قرار پا جائے اس کی تعمیل کرنا بلا لحاظ اس کے کہ وہ اپنی رائے اور مشورے کے مطابق تھی یا مخالف، ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ساتھ ہی اس کا بھی ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آخری ذمہ داری چونکہ حکمران پر ہوتی ہے، اس لئے اس کو مشورے کے متعلق حق تنسیخ دیا گیا ہے، جیسا کہ قرآن مجید ۶/۱۱۶ میں بیان کیا گیا ہے۔ (وإن تطع - الآیۃ)۔

قانون سازی :-

۱۶۲- قرآن مجید نے نبی کریم صلعم کے ہر قول و فعل کو اسوۂ حسنہ اور قانون کی حیثیت دی ہے، (دیکھئے قرآن مجید ۵۳/۳تا۴ و ۵۹/۷ وغیرہ) اور ہر باصلاحیت انسان کو تفکر، تدبر، تعقل، تفقہ، تذکر اور استنباط پر مائل کیا ہے۔ اس حکم کے باعث اسلامی فقہاء (قانون سازوں) کا کام آسان تر ہو گیا، کیونکہ ایک طرف تو جن چیزوں کا ذکر قرآن مجید میں نہ تھا، ان کے لئے حدیثِ نبوی میں کافی مواد مل گیا، اور دوسری طرف یہ بھی دیکھا گیا کہ خود رسولِ کریم صلعم نے نہ صرف یہ کہ قیاس اور استنباط سے کام لیا بلکہ اس کی صراحت کے ساتھ اجازت بھی دی تھی، جیسا کہ معاذ بن جبلؓ گورنر یمن کے تقرر نامے وغیرہ میں مذکور ہے۔ اگرچہ قرآن اور حدیث کی قیاس کے ذریعے سے تنسیخ نہیں ہو سکتی، لیکن قیاس اور تعبیر کی اجازت سے علماء و فقہاء کو انفرادی رائے سے کام لینے کی خاصی گنجائش مل

Marfat.com

گئی۔ حتیٰ کہ یہاں تک تسلیم کیا گیا کہ مجتہد سے غلطی ہونے کے امکان کے باوجود اس کو اس کام سے نہیں روکا جا سکتا۔ چنانچہ ایک حدیث میں مذکور ہے کہ "اجتہاد کرنے والا خطا بھی کر سکتا ہے، صواب کو بھی پہنچ سکتا ہے۔ اور صحیح فیصلے کی صورت میں اُسے دو ثواب ملیں گے اور خطا کی صورت میں ایک ثواب[۵۱]"۔ اس طرح اس کا بھی موقع نکل آیا کہ ایک مجتہد کے بعد دوسرا مجتہد بھی اجتہاد کرے، اور کسی بہتر نتیجے پر پہنچنے کے باعث سابقہ مجتہد کا فیصلہ منسوخ قرار پائے۔ اور خود اجماع کے متعلق بھی فقہاء نے ایسی ہی سہولت تسلیم کی[۵۲]۔ جب تک ان اجازتوں سے فائدہ اٹھایا جاتا رہا، اسلامی قانون میں زمانے کا ساتھ دینے کی گنجائش رہی، اور وہ ترقی کرتا رہا، اور جب سے قدیم فقہاء کے فیصلوں کے خلاف اجتہاد کا دروازہ چند لوگوں نے بند کر دیا تو اس سے قانونِ اسلامی کو بیحد نقصان پہنچا۔ لیکن یہ مسئلہ یہاں دائرۂ بحث سے خارج ہے۔

جہاں بانی کے قواعد :-

۱۶۳۔ قرآن مجید میں اندرونی اور بیرونی سیاست کے قواعد خاصی تفصیل سے ملتے ہیں، جن سے حالت امن و صلح و غیر جانبداری میں حکمران کی رہنمائی مقصود تھی۔ رسولِ کریم صلعم نے خود ایک مملکت قائم کی اور اس ملک میں جہاں ہمیشہ سے نراج سا چلا آ رہا تھا، ایک مرکزیت اور ایک تنظیم پیدا کی۔ اور عربوں کو خانہ جنگیوں کے ذریعے سے اپنی توانائیوں کو ضائع کرنے سے

---

۵۱ رسالہ امام شافعی ص۶۵ وغیرہ۔

۵۲ عبدالعزیز البخاری شرح البزدوری، باب اجماع۔

Marfat.com

روک کر انھیں اپنے زمانے میں دنیا کی سب سے بڑی فاتح اور نو آبادکار قوم بنا دیا، اور ان کے ذہنوں سے احساسِ کمتری کو کلّی طور پر دور کر کے اُن میں وُہ صحت اور جذبہ بھر دیا جسے احساسِ برتری یا احساسِ خودشناسی کہا جا سکتا ہے، اور جو کسی ترقی پذیر قوم کے لیئے اس قدر ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک ولولہ دلانے والی چیز کو وُہ اپنا مشن اور مقصدِ حیات باور کرنے لگے:۔

(ا) كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ،

"تم وہ بہترین قوم ہو جو انسانوں کے لیئے پیدا کی گئی کہ تم اچھی بات کا حکم دیتے ہو اور بری بات سے روکتے ہو۔ (قرآن مجید ۳/۱۱۰ نیز ۳/۱۹ و ۳/۸۵)

(ب) أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ

"ان لوگوں کو جن سے لڑا جا رہا تھا (برابر کا جواب دینے کی) اجازت دے دی گئی کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا تھا، ...... یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار عطا کریں، تو وُہ خدا کی عبادت کو قائم کریں، اور زکوٰت دیں، اچھی بات کا حکم دیں اور بری بات سے روک دیں۔ (قرآن مجید ۲۲/۳۹ تا ۴۱)

(ج) قَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ،

"ان سے اس وقت تک لڑتے رہو تاآنکہ فتنہ باقی نہ رہے، اور خدا ہی کا دین چھا جائے۔ (قرآن مجید ۸/۳۹)

(د) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا۔ (الآیۃ)

(اے محمدؐ) ہم نے تجھے صرف اس لیئے بھیجا ہے کہ تمام لوگوں کے لیئے بشیر و نذیر بنے، گو اکثر لوگ اُسے نہیں جانتے۔ (قرآن مجید ۳۴/۲۸)

(ھ) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ۔ (الآیۃ)

Marfat.com

"ہم نے تجھے نہیں بھیجا ہے (اے محمدؐ) مگر ساری دنیاؤں کے لیئے رحمت کے طور پر"۔ (قرآن مجید ۲۱/۱۰۷)

۱۶۴۔ غالباً یہی وہ ایقان یا احساسِ فرض تھا، جس نے انھیں دنیا میں حکومتِ الٰہیہ قائم کرنے کی غرض سے اپنی ہر چیز کو قربان کر دینے کے لیئے آمادہ کر دیا۔ جہاد کا جو حکم مذکورہ بالا اور دیگر آیاتِ قرآنی میں ملتا ہے، اس کا منشا یہ بالکل نہ تھا کہ دوسروں کی جائداد لوٹی جاتے، بلکہ اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ ایک مقدس ترین اور بڑا ایثار طلب فریضہ تھا کہ اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر دوسروں کی رہنمائی کریں، اور اُن کو سیدھا راستہ دکھائیں۔ یہ بار جو محض خدا کی راہ میں تھا اُسے انھوں نے ہنسی خوشی برداشت کیا۔

۱۶۵۔ قانون بین الممالک کے ناطے تفصیلی احکام ہمیں قرآن مجید میں ملتے ہیں جن پر مختلف مقالے بھی لکھے جاتے رہے ہیں[۱]۔ یہاں ان کی تفصیل کی گنجائش نہیں، صرف اس قدر اشارہ کافی ہے کہ قرآن مجید میں انتقامی جنگ (۲/۱۹۰ تا ۱۹۵)، معاہدات کی تعمیل (۹/۴)، مدافعت (۴/۷۵، ۲۲/۳۹ تا ۴۱)، ہمدردانہ جنگ (۸/۷۲)، فریق ثانی کی طرف سے معاہدہ شکنی کا خوف (۸/۵۸)، مذہبی رواداری (۲/۲۵۶، ۱۰۹/۶، ۱۰/۱۰۰)، غیر مسلم رعایا سے برتاؤ (۹/۲۹)، قیدیوں سے برتاؤ (۴۷/۴، ۷۶/۸ تا ۹)،

---

[۱] چنانچہ اسلامک کلچر حیدر آباد میں جنوری ۱۹۴۱ء و مابعد کے پرچوں میں میرا کوئی سو صفحوں کا ایک طویل انگریزی مقالہ چھپا ہے۔ اس کی کتابیات میں سابقہ اہلِ علم کی کوششوں کی بھی تفصیل ہے، پھر یہ بعد میں کتابی صورت میں۔ MUSLIM CONDUCT OF STATE کے نام سے چھپا، جس کے اب تک سات آٹھ اڈیشن نکل چکے ہیں۔ اس کا تُرکی ترجمہ بھی چھپا ہے۔

پناہ جویوں کو امن دینا (۹/۶)، مفتوحہ اراضی کا انتظام (۷/۱۰)، صلح کرنا (۸/۶۱)، غیر جانبداری (۴/۸۸تا۹۱، ۵۹/۱۱تا۱۲، ۶۰/۸تا۹) وغیرہ وغیرہ امور کا اصولی ذکر ملتا ہے۔

قومی دولت :-

۱۶۶۔ کَیۡ لَا یَکُوۡنَ دُوۡلَۃً بَیۡنَ الۡاَغۡنِیَآءِ مِنۡکُمۡ۔

"تاکہ وہ تم میں سے صرف مالداروں میں گردش نہ کرتی رہے۔" (قرآن مجید ۵۹/۷)

۱۶۷۔ دولتِ عامہ کے متعلق یہ اسلامی اصول کا خلاصہ ہے جو قرآن مجید نے پیش کیا ہے۔ اسلامی معاشیات کے پیشِ نظر یہ چیز رہی ہے کہ دولت ملک کے ہر طبقے میں تقسیم عمل میں آتے، اور وہ یکجا اکھٹی نہ ہو بلکہ گردش کرتی رہے۔ معیار سے زائد دولت پر لازمی محصول (یعنی زکات)، وصیت کرنے کے اختیارات کی تحدید اور کسی شخص کی جائداد سے اس کی وفات پر اس کے قریبی رشتہ داروں کو لازمی طور سے حصّہ ملنا، نیز غربا اور محتاجوں کے لئے حکومت کی آمدنی میں لازمی طور سے حصّہ مقرر کیا جانا، یہ اور اس کے مماثل قاعدے قرآن مجید نے مقرر کئے ہیں، جن سے تقسیم و گردشِ دولت کا مقصد پورا ہوتا ہے اور ساتھ ہی انفرادی ملکیّت پر کوئی قید عاید نہ ہونے سے ہر شخص کو اپنے قوائے فطری سے زیادہ سے زیادہ کام لینے کی ترغیب ہوتی رہتی ہے۔ اور سود کی ممانعت اور قرضہ ہائے حسنہ کا انتظام جو قرآن مجید نے کیا ہے[1]، وہ اسلامی قواعدِ معاشیات کو ایک مکمّل نظام کی حیثیت دے دیتے ہیں، جو نہ تو سرمایہ داری ہے اور نہ

---

[1] آیت "والغارمین" کی طرف اشارہ ہے جو علاوہ فقراء و مساکین کے ہیں۔ نیز حضرت عمرؓ کے زمانے سے بیت المال کا قرضہ حسنہ دیا کرنا معلوم ہے۔ مزید تفصیلات کے لئے میرا مضمون "انجمن ہائے قرضہ ہائے حسنہ" مطبوعہ مجلہ طیلسانیین حیدرآباد ۱۹۴۳ء۔

اشتراکیت، بلکہ اس میں ان دونوں کی خوبیاں ہیں، اور ساتھ ہی دونوں کی برائیوں سے اس نظام کو محفوظ رکھنے کا انتظام کر دیا گیا ہے۔

اخلاق عامہ :-

۱۶۸۔ جیسا کہ اوپر واضح کیا گیا، میرے نزدیک مذہب اور سیاست دونوں ایک دوسرے سے ممتاز عمل ہیں، ان کو ایک سمجھنا غلطی ہے۔ مذہب انسان اور خالق کے تعلق کا نام ہے، اور سیاست بندوں کے باہمی تعلقات کیلئے برسرکار ہوتی ہے، لیکن اگر ان دونوں میں کوئی رابطہ اور حلقۂ اتصال نہ پیدا کیا جائے، تو انسانیت کو لامحدود نقصان پہنچ جاتا ہے۔ اسلام نے اس کا ایک حل تلاش کر لیا، اور اس کو کامیابی سے عمل میں لاکر بھی دکھا دیا۔ اور وہ یہ تھا کہ اگرچہ مذہب اور سیاست دونوں کے دائرہ ہائے عمل بالکل جدا جدا ہیں، لیکن دونوں کے قواعد کا ماخذ و اساس ایک ہی چیز کو قرار دیا گیا۔ چنانچہ مسلمانوں کا مذہب اور مسلمانوں کی سیاست دونوں کی رہنمائی قرآن و حدیث، اصول انصاف و استحسان، اور ہم آہنگی ضمیر سے ہوتی ہے۔ آخرالذکر کے سلسلے میں ایک مشہور اسلامی اصول ہے کہ

استفت قلبك و لو افتاك المفتون۔ (افتاك الناس)	یعنی مفتیوں کا فتویٰ بھی مل جائے تو عمل سے پہلے دل (ضمیر) سے پوچھ لو

اسے حدیث بھی سمجھا جاتا ہے۔

سیاسی اصطلاحات :-

۱۶۹۔ اسلامی ادارہ ہائے سیاست نے اپنی بہت سی اصطلاحیں قرآن مجید ہی سے لی ہیں، چنانچہ امّت اور ملّت سے سیاسی جماعت مُراد ہوتی ہے۔

Marfat.com

خلیفہ اور امام اس جماعت کے سردار کا نام ہوتا ہے، (دیکھئے قرآن مجید ۴۲/۸)
نیز سیرۃ ابن ہشام ص ۳۴۱ میں رسول کریم صلعم نے شہر مدینہ کے لئے ہجرت کے بعد جو دستورِ مملکت نافذ فرمایا تھا، اور جس کا پورا متن خوش قسمتی سے ہم تک پہنچ چکا ہے، اس کی دفعہ (۲) میں بھی انہی اصطلاحات کو استعمال کیا گیا ہے۔
(لفظِ خلیفہ کے لئے دیکھئے قرآن مجید ۳۸/۲۷ اور لفظ امام کے لئے ۲/۱۲۴)۔

جانشینی:

۱۴۰۔ لفظِ خلیفہ کے ساتھ ہم جانشینی کے خاردار مسئلے سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ یہی وہ مسئلہ ہے جس نے تیرہ سو سال سے مسلمانوں کو دو بڑی متخاصم جماعتوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ جو اسلام رسول کریم صلعم اپنی امت کے لئے لائے تھے، اور جس کی آپ عمر بھر تبلیغ کرتے رہے، اس کے بنیادی اصولوں میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں ہے کہ آپ کی جانشینی کے لئے کیا اصول ہو، اور اس اصول کا ماننا اس سے بھی کم ایک جزوِ عقیدہ امر بن سکتا ہے، لیکن بدقسمتی سے اس کے بالکل برعکس صورتِ حال پیدا ہو گئی، اور ہر دو فریقوں کے ہاں غلو رکھنے والے خیالات بھی پھیلتے رہے۔ حالیہ زمانے میں ایک حل جو اس کے لئے سوچا گیا ہے، وہ سنجیدہ غور کا مستحق ہے، وہ یہ کہ سُنّی اور شیعہ دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ تاریخی واقعے کی حیثیت سے جناب رسالت مآب صلعم کے بعد حضرت علیؓ پہلے خلیفہ نہیں ہوئے۔ اسی طرح شیعہ اور سُنّی دونوں ہی اس پر متفق ہیں کہ روحانی امور میں حضرت علیؓ جناب رسالت مآب صلعم کے خلیفہ بلا فصل[۵۱] ہیں، چنانچہ چشتیہ، قادریہ،

---

۵۱ خلیفہ بلا فصل کے معنی گویا یہ ہوئے کہ جس نے براہِ راست مشکوٰۃ نبوت سے فیض پایا ہو، اس معنے کے لحاظ سے تمام اکابر صحابہ خلفائے بلا فصل تھے۔

Marfat.com

سہروردیہ وغیرہ اور خود نقشبندیوں کی ایک شاخ، غرض قریب قریب تمام ہی صوفی سلسلے اسی کو مانتے ہیں۔[۵] اب رہا یہ امر کہ حضرت علیؓ کو سیاسی جانشینی کا بھی استحقاق تھا یا نہیں، یہ ایک خالص علمی مسئلہ رہ جاتا ہے، جس کو آج کے دن کی روزمرہ سیاسی زندگی پر اب تیرہ سو سال بعد اثر انداز کرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔

۱۷۱۔ جس طرح ایک نبی کے بعد دوسرے نبی کے آنے تک اول الذکر ہی کی شریعت باقی رہتی ہے۔ اسی پر قیاس کر کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک حکمران کی وفات کے باوجود اس کے جانشین کے انتخاب تک اول الذکر ہی کا اقتدار جاری رہتا ہے، اور اسی کے مقرر کردہ افسر اپنے فرائض منصبی انجام دیتے رہنے کے پابند ہیں، چنانچہ:۔

كان ابو حنيفة يقول اذا	امام ابوحنیفہ فرماتے تھے، اگر خلیفے کا
مات الخليفة فالقاضي	انتقال ہو جائے تو قاضی اپنی قضات
على قضائه والوالي على	پر اور والی اپنی حکومت پر باقی رہتا
ولايته حتّٰى يغير له القائم	ہے جب تک خلیفے کا جانشین
بعده۔	اسے بدل نہ دے۔

(مناقب ابی حنیفہ للموفق ج ۱ ص ۸۸)

۱۷۲۔ اس مسئلہ کو قاتل حضرت عمرؓ کے بعض بے گناہ ہموطنوں کو قتل کر دیئے جانے اور ان شہداء کی عدم دار و گیر کے تاریخی واقعے کے باعث تھوڑی سی

---

[۵] اور یوں بھی عالم مادی میں "دو شاہان در اقلیمے نہ گنجند" صحیح ہو تو ہو عالم روحانی میں ایک سے زیادہ خلیفہ بلافصل ہونے میں کوئی امر مانع نہیں۔

Marfat.com

اہمیت تھی، اس لئے اس کا بھی ذکر کر دیا گیا۔[ا]

خاتمۂ کلام :-

۱۷۳۔ ظاہر ہے کہ دشمن کے اعتراف سے بڑھ کر نا طرفدارانہ اور دقیع شہادت کوئی اور ہو نہیں سکتی، اس لئے مذکورۂ بالا اصول اور نظریات پر عمل کے متعلق ہم اجنبیوں کے بیانات نقل کرتے ہیں۔

۱۷۴۔ خلافتِ راشدہ کے آغاز پر مسلمانوں کے ہاتھوں حکومتِ الٰہیہ کی جس توسیع کا آغاز ہُوا، اُس کا اوّلین ہدف عیسائیوں کی بیزنطینی سلطنت ہی۔ اس جنگی کارروائی کو شروع ہو کر پندرہ سال بھی نہیں گزرے تھے کہ حضرت عمرؓ

[ا] زبانِ عوام پر متداول تو یہی ہے کہ خلیفہ حضرت عثمانؓ نے حضرت عمرؓ کے قتل کے انتقام میں جو بے قصور لوگ قتل ہوتے تھے ان کے قاتل سے باز پرس نہ کی۔ لیکن ابن العربیؒ نے العواصم من القواصم (ص ۸۴) میں صورت حال اچھی طرح سے واضح کی ہے کہ تاریخ طبری (۱/۱۰ ۲۸) کے مطابق راست قاتل ابو لؤلؤ نے خودکشی کر لی۔ ابو لؤلؤ کو خنجر مہیّا کرنے والے ایرانیوں یعنی (مسلمان) ہُرمزان اور (عیسائی) جُفینہ کو بھی، اور ابو لؤلؤ کی کمسن بیٹی کو بھی حضرت عمرؓ کے بیٹے عبیداللہ نے جوشِ غضب میں جان سے مار ڈالا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے ہرمزان کے بیٹے کو جو بہ ظاہر غیر مسلم تھا، بلا کر کہا: "یہ عبیداللہ، تیرے باپ کا قاتل ہے اسے لے جا اور قصاص میں قتل کر لے۔" مگر اس نے کہا: "میں اللہ اور مسلمانوں کی خاطر قصاص سے درگزر کرتا ہوں۔" اس پر لوگ اتنا خوش ہوئے کہ اُسے اپنے ہاتھوں اور سروں پر بٹھا کر اس کے گھر تک پہنچایا۔ جفینہ نصرانی تھا اور ابو لؤلؤ کی بیٹی مجوسی تھی، ان کی حد تک قصاص نہیں بلکہ دیت عائد ہوتی تھی، اور یہ حضرت عثمانؓ نے اپنی جیب سے ادا کر دی۔ اس صورت حال میں حضرت عثمانؓ ہر کمزوری اور قانون شکنی کے الزام سے بالکل پاک اور بے داغ نظر آتے ہیں۔

Marfat.com

کے آخری زمانے یا حضرت عثمانؓ کے ابتدائی زمانے میں) ایک نسطوری پادری نے جو تاثرات سپردِ کاغذ کیئے تھے وہ اتفاق سے محفوظ ہیں:-

"یہ طائی (یعنی عرب) جن کو خدا نے آج کل حکومت عطا کی ہے، وہ ہمارے بھی مالک بن گئے ہیں۔ لیکن وہ عیسائی مذہب سے مطلق برسرِ پیکار نہیں بلکہ اس کے برخلاف وہ ہمارے دین کی حفاظت کرتے ہیں۔ ہمارے پادریوں اور مقدس لوگوں کا احترام کرتے ہیں اور ہمارے گرجاؤں اور کلیساؤں کو جاگیریں عطا کرتے ہیں[۵۱]۔"

۱۷۵۔ اسی طرح کی ایک اور شہادت زمانہ حال کے ایک متعصب رومن کیتھلک پادری نے "کلیسائی تاریخ و جغرافیہ کے قاموس" میں یوں دی ہے:

"مسلمان عربوں کو یعقوبی (جاکوبائٹ) عیسائیوں نے بھی اپنے نجات دہندوں کی حیثیت سے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ مسلمانوں کی سب سے اہم جدت جس کا یعقوبی عیسائیوں نے دلی خوشی سے استقبال کیا، یہ تھی کہ ہر مذہب کے پیروؤں کو ایک خود مختار وحدت قرار دیا جائے، اور اسی مذہب کے روحانی سرداروں کو ایک بڑی تعداد میں دنیاوی اور عدالتی اقتدارات عطا کیئے جائیں[۵۲]۔"

---

۵۱ پادری السمعانی کی:- Assemani, Bibl, órient. III 2, p. xcvi
نیز دخویہ کی فرانسیسی کتاب "فتح شام پر ایک یادداشت" DE GOEJE, Memoire, sur la conquete. de La Syrie, 2nd Ed.P. 106.

۵۲ فرانسیسی قاموس۔
Dict. d'Hist, et de Geographie, Ecclesiastiques, S.V. "Antioche" Par Karalevski

۱۷۶۔ یہ تو نورِ نبوّت سے براہِ راست منوّر ہونے والے عہدِ خلافتِ راشدہ کا ذکر تھا۔ اس کے صدیوں بعد کے دنیا دارانہ دور کے متعلق روسی مستشرق پروفیسر بارتولڈ لکھتا ہے :۔

"حروبِ صلیبیہ کے زمانے میں، ایک روسی مؤرخ کلیسا کے مطابق پادری اور عوام سب ہی کی یہ خواہش تھی کہ مسلمانوں کا جوا ان کے کندھوں پر واپس آ جائے بہ نسبت اس کے کہ لاطینیوں کا تسلط برقرار رہے[1]۔"

اسی طرح یونانی ادبیات کا مشہور مؤرخ کروم باخر تسلیم کرتا ہے :۔

"قسطنطنیہ کے سقوط کے عین ماقبل زمانے میں بیزنطینیوں کو لاطینی اہلِ مغرب سے کچھ اتنی شدید نفرت پیدا ہو گئی تھی کہ وہ اسلام سے نفرت پر غالب آ گئی تھی۔ اور بہ کثرت تالیفوں میں نہ صرف یہ سوال اٹھایا جانے لگا کہ "کیا مسلمانوں کے ہاتھوں میں پڑنا لاطینیوں کے ہاتھوں میں پڑنے سے بہتر نہ ہوگا" بلکہ اس سوال کا اثبات میں جواب دیا جاتا رہا[2]۔"

ایک اور مؤلف کے دلچسپ مشاہدے پر اس ذکر کو ختم کیا جاتا ہے۔ پروفیسر واکر نے قانون بین الممالک کی تاریخ لکھتے ہوئے یہ ملاحظہ پیش کیا ہے کہ متمدن اور مہذب سلطنتوں پر وحشیوں کا دھاوا بول دینا اور غالب آ کر

---

[1] جامعہ کلکتہ کا شائع شدہ روسی سے ترجمہ۔

Barthold, Mussalman Culture, p. 22

[2] جرمن تالیف۔

Krumbacher, Geschichte der Byzantinischen Literature. p. 49-50

Marfat.com

سلطنت و حکومت کے مالک بن جانا :-

"معاشرۂ انسانی کی تاریخ کا ایک عادتی واقعہ ہے لیکن جرمنوں، تاتاریوں وغیرہ وحشیوں کے برخلاف عجیب بات یہ ہے کہ عرب کے بدو جب یک بیک اپنے صحرائی براعظم سے بیرون میں امڈنے لگے (یعنی خلافتِ راشدہ میں) تو ان عربی فتوحات کو عام تصور کے وحشی فتوحات میں کسی طرح شامل نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ان "وحشی بدوؤں" میں پہلے ہی دن سے ان کے مفتوحوں سے بھی بڑھ کر تہذیب اور اخلاقِ حسنہ نظر آتے ہیں[1]۔"

۱۷۸۔ ہم اصول بھی دیکھ چکے اور اس کا اطلاق بھی لیکن یہ محض سرسری خاکہ ہے جو نقشِ اوّلین سے بڑھ کر نہیں۔ ضرورت ہے کہ زیادہ قابل اہلِ علم اس موضوع پر توجہ فرمائیں۔

۱۷۹۔ و اخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين ط

(معارف۔ اعظم گڑھ، دسمبر ۱۹۴۱ء)

---

[1] Walker, A History of the Law of Nations, vol. I, p. 73:

"Their success represents no Barbarian conquest

Byzantine Empire in Asia and Africa).

Marfat.com

اسلامی عدل گستری اپنے آغاز میں

"یہ مقالہ انجمن طیلسانیین (گریجویٹس) جامعۂ عثمانیہ کی تیسری سالانہ کانفرنس میں پڑھا گیا تھا۔ اس کا ترجمہ اگرچہ رسالۂ اسلامک کلچر (حیدر آباد) میں چھپ رہا ہے، لیکن اس اصل میں اس کے بعد متعدد چیزیں بڑھائی گئی ہیں[1]" (م ح ا)

۱۸۰۔ سلطنت حیدر آباد کی مجلس وضع قوانین[2] کے ضابطے اور عدالت عالیہ کے متعدد فیصلوں میں تسلیم کیا گیا ہے کہ ممالک محروسۂ سرکارِ عالی (حیدرآباد) کا اَن لکھا یا غیر موضوعہ قانون شریعتِ اسلام ہے۔ اسی بنا پر موجودہ[3] مملکت حیدر آباد کی عدل گستری کے اصول کو بہتر طور سے سمجھنے کے لئے ہمیں اسلامی عدل گستری کی ابتدائی تاریخ کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

۱۸۱۔ اسلام پہلے عرب سے شروع ہوا۔ عرب اپنی جاہلیت کے زمانے

---

[1] کچھ مزید چیزیں اوپر ف۱۵۸ تا ف۱۵۹ میں بھی ملیں گی۔

[2] ۱۸۹۴ء میں قائم شدہ اور دیسی ریاستوں میں سب سے پہلی (دیکھئے اخبار ہندو مدراس، مورخہ ۱۱ رفروری ۱۹۳۶ء ضمیمہ سلور جوبلی ص۵ مضمون راجہ کرشنما چار برسابق معتمد مجلس وضع قوانین و مشیر قانون حیدر آباد)۔

[3] یہ ۱۹۳۶ء کی بات ہے، پھر آں قدح بشکست.....

میں بھی عدل گستری کو جو اہمیت دیتے تھے اس کی شاہد، ویلہاوزن کے الفاظ[۵۱]
میں خود ان کی زبان ہے جس میں "حکومت کرنے" اور "مقدمے کا فیصلہ کرنے"
کے لیئے ایک ہی لفظ (حکم) پایا جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں حکومت کا اگر واحد
نہیں تو سب سے بڑا مقصد اور فریضہ عدل گستری سمجھا جاتا تھا۔ اسی طرح:۔

يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ ۔

"اے داؤد! ہم نے تجھے زمین میں نائب بنایا ہے۔ اس لیئے لوگوں میں حق طور سے فیصلے کیا کر"[۵۲]

سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم سے دیگر ممالک میں بھی عدل گستری کی اہمیت برابر
تسلیم کی جاتی رہی ہے۔ اسلام نے بھی اس کی اہمیت کو گھٹانے کی کوشش نہیں
کی بلکہ اسے انسانیت کا عین اقتضاء اور "خدا کی نیابت" کا پہلا فریضہ قرار دیا۔
چنانچہ یہ حکم دیا گیا کہ حق رسانی میں مدد دینے کے لیئے بن بلائے بھی آگے بڑھنا
اور اپنے معلومات کی حد تک سچ سچ گواہی دینا ہر شہری کے لیئے ضروری[۵۳] ہے۔

۱۸۲۔ قدیم عربوں کے پاس عدلیہ اور تنفیذیہ کے ادارے تو تھے، لیکن تشریعیہ
(یعنی ادارۂ قانون سازی) نہ تھا۔ یہ کمی اسلام نے آکر پوری کی۔ جیسا کہ آگے بتایا

---

۵۱ Ein Gemeinwesen ohne Obrigkeit, regieren heisst richten

حکومت کرنے کے معنی ہی ہیں انصاف کرنا۔

۵۲ قرآن مجید ۲۶/۳۸ (یہ ایک ابتدائی مکی سورت ہے)۔

۵۳ قرآن مجید ۶۵/۲، ۲۸۳/۲، ۱۴۰/۲، ۲۸۲/۲، ۳۰/۲۲، ۵۰/۱۶ تا ۲۱ وغیرہ وغیرہ۔

Marfat.com

جائے گا۔ عرب میں عدلیہ اور تنفیذیہ اگرچہ تھے لیکن بہت ہی ابتدائی حالت میں۔ ان میں اسلام نے جس کی تحریک و تبلیغ سنہ ۱۳ ق ھ مطابق ۶۱۰ء میں شہر مکّہ میں شروع ہوئی۔ رفتہ رفتہ اسلامی جماعت کے اغراض اور ضرورتوں کے لیئے پرانے عملدرآمد کی اصلاح و ترمیم کی اگرچہ بعض قدیم چیزیں جو بُری نہ تھیں برقرار بھی رہیں۔ خود رسول کریمؐ کا ارشاد ہے کہ اسلام میں زمانہ رجاہلیّت کی اچھّی چیزوں پر عمل کیا جائے[۵۱] گا۔

۱۸۳۔ اسلام سے پہلے عرب میں نفاذِ عدل کا جو نظام تھا اس کے سلسلے میں سب سے پہلے اس اِدارے کا ذکر کیا جا سکتا ہے جو خاص شہر مکّہ میں قائم کیا گیا تھا۔ جرہمی دَور میں اس کا آغاز ہُوا، مگر اس وقت کی زیادہ تفصیلیں ہم کو معلوم نہیں ہیں۔ حرب فجار کے بعد اس ادارے کو دوبارہ زندہ کیا گیا اور اس کی حلف گیری کے ابتدائی جلسے میں اس ہونہار نوعمر نے باوجود کم سنی کے بڑے ذوق و شوق سے حِصّہ لیا تھا جسے کچھ دنوں بعد دنیا پیغمبر اسلام کے محترم نام سے جاننے لگی۔ اس "حِلف الفضول" میں ایک رضا کار جماعت شریک ہوئی جس کا مقصد حدودِ شہر میں ہر مظلوم کی۔ خواہ وُہ شہری ہو یا کہ اجنبی، مدد کرنا اور اس وقت تک چین نہ لینا تھا جب تک ظالم حق رسائی نہ کرئے[۵۲]۔ نبوّت ملنے کے بعد بھی آنحضرتؐ

---

۵۱ مسند ابن حنبل (ج ۳ ص ۴۲۵) میں ایک طویل حدیث ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام میں زمانہ رجاہلیّت کی اچھی چیزوں پر برابر عمل کیا جاتا رہے گا۔

۵۲ سیرت ابن ہشام ص ۸۵ تا ۸۶۔ روض الانف للسہیلی ج ۱، ص ۹۰ تا ۹۴۔ طبقات ابن سعد ج ۱/۱، ص ۸۲۔ مسند احمد ابن حنبل، ج ۱ ص ۱۹۰۔ نیز محمد بن حبیب کی کتاب المحبّر اور کتاب المنمق، بر موقع۔ نیز او پر ف ۴۷۔

Marfat.com

اس جماعت کے کام میں فاعلانہ حصّہ لیتے اور اس پر فخر کرتے تھے۔

۱۸۴۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس "حلف الفضول" کی دہائی سے بڑے بڑے سرکش گھبراتے تھے، اور اس رضاکار جماعت نے جس نیک کام کا بیڑا اٹھایا تھا اسے وہ عہد بنی امیہ کی ابتدار تک انجام دیتی رہی۔ نئے ارکان کے بھرتی نہ کیے جانے کے باعث ابتدائی ارکان کے مرجانے پر یہ ادارہ آخر برخاست ہوگیا۔

۱۸۵۔ یہ تو غیر معمولی اور خصوصی طریقہ تھا۔ معمولی اور عام طور سے انصاف ستانی اور فیصلہ یابی کے ملک میں تین مسلمہ طریقے تھے:۔

۱۸۶۔ (ا) سب سے پہلے قبیلہ واری پنچ تھے۔ جب باہمی گفت وشنید سے معاملہ طے نہ ہوتا تو مستغیث اور ملزم (یا مدعی اور مدعا علیہ) ان قبیلہ واری پنچوں کے سامنے حاضر ہوتے، جن کا فیصلہ قطعی ہوتا۔ اور بہت سی صورتوں میں جُرم کو اصطلاحی الفاظ میں "دفن" کر دیا جاتا اور پھر اسی بنیاد پر انتقام طلبی جائز نہ ہوتی۔

۱۸۷۔ (ب) اگر اندرونی طور سے یوں فیصلہ نہ ہوسکتا، اور خاص کر اگر کسی قبیلے کی الگ الگ شاخوں سے تعلق رکھنے والے افراد میں جھگڑا ہوتا تو کاہنوں سے رجوع کیا جاتا۔ "کاہن" عبرانی زبان میں اور یہودیوں کے ہاں عبادت گاہوں کے منتظم

ف۱ علاوہ اس قول کے (دیکھیے حوالہ بالا) کہ "اگر مجھے اس کی دہائی دے کر بلایا جائے تو میں اب بھی مدد کو مدد دوں" یہاں اراشی شخص کے واقعے کا حوالہ دیا جا سکتا ہے جس کا ابنِ ہشام میں صفحہ ۲۵۷ تا ۲۵۸ پر ذکر کیا گیا ہے، اور جو زمانہ نبوت سے متعلق ہے۔

ف۲ صبح الاعشیٰ للقلقشندی ج ۱۳ ص ۳۵۲۔

ف۳ یہ ایک عبرانی لفظ کا معرب ہے۔ سہیلی کی الروض الانف (۱/۱۳۴) کے مطابق اس کے لغوی معنے "نگران مددگار" کے ہوتے ہیں۔

Marfat.com

کو کہتے ہیں۔ ابتداءً لوگ ان مذہبی پیشواؤں کی غیر جانبداری اور بے لاگ فیصلوں کی توقع میں ان سے رجوع کرتے ہوں گے۔ یہ عرب کاہن بھی یونانی مندروں کے پجاریوں کی طرح عموماً ذومعنیٰ اور مسجع و مقفا عبارت میں اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے۔ غالباً یہ صحیح نہیں کہ عرب کے کاہن سب کے سب یہودی رہے ہوں۔ بہرحال عرب میں کچھ لوگ غیب دانی کے مدعی پائے جاتے تھے، اُن کو کاہن کہا جاتا تھا۔ مشکل مقدموں میں ان سے رجوع کیا جاتا اور پرانے قصوں کے مطابق بعض وقت وہ فریقین سے ایک لفظ بھی سُنے بغیر صحیح صحیح فیصلہ گنگنانا شروع کر دیتے۔ ان فیصلوں کی عدم تعمیل پر کسی قوت تنفیذیہ کے تدارک کی عدم موجودگی کے باوجود لوگوں کے توہمات ہی تہدید کا کام دیتے۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں لفظ "کاہن" کے تحت لکھا ہے کہ "اپنی خانگی حیثیت میں کاہن خاص کر جھگڑوں اور ہر طرح کے قانونی مسائل میں فیصلہ کنندوں کا کام دیتے۔ غرض "کاہن" اور "حَکَم" کے تصورات باہم بہت قریبی تعلق رکھتے ہیں (الحُطَیئہ نظم ۱۷ ابیت ۷۔ نیز الابشیہی مطبوعہ قاہرہ سنہ ۱۳۲۱ھ ج ۲ ص ۷۳) ان کے فیصلوں کو ایک طرح خدائی فیصلہ سمجھا جاتا جن کے خلاف کوئی مرافعہ نہ ہو سکتا۔ کہتے ہیں کہ یہ لوگ رنگین لباس نہیں پہنا کرتے تھے۔ (الکاہن لا یلبس المصبغ)۔

---

۵۱ مثلاً دیکھیے صبح الاعشیٰ ج ۱ ص ۳۹۸ تا ۳۹۹۔

۵۲ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، تحت "کاہن"۔ نیز سیرۃ ابن ہشام، ص ۳۶، بیان جاحظ ۱/۱۱۲۔

۵۳ امیل تیان کی فرانسیسی تالیف "ممالک اسلامیہ کی تاریخ نظام عدلیہ" جلد اوّل ص ۲۸۔ (وہاں حوالہ واضح نہیں ہے، غالباً بحوالہ جاحظ)۔

Marfat.com

۱۸۸۔ زمزم کا چشمہ دریافت کرنے کے بعد اس کی ملکیت کا تسویہ کرانے کیلئے عبدالمطلب اور دیگر مکے والے ایک کاہن کے پاس گئے تھے۔ عبدالمطلب نے اپنے ایک بیٹے کی قربانی کی منت مانی تھی۔ اس سے چھٹکارا پانے کی تدبیر معلوم کرنے کے لئے بھی ایک کاہنہ عورت ہی سے رجوع کیا گیا تھا۔ اس قسم کی نظیریں بکثرت عربوں کی تاریخ جاہلیت میں مل سکتی ہیں۔

۱۸۹۔ (ج) تیسرا اور شاید سب سے اہم ادارہ "تحکیم" کا تھا۔ عامر بن الظرب العدوانی کے پاس عربستان کی ہر جگہ سے تحکیم کے لئے مقدمے اس کی عمر بھر آتے تھے[۵]۔ قبیلہ تمیم کے سرداروں کا موروثی طور پر پورے عرب کا حکم ہوا کرنا عربیات کا ہر طالب علم جانتا ہے (مثلاً مرزوقی جلد ۲ ص۱۶۷) بازار عکاظ میں تو کثرت کار کے باعث دو سردار ہونے لگ گئے تھے جن میں سے ایک خالص عدالتی کام کے لئے مخصوص تھا (نقائض جریر و فرزوق ص۴۳۸)۔ یہ سردار سال میں ایک بار کسی بڑے میلے مثلاً عکاظ میں جاتے اور اس جگہ دیوانی اور فوجداری ہر قسم کے مقدمات کو سن کر فیصلہ کرتے۔ لوگ ان "عدالتوں" کے اجلاس کے انتظار میں رہتے اور دور دور سے آتے۔ (نقائض جریر ص۱۳۹)۔

علاوہ اور مسائل کے قرض کے مقدمات کی بھی یہاں نظیر ملتی ہے (کتاب الاغانی ۱۹/۴۷)۔ یہاں جگ ہنسائی کا خوف اور حکم کے پس پشت پورے میلے کی اخلاقی قوت تہدید کا کام دیتی۔ ان موروثی حکموں میں سے چند کا ذکر

---

[۵] البدایہ والنہایۃ لابن کثیر ج ۲ ص ۲۰۶، سیرۃ ابن ہشام ص ۷۸ تا ۷۹، الاشتقاق لابن درید ص۱۶۴

"تحاکموا الیہ حتی خرف وھو الذی قرعت لہ العصا"۔

نیز اغانی ۳/۸۹ (طبع جدید)۔

ابو عبیدہ وغیرہ نے کیا ہے[۵۱]۔ اور ابنِ قتیبہ[۵۲] نے لکھا ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی کی عادت تھی کہ ایک دن اپنے ذاتی معاملات پر توجہ کرتا، ایک دن شعر شاعری کے علمی جلسوں میں حصّہ لیتا، اور ایک دن "حکَم" بن کر جھگڑے چکاتا۔ (ابن حبیب المحبّر، ص ۱۳۵)۔ ذو الاِصبع بھی، جس نے کہتے ہیں کہ تین سو برس کی عمر پائی، اپنے زمانے میں حَکَم تھا (سہیلی الروض الانف ۱/۸۸) حتیٰ کہ ابو سفیان بھی (غالباً حج کے زمانے میں منیٰ میں) اس خصوصیت کے ساتھ کہ وہ اور اس کا یارِ غار ابو اُزَیہر الدوسی دونوں مل کر ایک ڈیرے میں بیٹھتے، اور آنے والوں کا مشترکہ طور پر قضیہ چکاتے۔ (ابنِ حبیب، المنمق، ص ۲۳۵) قدیم ترین عربی حَکَم غالباً نجران والا الافعیٰ بن الحصین ہے جو نزار بن مَعَد بن عدنان کا ہم عصر تھا — (المحبّر لابن حبیب، ص ۱۳۲)۔

قبیلہ واری حَکَم بھی ہوتے تھے، چنانچہ خود شہری مملکتِ مکّہ کے دس اداروں میں سے ایک حَکَم کا بھی[۵۳] تھا۔ وقتی طور پر بھی کسی کو حَکَم بنایا جاسکتا تھا۔ چنانچہ قصّی اور قُضاعہ کی جنگ میں بنی کنانہ کے ایک فرد شداخ کو حَکَم بنایا گیا[۵۴] تھا۔ زمانہ

---

۵۱ نقائض جریر و فرزدق ص ۱۰۵، ۱۳۹، ۲۰۸، ۲۴۰ وغیرہ۔ نیز کتاب الازمنۃ والامکنۃ للمرزوقی جلد ۲ صہ۲۲ تا صہ۲۷۔ اشتقاق ابن درید صہ۱۷۲ (ہرم بن قطبہ کے متعلق المحبّر لابن حبیب ص ۱۳۵ میں لکھا ہے کہ عامر بن الطفیل اور علقمہ بن علاثہ نے اسی سے رجوع کیا تھا)۔

۵۲ کتاب المعارف بر موقع۔ نیز مرزوقی صہ۲ صفحہ ۷۹ تا ۸۰۔

۵۳ عقد الفرید لابن عبد ربہ ج ۲ ص ۴۵ تا ۴۶۔ نیز ابن حبیب کی کتاب المحبّر کا باب "قریش کے حَکَم" صہ۱۳۲ و ما بعد۔

۵۴ ابن کثیر کتاب مذکور ج ۲ ص ۲۰۷۔ ابنِ ہشام صہ۷۹ تا ۸۰ (نجران کے ایک عیسائی سردار کی عدالتی مرجعیت کے لئے اشتقاق ابن درید صہ۲۱۸)۔

Marfat.com

جاہلیت کے ان حکموں میں ایک نے مقدمے کی سماعت اور فیصلے کی غرض سے اپنے لئے لکڑی کا ایک تخت نشست گاہ کے طور پر بنایا تھا جس پر سائبان یا چھتر کے طور پر لکڑی ہی کا ایک قبہ تھا۔

اسی لئے اس کو ذوالاعواد (لکڑیوں والا) کہنے لگے[۵۱] لیکن یہ خصوصی صورت ہے ورنہ عام طور پر یہ حکم کمبل اوڑھے، عمامہ باندھے اور شاید کسی درخت کے تنے سے ٹیک لگائے فیصلہ صادر کیا کرتے تھے[۵۲] منافرت، مفاخرت، میراث چشموں کی ملکیت، خونی مقدمات، غرض ہر قسم کے مسائل میں ان حکموں سے رجوع کیا جاتا[۵۳] عرب میں بنو الدیان کا ایک قبیلہ ہی تھا۔ ان کے جدِ اعلیٰ کو بھی

---

۵۱ ابن حبیب کی کتاب المحبر (مطبوعہ حیدرآباد) ص۱۳۴۔ نیز تاریخ یعقوبی جلد اول، حکام العرب۔

۵۲ مزید تفصیلوں کے لئے دیکھئے:۔

Emil Tyan, Histoire de l' organisation judiciare En Pays d' Islam, Paris, 1938 Vol. I, in loco

درخت حکیم کے لئے نقائض جریر و فرزدق ص۱۳۲۔ حکم کی ادنیٰ پوشاک کے لئے بیان جاحظ (۲/۶۶: الحکم لایفارق الوبر)۔ "السید المعمم" اور "العمائم تیجان العرب" سے بھی استنباط کیا جا سکتا ہے۔

۵۳ تاریخ یعقوبی جلد ۱ ص۲۹۹۔

خونی مقدمات کی مزید نظیروں کے لئے دیکھئے اشتقاق ابن درید ص۲۶۶، معارف ابن قتیبہ ص۸۹، اغانی ۳/۱۹۔

مالی معاملات کے نظائر کے لئے نویری کی نہایۃ الادب ۳/۱۲۹، معارف ابن قتیبہ ص۹۲، ۹۶۔

سیرۃ ابن ہشام ص۸۷۔ آبرو، مفاخرہ وغیرہ کے لئے نویری ۳/۱۲۷، اغانی ۱/۱۴۲، مستطرف الشیبی ۲/۴، بیان جاحظ ۱/۱۱۷۔ نیز عبدالمطلب کی مفاخرت اور حمیت کے لئے محمد بن حبیب کی (باقی اگلے صفحہ پر)

عدل گستری سے ضرور کوئی تعلق رہا ہوگا۔

۱۹۰۔ یہ تو اس زمانے کا ذکر ہے جب عرب میں اسلام شروع ہونے کو تھا۔ یہ نظام بھی کچھ ترقی یافتہ نہیں کہا جا سکتا لیکن خود اس حالت تک پہنچنے کے لئے بھی عرب میں کم و بیش وہی ارتقا عمل میں آیا ہوگا جو اور ملکوں میں۔ یعنی فطری احساسِ مدافعت نے شروع میں خود انتقامی کی سُجھائی ہوگی جس میں ملزم ورنہ اس کے قریبی رشتہ دار بیٹے بھائی وغیرہ سے بھی بدلہ لیا جاتا تھا۔ (اس سلسلے میں جنگ تغلب کی نظیر سے کون واقف نہیں) اس کے بعد اندرونِ قبیلہ جُرم یا تعدّی، داخلی امن قائم رکھنے، جھگڑا چکانے، ظالم کو سزا دینے اور مظلوم کی فریاد رسی کرنے کے لئے خود قبیلہ اپنے سرداروں یا انصاف کے لئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) کی کتاب المحبّر ص ۱۷۳ اور کتاب المنمق ص ۹۴ تا ۹۸۔

ایسی بھی نظیریں ملتی ہیں کہ لوگوں نے حَکَم بنائے جانے سے انکار کیا ہو اور یکے بعد دیگرے متعدد لوگوں سے درخواست کے بعد بالآخر کسی نے قبول کیا ہو۔ مثلاً اغانی ۱۵/۵۷، نقایض جریر ص ۱۳۹، اشتقاق ابن دُرید ص ۱۷۳۔ یا عبدالمطلب نے اپنے رشتہ دار حرب بن امیہ کے خلاف حبش کے بادشاہ نجاشی کو پنچ بنانا چاہا مگر بادشاہ نے اُسے قبول نہ کیا۔ (ابنِ حبیب، المنمق، ص ۹۴ تا ص ۹۵)۔

عورتیں بھی حَکَم بنتی رہی ہیں۔ عامر بن الظَّرِب کی بیٹی، "من حکیمات العرب" کہلاتی تھی۔ عورتیں کاہنہ بھی ہوتیں جیسا کہ اُوپر مذکور ہُوا۔

یہاں کے اکثر حوالوں کے لئے میں امیل تیان کی مذکورہ فرانسیسی تالیف کا ممنون ہوں۔ ایک مزید دلچسپ مثال: مدینے کے عیسائی راہب ابو عامر کی میراث میں قیصر روم نے تحکیم کی۔

(ابن ہشام۔ ص ۴۱۲)

Marfat.com

مقررشدہ خصوصی افسروں کے ذریعے سے دخل دہی کر کے عدل گستری کرنے لگا ہوگا۔ یہ شروع میں "آنکھ کے بدلے آنکھ" سے کم نہ ہوتا ہوگا۔ لیکن رفتہ رفتہ جب بعض صورتوں میں ضرر کی مالی یا رقمی قدر و قیمت، کی جانے لگی اور بالآخر متعین بھی ہوگئی تو ملزم کے سماجی درجے، عمر اور جنس کے لحاظ سے فرق بہرحال باقی اور جاری رہا ہوگا۔ چنانچہ اس کی نظیریں عام طور سے ملتی ہیں کہ کسی طاقتور قبیلے کے فرد کا خونبہا معمولی قبیلے کے فرد سے مثلاً دگنا ہوتا (ابن ہشام ص ۲۱۰) یا آزاد فرد کا قاتل غلام ہوتا تو غلام سے قصاص لینا ناکافی سمجھا جاتا اور غلام کے مالک یا کسی اور آزاد رشتہ دار کا سر مانگا جاتا۔ یا کوئی آزاد کسی غلام کو قتل کرتا تو قاتل کا قصاص گوارا نہ کیا جاتا بلکہ کوئی کم تر معاوضہ دیا جاتا۔ یہی حال عورت کا بھی تھا۔ اور اسی قاعدے کو قرآن نے اسلامی دور میں منسوخ کیا:۔

"اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی۔ (۲: ۱۷۸)

"آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت ہی قتل کیے جائیں (نہ کم نہ زیادہ)۔

۱۹۱۔ یہ سب سزائیں تو اس وقت دی جا سکتی تھیں جب ملزم، قبیلے کی دسترس میں ہوتا۔ اگر ملزم فرار ہو جاتا تو یہ محدود وسائل والے، خانہ بدوش، بعض صورتوں میں خاص کر بین القبائل جرم کے موقع پر، ملزم کو "طرد" یعنی جات باہر کر دیتے اور وہ اپنے قبیلے کی ہر قسم کی اخلاقی و مادی مدد سے محروم ہو کر اپنی حفاظت خود ہی تنہا کرنے پر مجبور ہو جاتا اور اکثر بے بسی و بے کسی سے غربت میں جان دیتا۔ ممکن ہوتا تو وہ دور دراز کے کسی اجنبی قبیلے میں جا کر پناہ گزیں ہوتا اور انھیں سے بھائی چارہ کر کے انھیں کا ایک فرد بن جاتا۔ ایسے لوگ دخیل، مولا اور حلیف کے مختلف ناموں سے موسوم ہوتے۔ اور یہ اس زمانے کا طریقۂ توطن

Marfat.com

(Law and mode of domicile and naturalisation)
تھا۔

۱۹۲۔ اب تک صرف تاریخی پس منظر پیش کیا گیا۔ اس کے بعد، جیسا کہ بیان ہوا، ۶۱۲ء سے اسلام شروع ہوا۔ اس کے آغاز اور ترقی سے یہاں بحث نہیں۔ البتہ یہ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کی ذات، ہجرت سے پہلے اور بعد، زندگی بھر، اپنے پیروؤں کے لئے انتہائی اور اعلیٰ ترین عدالت کا کام دیتی رہی۔ لیکن ایک واقعی مملکت کی بنیاد، ہجرت کے بعد ہی پڑی۔ ہجرت کر کے مدینہ آتے ہی آنحضرتؐ نے فوراً اپنے عدالتی حقوق و فرائض کا تعین فرما دیا تھا۔ اور ہماری خوش قسمتی سے یہ دلچسپ اور اہم دستاویز بجنسہٖ و بلفظہٖ ہم تک نقل ہوتی آئی

---

۵۱ یاد رہے کہ دخیل، مولا اور حلیف افراد کا یہ طبقہ (جسے دیگر اصلی افرادِ قبیلہ سے عام حقوق کچھ کم حاصل ہوتے مثلاً وہ کسی اجنبی کو اپنی پناہ میں نہ لے سکتا جیسا کہ ابنِ ہشام نے سیرۃ رسول اللہ کے صفحہ ۲۵۱ پر بیان کیا ہے) صرف ان فرار شدہ پناہ گزینوں ہی پر مشتمل نہ تھا بلکہ اس میں آزاد شدہ غلام اور غیر قبائل بلکہ غیر عرب کے عام افراد بھی باہمی رضامندی سے شریک ہوتے تھے۔ اور یہ رواج اسلام نے بھی بہت کچھ باقی رکھا اور غیر کو عرب بنانے میں اس سے عرب مسلمانوں نے بڑی مدد لی۔

۵۲ ابنِ ہشام ص ۳۴۱ تا ۳۴۴۔ کتاب الاموال لابی عبید فقرہ ۵۱۸ ص ۲۰۲ تا ۲۰۵۔ ابنِ کثیر ج ۳، ص ۲۲۴ تا ۲۲۶۔ نیز ابن سید الناس وغیرہ۔ دیکھو اوپر ف۹۳ و مابعد۔

۵۳ ہابس، روسو وغیرہ کے "معاہدۂ عمرانی" میں بادشاہت اور مملکت کا آغاز بیعت کے ذریعے سے ہوا ہونا قیاس کیا گیا ہے۔ بیعتِ عقبہ اور زیرِ ذکر معاہدے کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ چاہے اور بستیوں میں بھی یہی طریقہ رہا ہو یا نہ ہو، اسلام میں واقعی یہی ہوا۔ کوئی تعجب نہیں جو اِن اہلِ یورپ کے قیاس کا ماخذ یہی اسلامی بیعتیں رہی ہوں۔

ہے۔ اسے سب سے پہلی اسلامی مملکت کا دستور اور آئین کہا جا سکتا ہے۔ (دیکھئے اوپر، باب متعلقہ "دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور")۔

۱۹۲۔ اس تاریخی دستاویز کے دو حصے ہیں۔ فقرہ ۱ تا ۲۲ میں مہاجرین اور انصار کی وحدتوں کا ذکر ہے اور فقرہ ۲۴ تا ۴۷ میں ان قواعد کا ذکر ہے جو مضافات مدینہ میں بسنے والے حلیف یہودی قبائل اور بستیوں سے متعلق تھے۔ ان ہر دو حصوں کے عدالتی فقرات کی تحلیل یہاں بے محل نہ ہوگی:۔

— "حسب سابق ہر قبیلہ انصار اپنے افراد کے مالی مواخذہ جات کا اجتماعی طور سے ذمہ دار ہوگا۔ اگر کوئی فرد دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہو تو اس قیدی کے قبیلے کے سب افراد مل کر فدیہ ادا کریں گے" (ف ۴ تا ۱۱)

— "اس سلسلے میں انصار کے قبائل تو معین تھے۔ لیکن مہاجرین مکہ سب مل کر ایک قبیلہ تصور کئے جائیں گے" (ف ۱۲)۔

— انصاف رسانی متضرر کے ہاتھوں میں نہیں رہے گی۔ بلکہ وہ پوری جماعت مسلمانان کا فریضہ سمجھی جاتے گی۔ اور اس میں کسی رشتہ داری اور قرابت کے باعث پاس و لحاظ نہیں کیا جاتے گا۔ (ف ۱۳)۔ اور کسی قاتل یا مجرم کو کوئی شخص پناہ نہیں دے سکے گا۔ (ف ۲۲)۔

— کسی مسلمان کا قتل عمد سزائے موت کا مستوجب ہوگا۔ البتہ مقتول کے ولی مسلمان ہوں تو وہ قاتل کے مسلمان ہونے کی صورت میں قصاص[۱]

---

[۱] ملاحظہ ہو یہ کہا گیا کہ "وہ قصاص کا مطالبہ نہ کریں" اور یہ نہیں کہا گیا کہ "وہ مطالبہ نہیں کر سکتے" اس پر طویل اور اہم بحث کہ غیر مسلم ذمی کے قصاص میں مسلمان کو قتل کیا جا سکتا ہے۔ فعل نبوی بھی ابن رشد کی ہدایۃ المجتہد میں "کتاب القصاص" میں مذکور ہیں۔ حنفی مذہب بھی یہی ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

کا مطالبہ نہ کریں گے (ف ۱۴)۔
— ہر قسم کے جھگڑے کے لئے آنحضرتؐ کا فیصلہ قطعی اور آخری ہوگا (ف ۲۳)۔
اسی طرح یہودیوں سے جو دفعات متعلق ہیں ان میں بیان کیا گیا ہے کہ:۔
— فدیہ، دیت، ولاء اور جوار کے ادارے حسب سابق برقرار رہیں گے۔
(ف ۲۵۔ ۳۱۔ ۳۵۔ ۴۰)
— مگر کوئی شخص قریش اور اُن کے مددگاروں کو اپنے جوار یعنی پناہ میں لینے کا مجاز نہ ہوگا (ف ۴۳)۔
— عدل گستری ایک مفاد عامّہ کا معاملہ ہے اور کوئی شخص خود اپنے رشتہ داروں کی بھی پاسداری نہ کر سکے گا۔ (ف ۳۶/ب، ۳۱)۔
— آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر قسم کے جھگڑوں میں آخری فیصلہ کریں گے (ف ۴۲)
۱۹۴۔ دیگر جزئی تفصیلوں کو یہاں نظر انداز کیا جا سکتا ہے۲۔ گو اس عظیم الشان اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) اور مذکورہ ممانعت حربیوں سے متعلق کی جاتی ہے۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ اس کے ساتھ ملاحظہ ہو قرآن مجید (۳۶/۳۳)۔ "وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا۔ (یہ سورۂ احزاب کی آیت ہے جو مدنی ہے) قبیلہ داری، افراتفری کی جگہ مرکزیت پیدا کرنے کے لئے علاوہ ایک خاص شخص کو ہمہ گیر حکمران تسلیم کرنے کے مرکزی حکومت کو زکات (جائداد کی ٹیکس) دینا اور مرکزی حکومت کی جبری فوجی خدمت (بذریعہ جہاد) اور مرکزی حکومت کے تمام قوانین کی تعمیل میں تین اہم اصول اختیار کئے گئے تھے۔ نتیجہ کی کامیابی کسی تذکرے کی محتاج نہیں۔

۲ اس دستاویز کی غیر معمولی اہمیت کے باعث متعدد مؤلفوں نے اس سے خصوصی بحث کی ہے جس کی تفصیل اوپر متعلقہ باب میں دی جا چکی ہے اس لئے یہاں حذف کی جاتی ہے۔

انقلابی اصلاح کی جانب خصوصی دوبارہ اشارہ کرنا بے محل نہ ہو گا کہ انفرادی انتقام جوئی کی جگہ مرکزی عدل گستری کا ادارہ وجود میں آگیا۔ اور یہ اختیار افراد ہی نہیں قبائل سے بھی چھین کر حکمرانِ وقت کے سپرد کیا گیا جو تفتیش اور غیر جانبداری کا پابند تھا۔

۱۹۵۔ اس موقع پر یہ بیان کرنا بے محل نہ ہو گا کہ کم از کم اہل کتاب غیر مسلموں کے مقدموں میں آنحضرت صلعم ان کے شخصی قانون ہی کے مطابق فیصلہ فرماتے تھے۔ چنانچہ یہودیوں کے تین مقدموں کا اکثر مؤرخوں نے ذکر کیا ہے جن میں توریت پر عمل کرایا گیا[1]۔ قرآن مجید میں اس مسئلے سے کافی طویل بحث کی گئی ہے اور حکم دیا

---

[1] پہلے مقدمے کے لیے دیکھئے بخاری ۲۶:۱۶ – ۹۵:۵۱۔ ابن ہشام ص ۳۹۳ تا ۳۹۵۔ ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۲۔ التنبیہ للمسعودی ص ۲۴۷۔ بہ صراحت کہ یہ ۴ھ میں پیش آیا تھا۔ دوسرے مقدمے کیلئے تفسیر طبری جلد ۲، ص ۴۴ تا ۵۰۔ نیز بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابنِ ماجہ، نسائی دارمی، احمد بن حنبل وغیرہ جن کے صفحوں کے حوالے فنسنک کی مفتاح کنوز السنۃ میں لفظ قصاص کے تحت مل جائیں گے۔ تیسرا مقدمہ بنی قریظہ کے قیدیوں سے برتاؤ کے متعلق ہے۔ اور سارے ہی کتب حدیث و سیرت میں اس کا ذکر ہے۔ دیکھو خاص کر مسند ابن حنبل ۶/۱۴۲، مقریزی کی امتاع الاسماع ۲۴۶ تا ۲۴۷۔ اول الذکر مقدمے میں مسلمان مؤلفوں نے اس الزام کو دہرایا ہے کہ یہودیوں نے توریت کی تحریف کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ زنا پر رجم کی سزا کا حکم یہودیوں نے چھپا دیا تھا۔ اس کا ثبوت اب دیگر ذرائع سے بھی ملتا ہے۔ چنانچہ ایک یہودی شرقیاتی پروفیسر ڈاسے کی تالیف جوئش فاؤنڈیشن آف اسلام) ہی نے یہ ناقابلِ تردید ثبوت ڈھونڈھ نکالا ہے کہ ایک زانیہ کے گرفتار ہو کر آنے پر حواریوں نے حضرت عیسٰی سے پوچھا توریت میں تو اس کی سزا رجم ہے۔ اب آپ کیا حکم دیتے ہیں (دیکھئے انجیل یوحنا ۸/۵) توریت کے موجودہ ایڈیشن اس حکمِ رجم سے یکسر خالی ہیں وہاں سادہ "سزائے موت" کا ذکر ہے۔ دیکھو توریت میں باب LEVITICUS (۲۰/۱۰)۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

گیا ہے کہ یہودی توریت پر عمل کریں تو نصرانی انجیل پر، اور مسلمان قرآن پر۔ اور یہ کہ خدا ہی نے ہر ایک کو الگ الگ شریعتیں دی ہیں ورنہ اگر وہ چاہتا تو سب کو ایک ہی "امت" بنا دیتا۔[۵۱] آنحضرت کا یہ طرزِ عمل بعد میں مستقل قانون بن گیا کہ غیر مسلم رعایا

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) :- بہرحال پہلے مقدمے میں فریقین یہودی تھے، اور دوسرے اور تیسرے میں صرف مدعیٰ علیہ یہودی تھے۔ پہلا مقدمہ زنا محصنہ کا تھا، اور خود آ کر یہودی آنحضرت سے رجوع ہوتے تھے۔ دوسرے مقدمے میں ایک یہودی نے ایک عرب (مسلمان) لونڈی کو اس کے زیور کی چوری کے لئے بڑی بے رحمی سے قتل کیا تھا۔ اور توریت کا قانون قصاص (کتاب خروج ۲۱/۲۳ تا ۲۵۔ لیوی ٹیکس ۲۴/۱۹ تا ۲۰۔ استثنیہ ۱۹/۲۱) نافذ کیا گیا، یعنی مماثل طور سے قتل کیا گیا۔ تیسرے مقدمے میں اسلامی حکومت کی ایک جنگ کے زمانے میں ان لوگوں نے غداری کی تھی، آخر جب انھوں نے ہتھیار ڈالے تو اُن کے مردوں، عورتوں اور بچوں کے متعلق توریت (استثنیہ ۲۰/۱۰ تا ۱۴) پر عمل کرنے کا خود اُن کے اپنے چنے ہوئے حکم نے فیصلہ کیا۔ اس تحکیم کو سُن کر آنحضرتؐ نے فرمایا: "یہ فیصلہ خود خدا نے سات آسمانوں کے اوپر سے کیا ہے"۔ ہالینڈ کے مستشرق WENSINCKI نے جرمن رسالہ DER ISLAM (۲/۲۸۹) میں رائے زنی کی ہے کہ "بنی النضیر کے یہودیوں سے آنحضرتؐ نے نرمی کا برتاؤ کیا تو انھوں نے وحشتناک جنگِ خندق برپا کرادی۔ اب اگر بنی قریظہ سے بھی نرمی کی جاتی تو جو کچھ بڑا تھا"۔ یوں بھی قینقاع اور بنی النضیر پر احسان، اور بنی قریظہ کیساتھ عدل کے باعث اسلامی قانون میں لچک پیدا ہوگئی۔ ورنہ اگر سنتِ نبوی غیر متغیر رہی ہوتی تو مسلمانوں کیلئے اس کی خلاف ورزی دشوار ہو جاتی۔ نجران کے عیسائیوں سے آنحضرت نے جو معاہدہ کیا تھا (اور جس کا متن ابن سعد وغیرہ میں ہے)، اس میں بھی ان کی داخلی عدالتی خود مختاری برقرار رکھی گئی تھی۔

(حاشیہ صفحہ ھٰذا)

۵۱ قرآن مجید ۵: ۴۲ تا ۵۰۔

Marfat.com

اور مستامنوں سے ان کا شخصی قانون ہی متعلق ہو۔ اور اس غرض کے لئے خصوصی عدالتیں بنائی جائیں۔ چنانچہ خلافت راشدہ میں اس چیز نے خاصی ترقی کر لی تھی، اور ان ملی عدالتوں کے حکام بھی ہم ملت ہی مقرر ہوتے تھے۔ ممکن ہے اس میں یہ مصلحت بھی پوشیدہ ہو کہ سخت تر شخصی قانون والی "ملتیں" ہمسایہ و ہم شہری مسلمانوں کی "الحنیفیۃ السمحاء" کی سہولتوں کو دیکھ دیکھ کر اپنے سکون کے لمحوں میں اس کو قبول کرنے کی خاموش ترغیبیں پاتی رہیں۔ بہرحال ایک ابتدائی اور فوری اور بہت اہم فائدہ اسلامی مملکت کو اس سے یہ پہنچا کہ جدید مفتوحہ علاقے میں اقلیتوں کی — جن پر وہاں کی سابق حکومت سخت مظالم توڑا کرتی تھی — پُرخلوص تائید حاصل ہوگئی، جس سے اس کو اپنی تازہ فتح کے مستحکم اور مکمل کرنے میں کافی مدد ملی۔ چنانچہ مشہور پادری کارالفسکی لکھتا ہے:-

"علاوہ یہودیوں کے جن پر بہت سخت مظالم ہو رہے تھے.... یعقوبی عیسائیوں نے بھی عربوں کو اپنے نجات دہندوں کی حیثیت سے ہاتھوں ہاتھ لیا...... مسلمانوں کی سب سے اہم جدت جس کا یعقوبی عیسائیوں دلی خوشی سے استقبال کیا۔ یہ تھی کہ ہر مذہب کے پیرووں کو ایک خودمختار وحدت قرار دیا جائے۔ اور اسی مذہب کے روحانی سرداروں کو ایک بڑی تعداد میں دنیاوی اور عدالتی اقتدارات عطا کئے جائیں[1]۔"

۱۹۶۔ ایک اور غیر مسلم شہادت جو ہمعصر ہونے کے باعث خاص اہمیت رکھتی ہے قابلِ ذکر ہے۔ چنانچہ شام کی فتح کے صرف پندرہ سال بعد حضرت عمرؓ کے زمانے میں

---

[1] کارالفسکی کا مضمون فرانسیسی انسائیکلو پیڈیا "قاموسِ تاریخ و جغرافیۂ کلیسا" عنوان انطاکیہ، عمود ۵۹۶، ۵۹۴۔

ایک نسطوری پادری نے ایک دوست کے نام جو خط لکھا تھا وہ موجود ہے اور اس میں لکھا ہے :-

"یہ طائی (یعنی عرب) جن کو خدا نے آج کل حکومت عطا کی ہے، ہمارے بھی مالک بن گئے ہیں، لیکن وہ عیسائی مذہب سے مطلق برسرِ پیکار نہیں۔ اس کے برخلاف وہ ہمارے دین کی حفاظت کرتے ہیں، ہمارے پادریوں اور قدسیوں کا احترام کرتے ہیں۔ اور ہمارے گرجوں اور کلیساؤں کو جاگیریں عطا کرتے ہیں[۱]"

۱۹۷- یہ یاد رہے کہ کم از کم انصار کے قبائل کی حد تک آنحضرت صلعم نے ہجرت سے پہلے ہی بیعتِ عقبہ میں ہر ایک کا ایک ایک نقیب مقرر کر دیا تھا جو اپنے قبیلے کی نمائندگی کرتا اور اندرونی نظام اور باقاعدگی کا ذمہ دار تھا۔ اگر کسی معاملے میں نقیب کا فیصلہ تشفی کا سامان نہ کرتا تو معاملہ آنحضرتؐ کے پاس آتا۔ نقیب کے تحت ہر دس آدمیوں کا ایک افسر ہوتا تھا جسے عریف کہتے تھے[۲]۔ اس نظام سے وقت ضرورت مراجعۂ عام (ریفرنڈم) میں بھی مدد لی جاتی تھی[۳]۔

---

۱ Assemani, Bibl-Orient, III, 2, P. XCVI

نیز دخویہ کی فرانسیسی "یادداشت فتوح الشام" ص۱۰۱۔

DE GOEJE, Memoire sur la conquete de la Syrie

۲ یہ روما کے ڈے کورین سے مشابہ معلوم ہوتا ہے۔ اور نقیب سنٹورین کے مماثل کہا جا سکتا ہے۔ عہدِ نبوی میں دس کا افسر عریف کہلاتا تھا۔ (تاریخ طبری ص۲۲۲۴)۔

۳ سیرت نبوی کی کسی کتاب میں جنگ ہوازن کے قیدیوں کی رہائی کا واقعہ ملاحظہ ہو۔ اس وقت نقیبوں اور عریفوں سے مدد لی گئی تھی۔

Marfat.com

١٩٨ - مدینے کی حد تک آنحضرتؐ پورا عدالتی کام خود انجام دیتے تھے۔ لیکن جب اسلامی عملداری میں وسعت ہو کر انتظامی کام بڑھ گیا تو مدینے میں آنحضرتؐ نے چند مفتی (یعنی قاضی)[۵۱] مقرر فرما دیے تھے[۵۲] جن کے فیصلوں کے خلاف آنحضرتؐ کے پاس مرافعہ بھی ہوتا تھا[۵۳]۔ مدینے میں مستقل قاضیوں کے علاوہ کسی خاص شخص کو کسی خاص مقدمے کی سماعت کے لئے موقتی[۵۴] قاضی بنایا جایا کرنے کی بھی عہدِ نبوی میں متعدد نظیریں ملتی ہیں۔ نیز ان کے آنحضرتؐ کے پاس مرافعوں کی بھی[۵۵]۔ یہ تو ظاہر ہے کہ دارالحکومت کے باہر صوبوں اور ضلعوں میں بھی علیحدہ عدالتی افسروں کی ضرورت تھی۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ صوبہ دار عامل (گورنر) بھی بیک وقت سپہ سالار اور افسرِ مال (تحصیلدار) اور قاضی و محتسب (نگرانِ اخلاق و مالِ تجارت وغیرہ) ہوتے تھے۔ ان کی کارروائیوں اور فیصلوں کے خلاف بھی آنحضرتؐ کے پاس مرافعے آیا کرتے تھے[۵۶]۔ ان قاضیوں کو مستقر کی جانب روانگی کے وقت جو ہدایتیں دی جاتی

---

۵۱ قد کان القاضی فی الصدر الاول یسمّی مفتیا (المبسوط للسرخسی ج ۱۶ ص ۱۰۹)۔

۵۲ التراتیب الاداریہ للکتانی ج ۱ ص ۵۶ - بحوالہ ابن الجوزی۔

۵۳ ایضاً بحوالہ موطا۔

۵۴ مثلاً المبسوط سرخسی جلد ۱۶ ص ۶۱ میں ہے کہ "ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے حضرت عمرو بن العاص سے فرمایا کہ ان دونوں کا قضیہ چکا دو۔ کہا کہ کیا آپ کی موجودگی میں مَیں فیصلہ کروں؟ فرمایا کہ ہاں۔ تو کہا کہ کس طور پر؟ فرمایا کہ اس طور پر کہ اگر اجتہاد کرو اور صحیح چیز پہنچو تو دس نیکیوں کا ثواب ہوگا۔ اور اگر خطا کر جاؤ تو ایک نیکی شمار ہوگی۔"

۵۵ مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۱۸۷ - ج ۴ ص ۲۰۵ - ج ۵ ص ۲۶ ۵۶ مثلاً الاستیعاب نمبر ۱۲۷۵۔

تھیں۔ اُن میں سے چند کو تاریخ نے محفوظ رکھا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل عہدِ نبوی کے عدالتی حلقے میں جو نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، وہ محتاجِ بیان نہیں ان کے حالات سے عام کیفیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ابن عبدالبر نے لکھا ہے :۔

معاذ بن جبل و بعثہ رسول	معاذ بن جبل کو آنحضرت نے قاضی بنا
اللہ صلعم قاضیاً الی الجند	کر جَند (جو یمن میں ہے) بھیجا تاکہ لوگوں
یعلم الناس القران و شرائع	کو قرآن اور احکام اسلام سکھائیں اور ان
الاسلام و یقضی بینھم، و	کے مقدموں کا فیصلہ کریں اور یمن کے
جعل الیہ قبض الصدقات	تحصیلداروں سے جمع شدہ محاصل زکاۃ
من العمال الذین بالیمن۔[۱]	اپنی تحویل میں لیں۔

۱۹۹۔ جب معاذ بن جبلؓ یمن روانہ ہونے لگے تو آنحضرتؐ نے آخری باریابی کے موقع پر ان سے جو گفتگو فرمائی وہ بھی اسلامی عدل گستری اور قانونیات کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتی ہے :۔

انّ رسول اللہ صلعم بعث	آنحضرت نے معاذ کو یمن بھیجا تو پوچھا
معاذا الی الیمن فقال کیف	کس طرح فیصلے کروگے ؛ کہا اسی کے
تقضی ؛ قال بما فی کتاب اللہ۔	مطابق جو اللہ کی کتاب (قرآن) میں
قال فان لم یکن فی کتاب اللہ؟	ہو۔ فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ ہو ؛
قال فبسنۃ رسول اللہ قال	کہا تو رسول اللہ کی سنّت کے موافق۔
فان لم یکن فی سنۃ رسول	فرمایا اگر رسول اللہ کی سنّت میں نہ ملے؟
اللہ ؛ قال اجتھد برأی۔	کہا تو میں اپنی رائے سے اجتہاد کرونگا۔

---

[۱] مثلاً الاستیعاب نمبر ۱۰۰۱۔

Marfat.com

قال الحمد للہ الذی وفّق — فرمایا خدا کا شکر ہے جس نے اپنے رسول

رسولَ رسولِ اللہ لما یحبّ — کے فرستادے کو ایسی بات کی توفیق دی

رسولُ اللہ[1] — جس سے اللہ کا رسول راضی ہے۔

٢٠٠۔ قاضیوں کو یہ بات اچھی طرح سمجھا دی جاتی تھی کہ دی ہوئی ہدایتوں کے خلاف وہ جو کام کریں گے، وہ کالعدم سمجھا جائے گا۔[2]

٢٠١۔ جب عمرو بن حزم یمن کے گورنر بنا کر بھیجے گئے تھے تو اُن کو آنحضرت نے ایک تحریری ہدایت نامہ دیا تھا۔ یہ اسلامی تاریخِ انتظامِ مملکت میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ اس طویل اور ہمہ گیر دستاویز میں انھیں انصاف رسانی اور بے لاگ عدل کا حکم دیا گیا ہے۔ اور ظلم و ستم سے باز رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔[3] عمرو بن حزم کے لئے لکھے ہوئے ہدایت نامے میں تفصیل سے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جسمانی ضرر رسانی کی کس کس صورت میں متضرر کو کیا ہرجہ دلایا جائے گا۔[4] اس قسم کا ایک قانون آنحضرت کے حکم سے حضرت ابو شاہ کو بھی لکھ کر دیا گیا تھا۔[5]

Marfat.com

---

[1] ترمذی ١٣/٣۔ ابو داؤد کتاب الاقضیہ ١١/٢٣۔ اعلام الموقعین لابن القیم، ج ١ ص ٧٣۔ طبقات ابن سعد، ج ٢/٢ ص ١٠٧ تا ١٠٨۔

[2] "من عمل عملا لیس علیہ امرنا فھو ردّ" (مسلم ٣٠: ١٧ تا ١٨) من استعملناہ علی عمل فلیأت بقلیلہ وکثیرہ فما اوتی منہ أخذ وما نھی عنہ انتھی۔" (ابو داؤد ٢٣: ٥)

[3] متن کے لئے دیکھئے ابن ہشام ص ٩٦١ تا ٩٦٢ طبری ص ١٧٢٧ تا ٢٩۔

[4] موطا باب العقول۔ نیز سنن نسائی بر موقع۔

[5] بخاری باب کتاب العلم۔

۲۰۲۔ بدلے اور انتقام کا تصور حمورابی کے زمانے میں یہ تھا کہ کسی کی بیٹی یا بیٹے کے قتل پر قاتل کی بھی بیٹی یا بیٹے کو قتل کیا جائے اور اصل قاتل محفوظ رہے[1]۔ قانونِ حمورابی کے بعد اس کے قانونِ قصاصِ اعضا کا کچھ حصّہ[2] قانون حضرت موسیٰ (توریت) میں بھی ملتا ہے جس میں آنکھ کے عوض آنکھ اور کان کے عوض کان کا طریقہ قائم کیا گیا تھا[3]۔ مگر یہ عہدِ اسلام کی، آنحضرت صلعم کے زمانے کی ترقی ہے کہ عمد، مشابہ عمد اور خطا میں فرق کیا جانے[4] لگا۔ اور نیت سب سے پہلے دیکھی جانے لگی[5]۔ اس کے علاوہ بہت سی صورتوں میں ضمان یعنی تاوان مقرر کر دیا گیا، اور ہر جے کا معاوضہ بجائے مساوی انتقام کے رقمی یا مادّی صورت میں دلایا جانے[6] لگا، اور سخت قانونی انصاف کی جگہ استحسان یا نصفت کو عدالتیں روا رکھنے لگیں[7]۔ مطلب یہ ہے کہ انصاف کے

---

[1] قانون حمورابی دفعات ۱۱۶، ۲۱۰، ۲۳۰ (یہ بابل کا بادشاہ تھا، اس کا قانون ایک کتبے پر ملا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہی حضرت ابراہیمؑ کا نمرود تھا)۔

[2] ایضاً دفعات ۱۹۶، ۱۹۷، ۲۰۰۔

[3] تائید کے لئے قرآن مجید ۵/۴۵۔ نیز

C. Edwards, Hammurabi Code, P. IX, III-143

Stanley A. Cook, The Moses and the Code of Hammurapi, in Loco,

(Reviewed in O.L.Z., Berlin 1904, by J. Kohlar)

[4] خطبہ حجۃ الوداع میں بھی اس کا ذکر ہے۔

[5] حدیث "انما الاعمال بالنیات" صحاح ستہ میں۔

[6] موطا وغیرہ میں باب العقول ملاحظہ ہو۔

([7] اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

Marfat.com

ساتھ رحم کو بالکل نظر انداز نہیں کر دیا جا سکتا۔ اور حالات و واقعات کے لحاظ سے برموقع مناسب رعایت بھی کی جا سکتی ہے۔ اور ذمہ داری کو "شخصی" قرار دیا گیا، نیابتی نہیں کہ ایک کا بار دوسرے پر لاد دیا جائے[۲]۔ اس طرح شبہے کا فائدہ ملزم کو دینا اور غلطی سے سزا دینے کی جگہ غلطی سے رہا کرنا اصولاً بہتر قرار دیا گیا[۳]۔

۴۰.۳۔ ایک نئی "جدّت" یہ کی گئی کہ انسانوں کے سوا باقی سب مخلوقات کو ذمہ داری سے بری کر دیا گیا ورنہ اب تک عرب میں کوئی گدھا اور کوئی جانور بھی کسی آدمی کے ضرر اور ہلاکت کا باعث ہوتا تو ذمہ داری سے بری نہ ہوتا[۴]۔ چنانچہ امام ابو یوسف

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) [۱] اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ (قرآن مجید ۱۶/۹۰)۔ نیز استحسان اور استصلاح کا ذکر اصولِ فقہ کی کسی کتاب میں۔

(حاشیہ صفحہ ھٰذا) [۲] قرآن مجید (لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ) ۶/۱۶۴، ۱۷/۱۵، ۳۵/۱۸، ۳۹/۷، ۵۳/۳۸۔

[۳] حدیث "ادرؤا الحدود بالشبهات" (بدایۃ المجتہد لابن رشد "کتاب القصاص") نیز "ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان كان له مخرج فخلوا سبيله فان الامام ان يخطئ في العفو خير من ان يخطئ في العقوبة" (ترمذی ۱۵/۲)۔

[۴] انگلستان میں ابھی گزشتہ انیسویں صدی کے وسط تک کسی گاڑی، کسی درخت اور کسی دوسرے جاندار "قاتل" کو بھی قانوناً سزائے قتل دی جاتی تھی۔ دیکھیے۔ باب ہا وز کی انگریزی "اخلاق ارتقار کی حالت میں"، باب "قانون وانصاف"۔ اس طرح جاہل عرب ہی کا زیادہ معقولیت پسند رہا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح انگلستان میں ابھی گزشتہ صدی کے وسط تک مفلس مقروض اپنی بیوی کو فروخت کر سکتا تھا۔ دیکھو Continental Daily Mail, 28 April, 1949 عنوان "سو برس ہوتے"۔

Marfat.com

نے بیان کیا ہے کہ :-

کان اھل الجاھلیة اذا	زمانۂ جاہلیت میں اگر کوئی گڑھے میں
عطب الرجل فے القلیب	گر کر مر جاتا تو وہ گڑھا اس کا خون بہا
جعلوا القلیب عقله واذا	قرار دیا جاتا (اور ہلاک شدہ شخص کے
قتله دابة جعلوها عقله و	وارثوں کی ملک قرار پاتا) اگر کوئی جانور
اذا قتله معدن جعلوہ عقله	کسی کو قتل کرتا تو وہی اُس کا خون بہا قرار
نسأل سائل رسول اللہ صلعم	دیا جاتا ۔ اور اگر کوئی کسی کان میں ہلاک
فقال العجماء جبار والمعدن	ہوتا تو وُہ کان اس کا خون بہا قرار دی
جبار والمعدن جبار والبئر	جاتی۔ کسی نے اس بارے میں آنحضرتؐ
جبار[۵۱]	سے (اسلامی حکم) پوچھا تو آپؐ نے فرمایا

کہ بے زبان جانور اور کان اور کوئیں کی ضرر رسانی سے کوئی ذمہ دار نہیں پیدا ہوتی ۔

۲۰۴- ابھی بیان ہوا کہ مختلف صوبوں پر جو عامل اور قاضی بھیجے جاتے تھے۔ اُنھیں خاص احکام اور ہدایتیں دی جاتی تھیں۔ مرکزِ حکومتِ مدینہ میں عدالتِ ابتدائی ہر قبیلے کے عریف اور نقیب ہوتے یا مفتی اور قاضی۔ عدالتِ مرافعہ اور عدالتِ انتہائی خود جناب رسالتِ مآبؐ کی ذات تھی۔ "مرافعہ" اور "استصواب"[۵۲] آنحضرتؐ کے پاس بعض وقت اضلاع اور صوبہ جات سے بھی ہوتا۔ "تصحیح" کی بھی متعدد نظیریں

---

[۵۱] کتاب الخراج ص ۱۲۔

[۵۲] استصواب کے سلسلے میں عتاب بن اسید گورنر مکہ نے نومسلموں کو سابقہ قرض کا واجب الادا سود دلانے یا نہ دلانے کے متعلق آنحضرتؐ سے دریافت کیا تھا (تفسیر طبری و خازن میں آیت "مابقی من الربوا" کے تحت) اسی طرح استصواب REFERENCE، مرافعہ (Appeal)، (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

تاریخ نے اس عہد کے متعلق محفوظ کی ہیں، اور جب کبھی آنحضرت صلعم کو کسی افسر کے غلط فیصلے یا طرزِ عمل کا پتہ چلتا تو آپ (بصیغۂ تصحیح) دخل دہی فرما کر تلافی اور تدارک فرماتے۔ حضرت خالد بن الولید اور واقعہ بنی جذیمہ اُس کی ایک انتہائی مثال ہے۔ تصحیح اور مرافعے کا نظام حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک بہت ہی ترقی یافتہ ادارہ بن گیا تھا۔ اور انھوں نے حج کے موقع کو ایک عدالتی اور انتظامی تنقیح کا مقام بھی قرار دے دیا تھا۔ چنانچہ جملہ والیانِ صوبہ اور حکامِ عدالت اس وقت مکہ معظمہ آتے، اور حضرت عمرؓ ان کے خلاف دعوے اور مقدمے خود سنتے اور حق رسانی کرتے۔ اگر سرکاری افسروں سے کوئی لغزش ہوئی ہوتی تو بڑی سختی سے دار و گیر کرتے۔

۲۰۵۔ جیسا کہ ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ ثبوت مانگے بغیر اگر ہر دعوے کو صحیح مان لیا جایا کرے تو لوگوں کی جان و مال محفوظ نہ رہیں[1]۔ اسی لئے امورِ تنقیح طلب اور شہادت پیش شدہ کی جانچ[2] کے لئے آنحضرت صلعم کے بہت سے اصولی اور ذیلی

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) نگرانی یا تصحیح REVISION (واضح نہ ہو سکا کس) کے سلسلے میں آنحضرتؐ نے ایک افسر الضحاک بن سفیان کو لکھ بھیجا کہ اشیم ضبابی کی بیوی کو اس کے شوہر کے خون بہا میں سے ورثہ دلاتے۔ (میری کتاب الوثائق السیاسیہ)

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) [1] مسند ابن حنبل ج ۱ ص ۳۴۳، ۳۵۱، ۳۵۶، ۳۶۳ (یا نمبر ۳۱۸۸، ۳۲۹۲، ۳۳۴۸، ۳۴۲۷)۔

[2] ورنہ قدیم عرب میں ملزم کا کھوج لگانے کے لئے "روحانی" قوتوں سے مدد لی جاتی اور فال، تعویذ جادو، ٹوٹکے، دیو بانی، ہاتفی جیسے غیر یقینی ذرائع برت میں آتے یا غیب دانی کے مدعی عراف، کاہنوں وغیرہ کی من گھڑت باتوں پر عمل کیا جاتا۔

Marfat.com

احکامِ حدیث میں ملتے ہیں۔ ان میں سے چند کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے :۔

۲۰۶۔ انصاف رسانی کے لئے قاضی کو چاہیئے کہ صرف روداد پر فیصلہ کرے اور اپنے خانگی معلومات کو دخل نہ دے[۵۱]۔ ایسا حکم نہ ہوتا تو ظاہر ہے کہ قاضیوں کو بددیانتی کی ہمیشہ زبردست ترغیب ہوتی رہتی۔ ناحق فریق کی جادو بیانی کے سلسلے میں ایک دلچسپ حدیث قابلِ ذکر ہے، جو صحاح ستہ میں آنحضرتؐ سے مروی ہے :۔

"انما انا بشر و انکم تختصمون الیّ ولعل بعضکم أن یکون ألحن بحجة من بعض فأقضي له نحو ما أسمع منه. فمن قضیتُ له بشئٍ من حق أخیه فلا یأخذ منه شیئًا فانما اقطع له قطعة من النّار"[۵۲]

"بے شبہ میں صرف ایک انسان ہوں۔ تم میرے پاس جھگڑتے آتے ہو اور یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص دلیل بہ نسبت دوسرے کے زیادہ چرب زبانی کیساتھ پیش کرے، اور میں جو کچھ سنوں اسی کے مطابق فیصلہ صادر کردوں۔ اگر کسی کو میرے (اس طرح کے) فیصلے سے (ناحق) کچھ ملے تو وہ اس سے استفادہ نہ کرے۔ کیونکہ میں جو کچھ دیتا ہوں وہ آگ کے ایک ٹکڑے کے سوا کچھ نہیں"

---

۵۱ اس مسئلے پر ایک مختصر بحث اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے اقوال و اعمال کے لئے دیکھئے : الطرق الحکمیة لابن القیم ص ۴، تا ۷۶۔

۵۲ بخاری و مسلم۔ ۳،۴ تا ۷۔ ترمذی ۳ : ۱۱۷۔ ابوداؤد ۲۳ : ۷۔ ابن ماجہ، ۱۲ : ۵۔ نسائی، ۴۹ : ۱۳، ۲۳۔ ابن حنبل ج ۱۱ ص ۲۹۰ تا ۹۱۔ نیز اقضیہ رسول اللہ للقرطبی ص ۸۲۔ ابن القیم، الطرق الحکمیہ ص ۲۶۶ وغیرہ۔

Marfat.com

۲۰۷۔ جس سماج میں پیشہ ور وکیل اور اڈووکیٹ نہ ہوں اور جو قانونی حق سے زیادہ قدرتی حق پر زور دیتا ہو، اس کے قاضیوں کے لیے حضرت علی کو دی ہوئی اس ہدایتِ نبوی سے بہتر اور کیا ہدایت دی جا سکتی ہے کہ:۔

اذا جلس بین یدیک	جب تیرے پاس دو جھگڑنے والے آئیں
الخصمان فلا تقض بینهم	تو تُو اس وقت تک اُن کا فیصلہ صادر
حتی تسمع من الآخر کما	نہ کر جب تک کہ تُو پہلے اور دُوسرے
سمعت من الاوّل فانه	دونوں کا بیان نہ سُن لے۔ تجھے اس طرح
أحری أن یتبیّن لک	صحیح فیصلے کا سُجھائی دینا زیادہ ممکن ہے
القضاء۔ قال فما زلت	(حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد
قاضیا وما شککت فی	سے مَیں ہمیشہ فیصلے کرتا رہا ہوں، اور
قضاء بعد[۵۱]۔	فیصلے کرنے میں مجھے کبھی شک اور
	ہچکچاہٹ نہیں محسوس ہوئی۔

۲۰۸۔ آنحضرت صلعم نے قانون اور انصاف رسانی کا یہ اہم قاعدہ مقرر فرما دیا تھا کہ بارِ ثبوت مدّعی پر ہے، اور اگر مدّعی ثبوت نہ پیش کر سکے[۵۲] تو دعوی کے منکر یعنی مدّعا علیہ کو قسم دی جائے[۵۳]۔ اس قاعدے کو بدلنے کی اب تک کہیں ضرورت نہیں

---

[۵۱] ترمذی ۵:۱۳ - ابو داؤد ۶:۲۳ - ابن حنبل ج ۱ ص ۱۱۱، ۱۴۹، ۱۵۰، ۹۰، ۹۶ - کتانی ج ۱ ص ۲۵۷ تا ۲۶۱ -

[۵۲] ابن حنبل ج ۱ - ص ۲۸۸ -

[۵۳] البیّنة علی المدّعی والیمین علی المدّعیٰ علیه (والیمین علی من انکر) - بخاری، ۴۸ : ۶، ۵۲ : ۲۰ - مسلم ۳۰ : ۱، ۲ - ابو داؤد ۲۱ : ۱۳، ۲۳ : ۲۳، ۲۲ - (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

سمجھی گئی ہے۔ مزید براں، مدعی اپنے ناکافی ثبوت کی تلافی (جب کہ مدعا علیہ کے پاس بھی جوابی ثبوت نہ ہو) قسم کے ذریعے سے بھی کرتا اور عہدِ نبویؐ میں اس کی بکثرت نظیریں ملتی ہیں[۵۱]۔ ایک نسبتاً فروتر اخلاق کے زمانے میں ثبوت میں پیش شدہ گواہوں کے علاوہ قاضی شریح مدعی کو قسم بھی دیتے تھے کہ اس کا دعویٰ سچّا ہے۔ لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تو انھوں نے کہا:-

رایت الناس احدثوا فاحدثت[۵۲]۔	جب مَیں نے دیکھا کہ لوگوں میں نت نئی برائیاں پیدا ہوگئی ہیں تو مجھے بھی نئے طریقے اختیار کرنے پڑے۔

۲۰۹۔ اسی سلسلے میں بعض نئی اصلاحوں کی طرف توجہ منعطف کرائی جا سکتی ہے۔ وہ یہ کہ گواہوں کی پیشی پر اُن کا "تزکیہ" یعنی معتبر ہونے کے متعلق اہلِ محلہ وغیرہ کا اظہار، قدیم سے رائج تھا۔ لیکن اس تحقیقات کو قاضی شریح نے مخفی طور سے کرانا شروع کیا[۵۳]۔ اور جھوٹے گواہوں کا انسداد کرنے کے لئے حضرت علیؓ ایک گواہ کا اظہار لیتے وقت دُوسروں کو عدالت کے کمرے سے ہٹا دیتے تھے، اور ان کا قول مشہور ہے کہ "انا اول من فرق بین الشھود[۵۴]" ورنہ اس سے پہلے سب گواہ کمرۂ عدالت میں

(بقیہ حاشیہ) ترمذی ۱۳: ۱۲۔ نسائی ۹۴، ۳۶۔ ابن ماجہ ۶ ۳: ۸۔ ابن حنبل ج ۱ ص ۲۴۲، ۳۵۱، ۳۵۶، ۳۶۳۔ المبسوط للسرخسی ج ۱۷، ص ۲۸۔ الطرق الحکمیۃ لابن القیم ص ۹۴۔

حاشیہ صفحہ ھٰذا:۔ [۵۱] مسلم ۳۰: ۱۔ ترمذی ۱۳: ۱۳۔ ابوداؤد ۲۳: ۲۱ (چنانچہ قضی بشاہد و یمین)

[۵۲] الطرق الحکمیۃ ص ۱۲۸۔

[۵۳] المبسوط للسرخسی ج ۱۶ ص ۹۱۔ نیز محاضرۃ الاوائل ص ۹۷۔

[۵۴] الطرق الحکمیۃ لابن القیم، ص ۶۰۔

حاضر رہتے ۔ اور ایک دوسرے کے بیانات سنتے رہتے تھے ۔

۱۰۲۔ قاضی شریح کا ذکر اب تک کئی بار آیا ہے ۔ فصلِ خصومات اُن کا موروثی پیشہ تھا اور ان کے والد ہانی اپنے بے لاگ فیصلوں کے باعث زمانہ رجاہلیت میں ابوالحکم کے معزز نام سے مخاطب کیے جاتے تھے[1]۔ خود شریح ان مادرزاد قاضیوں میں سے ہیں جن کی تعداد تاریخِ عالم میں بھی بہت کم ہے اور جن پر ہر قوم بجا طور پر فخر کر سکتی ہے ۔ یہ بچے سے تھے کہ انھوں نے ایک پیچیدہ قانونی مقدمے میں جس میں خلیفہ وقت حضرت عمرؓ پریشان تھے ۔ ایک بہترین اصول اس پیچیدگی کے حل کا بتایا ۔ مردم شناس و قدر دان حضرت عمرؓ اس قدر خوش ہوئے کہ باوجود لوگوں کی مخالفت کے اس کمسن بچے کو عراق کے اہم صوبے کا قاضی بنا کر کوفہ روانہ کیا ۔ قاضی شریح کو وہاں جو کامیابی ہوئی اس کے لیے صرف اتنا بیان کر دینا کافی ہوگا کہ وہ تقریباً پچھتر سال تک مسلسل اسی کام کو انجام دیتے رہے اور کسی خلیفہ مابعد کو ان کی اہلیت کے متعلق بدگمانی نہیں ہوئی[2]۔ انھیں قاضی شریح کو حضرت عمرؓ نے جو ہدایت نامہ دیا تھا ۔ اس کے چند فقرے خود ان کی زبانی سنیے :-

ما استبان لك من كتاب الله	اگر تجھ کو کتاب اللہ میں کوئی چیز مل جائے
فلا تسئل عنه فان لم يستبن	تو پھر اس کے متعلق کسی اور سے رجوع
في كتاب الله فمن السنة	نہ کر ۔ اگر کتاب اللہ میں نہ ملے تو سنت
فان لم تجده في السنة	میں ۔ اور جو سنت میں بھی

---

[1] سنن نسائی میں کتاب آداب القضاة دیکھیے ۔

[2] المعارف لابن قتیبہ ص ۲۲۱، وفیات لابن خلکان برموقع، استیعاب لابن عبدالبر، نمبر ۲۶۰۵۔ کے مطابق ساٹھ سال حضرت عمرؓ سے عبدالملک کے زمانے تک ۔

Marfat.com

فاجتهد رأيك[۱]	نہ ملے تو پھر اپنی رائے کو کام میں لا۔

ایک دوسری روایت میں ہے :-

قال الشعبي عن شريح قال	شعبی نے شریح سے روایت کی ہے ،
قال لي عمر اقض بما استبان	انھوں نے کہا، مجھ سے حضرت عمرؓ نے
لك من كتاب الله فان لم	فرمایا ۔ اگر کتاب اللہ میں کوئی چیز مل جائے
تعلم كل كتاب الله فاقض	تو اسی کے مطابق فیصلہ کر۔ اگر پوری
بما استبان لك في قضاء	کتاب اللہ میں بھی وہ مسئلہ نہ ملے تو
رسول الله فان لم تعلم (كل) قضاء	رسول اللہ کے فیصلوں میں جو چیز ملے
رسول الله فاقض بما استبان لك	اس کے مطابق فیصلہ کر۔ اگر رسول اللہ
من (قضاء) أئمة (الأئمة) المهتدين	کا کوئی فیصلہ نہ ملے تو راہ یاب اماموں
فان لم تعلم كل ما قضته ائمة (الائمة؟)	کے فیصلوں کے مطابق فیصلہ کر۔ اگر
المهتدين فاجتهد رايك	راہ یاب اماموں کے فیصلوں میں بھی
واستشر اهل العلم و	کوئی چیز نہ ملے تو اپنی رائے کو کام میں لا
الصلاح[۲]۔	اور علم وصلاح والوں سے مشورہ کر۔

۲۱۱۔ جیسا کہ اوپر (ف ۱۹۹ میں) بتایا جاچکا ہے ۔ یہی طرزِ عمل اور حکم آنحضرتؐ کا تھا ، اور بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا بھی یہی طرزِ عمل تھا۔ بلکہ یہاں تک پتہ چلتا

۱۔ اعلام الموقعین لابن قیم ج ۱ ص ۳۰۔ بعض اور تفصیلوں کے لئے دیکھئے المبسوط ج ۱۶ ص ۶۶ - کنز العمال ج ۲ ص ۱۷۵۔

۲۔ اعلام ج ۱ ص ۳۷ تا ۴۷۔ آخری جملے کی تائید کے لئے دیکھئے سنن نسائی ۔ کتاب آداب القضاۃ نیز المقارنات ص ۷۲ ۔

(۳۔ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

Marfat.com

ہے[۱۲] کہ قاضیوں کے لئے مشیرانِ قانون بھی جزو لاینفک بنا دیئے گئے تھے، اور عرصۂ دراز تک اس پر عمل رہا جس کے باعث نئے قاضیوں کی ناتجربہ کاری قانون کی مکمل تعمیل میں جارح نہ ہوئی۔ شاید یہ متاخر قانون روما کے "کونسلیم" سے مشابہ ہے۔ اس کے کچھ اشارے بدائع کاسانی جلد ۷ صفحہ ۱۲ میں ملتے ہیں، اور تفصیل کے لئے امیل تیان کی مذکورہ کتاب جلد ۱ صفحہ ۲۱۵ وما بعد۔

۲۱۲۔ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں مختلف صوبوں کے قاضیوں کو جو ہدایتیں دی تھیں ان میں سے چند تاریخ نے محفوظ رکھی ہیں[۲]۔ ان میں سے ایک جو "کتاب سیاسۃ القضاء والتدبیر الحکم" کے موزوں نام سے مشہور[۳] ہے۔ سب سے زیادہ اہم ہے۔ یہ وہ ہدایت نامہ ہے جو انھوں نے حضرت ابو موسیٰ الاشعری کو بصرے کا والی بنانے کے بعد بھیجا تھا اور جو آج بھی حکام عدالت کے لئے دستور العمل بن سکتا ہے۔ اس کی اہمیت نے آکسفرڈ کے پروفیسر عربی ڈاکٹر مارگولیوث کو ۱۹۱۰ء میں اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ اس پر ایک بسیط مضمون لکھے[۴]۔ مگر بدقسمتی

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) [۱۲] بحوالہ السیاستہ الشرعیہ لعبدالوہاب خلاف ص ۴۸۔

(حاشیہ صفحہ ھٰذا) [۱] تفصیل کے لئے امیل تیان کی مذکورۂ بالا فرانسیسی تالیف، بموقع۔

[۲] بنام حضرت ابوعبیدہ (کتاب الخراج لابی یوسف ص ۶۷) بنام حضرت معاویہ (المبسوط للسرخسی، ج ۱۶ ص ۶۵۔ العقد الفرید لابن عبد ربہ ج ۱ ص ۲۵)۔ دیگر بنام شریح (مبسوط جلد ۱۶ ص ۶۶۔ کنز العمال ج ۲ صفحہ ۱۷۵)، بنام حضرت ابوموسیٰ علاوہ اس کے جس کا آگے ذکر ہے، (العقد الفرید ج ۱ ص ۲۶)

[۳] مبسوط ج ۱۶ ص ۶۰۔

[۴] جرنل رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن ۱۹۱۰ء ص ۳۰۷ تا ۳۲۲۔

Marfat.com

سے اصل دستاویز کا انگریزی ترجمہ جو مارگولیوث نے کیا ہے، حد درجہ ناقص ہونے سے اس کی اہمیت کا کوئی صحیح اندازہ پڑھنے والے کو بالکل نہیں ہو سکتا۔ اسلامی مؤلفوں نے بھی قدیم سے اس دستاویز کو بڑی اہمیت دی ہے۔ اور اس پر شروح لکھے ہیں[۱۵]۔ اس کافی طویل دستاویز کا یہاں خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ اصل متن بکثرت مؤلفوں نے محفوظ کیا ہے[۱۶]:-

قضاءت ایک خدائی فریضہ ہے اور آنحضرتؐ کا واجب التعمیل حکم اور طرزِ عمل۔

اگر آپ کے پاس کوئی مقدمہ رجوع ہو تو غور و فکر کے بعد پوری طرح سمجھ کر فیصلہ کیجئے۔ اور اس کی تعمیل کرائیے۔ بغیر تعمیل کے اچھے سے اچھا فیصلہ بھی بیکار ہے۔

فریقین سے برابری کا برتاؤ کیجئے تاکہ کمزور آپ کے عدل سے مایوس نہ ہو جائے۔ اور قوی ظالم اس سے بے جا فائدہ نہ اٹھائے۔ بارِ ثبوت

۱۵؎ مثلاً السرخسی نے مبسوط ج ۱۶ ص ۶۰ و ما بعد میں اور ابن القیم نے اعلام الموقعین کی جلد اول میں۔

۱۶؎ عربی متن اور عربی ماخذوں کے لئے دیکھئے مارگولیوث کا مذکورہ مضمون نیز میری تالیف الوثائق السیاسۃ، دستاویز ۳۲۷۔ اس میں میرا ایک مفصل مقالہ بھی ہے:

Administration of Justice under the Early Caliphate (Pak. Hist. Soc. Journal. Karachi, Jan. 1971 p. 1-50)

جو ماہنامہ "فرانس اسلام"، پاریس، ۱۹۶۹ء تا ۱۹۷۰ء کا ترجمہ ہے)

Marfat.com

مدعی پر ہے اور منکر پر صرف قسم۔
اگر فریقین صلح کرلینی چاہیں تو وہ جن شرائط پر چاہیں صلح کرسکتے ہیں۔ صرف شرط یہ ہے کہ اس طرح کوئی حرام چیز حلال نہ ہوجائے اور نہ حلال چیز حرام۔
فیصلہ کرچکنے کے بعد نظر ثانی میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اصل تو حق رسانی اور انصاف ہے۔
اگر کسی بات کے فیصلے میں قرآن اور سنت میں کوئی چیز نہ ملے تو خوب غور و فکر کیجیے اور نظائر اور مشابہ امور کو ڈھونڈھ کر ان پر قیاس کیجیے اور ایسا فیصلہ کیجیے جو خدا کو زیادہ پسند آئے اور حق سے زیادہ قریب ہو۔ اگر مدعی کو اپنا حق ثابت کرنے یا شہادت فراہم کرنے میں مہلت درکار ہو تو وہ دی جائے۔
شہادت سے اگر وہ دعویٰ ثابت کردے تو اس کے موافق ورنہ اس کے مخالف فیصلہ صادر کیا جائے۔
شہادت کے اغراض کے لیے سب مسلمان قابل اعتماد ہیں، سوائے بدچلنی میں سزا یافتہ (مجلود فی حد) اور ایسے لوگوں کے جن کا جھوٹی گواہی دینا اس سے پہلے ثابت ہوچکا ہو۔
کسی مدعی کے رشتہ دار کی خاص اس مقدمے میں شہادت قابلِ اعتماد نہیں۔
مجلس عدالت میں غرور و تکبر، لوگوں کو جھڑکنا اور حق بات پر ناگواری ظاہر کرنا نہ چاہیے۔ خدا سب کو دیکھتا ہے اور سنتا ہے، اسی سے سب کو اپنا معاملہ صاف رکھنا چاہیے۔

Marfat.com

۲۱۳۔ اس عہد کا اسلامی قانون شہادت اتنا وسیع موضوع ہے کہ ایک مستقل کتاب کے بغیر یہ بتانا ناممکن ہوگا کہ تفتیش کس طرح ہوتی تھی، تنقیح شہادت اور جرح کے کیا قواعد تھے۔ گواہوں کی تعداد، عمر، مرد اور عورتیں، مسلم اور غیرمسلم کی شہادت، غیر ملکی مستامنوں کے عدالتی حقوق وغیرہ کے کیا قاعدے تھے[۵۱]

۲۱۴۔ قاضیوں کی تنخواہ بھی ایک دلچسپ چیز ہے۔ اسلام میں اس اصول کو شروع ہی سے تسلیم کیا جاتا رہا ہے کہ قاضیوں کو معقول بلکہ بیش قرار تنخواہیں دے کر رشوت کے لالچ سے بچایا جائے۔ آنحضرتؐ طالب عہدہ لوگوں کو کبھی گورنر یا قاضی نہیں بناتے تھے: تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے حکام عدالت کے لئے ماہواریں بھی مقرر کرنی شروع فرما دی تھیں اور اس بارے میں حضرت عتاب بن اُسید کا نام بہ طور نظیر پیش کیا جاتا ہے، جن کو کہتے ہیں کہ ماہانہ تیس درہم تنخواہ دی جاتی تھی[۵۲] سلیمان بن ربیعۃ الباہلی کو حضرت عمرؓ ماہانہ پانچ سو درہم دلاتے تھے اور کم سن قاضی شریح کو ماہانہ ایک[۵۳] سو۔ اسی ماخذ کے مطابق حضرت علیؓ اپنے زمانۂ خلافت میں ایک مرتبہ قاضی شریح کے پاس اپنے ایک مقدمے کے لئے رجوع ہوئے اور اپنے بیٹے امام حسنؓ کو بطور گواہ پیش کیا۔ حضرت علیؓ کے باوجود خلیفہ ہونے اور امام حسنؓ کی خصوصی شخصیت بتا کر اصرار کرنے کے، قاضی شریح نے بیٹے کی گواہی کو باپ

---

[۵۱] اس کے ایک پہلو یعنی اسلامی قانون شہادت کی پیدائش و آغاز پر میرا ایک مضمون بلجیم میں ۱۹۶۴ء میں فرانسیسی میں چھپا ہے۔

(Genese du droit de la preuve)

[۵۲] سیرۃ ابن ہشام، ص ۸۸۷۔

[۵۳] بسوط ج ۱۶ ص ۱۲۲۔

کے حق میں قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس واقعے کے کچھ دنوں بعد حضرت علیؓ نے قاضی شریح کی بھی ماہوار پانچ سو درہم مقرر کر دی۔

۲۱۵۔ متعدد نظیروں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ فوجداری مقدموں میں ملزم کو تحقیقات تک اور مدیون کو قرض کی ادائی کے لئے حوالات میں رکھتے تھے[۱]۔ نیز حاضری کا مچلکہ بھی لیتے تھے[۲]۔ خلافتِ راشدہ میں قید خانوں کے لئے مستقل عمارتیں ہونے لگ گئی تھیں۔ اس غرض کے لئے حضرت عمرؓ کا مکان خریدنا مشہور ہے۔ انھوں نے مکّے میں بھی صفوان بن امیہ کا مستحکم مکان چار ہزار درہم میں خرید کر محبس بنایا (تفسیر ابن کثیر ۲۰۴/۳ بر سورۂ حج آیت ۲۵)۔ حضرت علیؓ کے بنائے ہوئے دو قید خانے نافع اور مخیّس کے نام سے معروف[۳] ہیں۔

۲۱۶۔ انگریزی قانون کا ایک اہم اصول ہے کہ بادشاہ کے خلاف کوئی مقدمہ نہیں دائر کیا جا سکتا۔ کیونکہ King can do no wrong، لیکن اسلام کسی انسان کو خطا سے مبرا نہیں سمجھتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے خود اپنی ذات کے خلاف ٹارٹ اور دیوانی دونوں قسم کے متعدد مقدمات سُنے اور مدعیوں کے حق میں فیصلے صادر[۴]

---

[۱] ابوداؤد ۲۸/۲۳۔ قرطبی ص ۴ تا ۵۔ کتانی ج ۱ ص ۲۹۶۔ (حبس فی تہمۃ، حبس الغریم عند الدائن)۔

[۲] مبسوط ج ۲۰ ص ۷۵۔

[۳] مبسوط ج ۲۰ ص ۸۸، قاموس وغیرہ میں مادّہ خیس۔ المخصص لابن سیدہ، ج ۱۲ ص ۹۳ کے مطابق نافع سے قیدی فرار ہو جانے لگے تو اسی کو منہدم کر کے مخیّس بنایا تھا۔

[۴] ابنِ ہشام ص ۴۴۴۔ ابن الاثیر ج ۲ ص ۱۴۱، میری مسلم کانڈکٹ آف اسٹیٹ ف ۲۶۔

Marfat.com

کئے۔ حضرت عمرؓ نے نہ صرف اضلاع بلکہ مستقر حکومت مدینہ منورہ میں مستقل اور پورا وقت دینے والے قاضی مقرر کر دیئے تھے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ خود خلیفہ کے خلاف کوئی مقدمہ دائر ہوتا تو خلیفے کو بھی عدالت میں حاضر ہو کر جواب دہی کرنی پڑتی، کیونکہ کوئی اپنے آپ فریق اور حاکم دونوں نہیں بن سکتا (" علی أن الامام لا یکون قاضیاً فی حق نفسه " بسوط سرخسی جلد ۱۶ ص ۷۳۔ مزید تفصیل کے لئے میری انگریزی تالیف "مسلم کانڈکٹ آف اسٹیٹ ف ۲۵۵ تا ۲۶۴) اس قسم کی نظیریں نہ صرف حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ کے زمانے میں ملتی ہیں[۵۱] بلکہ خلفائے بنی امیہ و بنی عباس تک اس سے اپنے کو مستثنیٰ کرنے کی جرأت نہیں رکھتے تھے۔ اور عبدالملک اور منصور کا عدالت میں مدعا علیہ بن کر جواب دہی کے لئے حاضر[۵۲] ہونا مثال کے لئے کافی ہے۔ اس کی نظیریں حال کے حیدرآباد کی تاریخ میں نظام ششم محبوب علی خاں تک کے لئے ملتی ہیں۔

۲۱۷۔ مستقل قاضیوں کے سلسلے میں ایک بعد کے زمانے کا واقعہ بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ مؤرخ ابن الجوزی نے بیان کیا ہے کہ عبیداللہ ابن الحسن العنبری اور عمر بن عامر بصرے میں پہلی مرتبہ ایک عدالت میں مشترک قاضی مقرر کیے گئے، اور انھیں حکم دیا گیا کہ وہ مل کر مقدمے سنیں اور متفقہ فیصلے صادر کریں[۵۳]۔

---

۵۱ بسوط ج ۱۶ ص ۷۳، ۷۴، ۱۲۲۔ طبقات ابن سعد ۱/۲ ص ۹۷۔ کتاب الخراج لابی یوسف ص ۶۵

۵۲ ولاة مصر للکندی ص ۳۵۶ تا ۳۵۷۔ الحکم بن ہشام بن عبدالرحمان الداخل کے لئے دیکھئے مقری کی نفح الطیب طبع یورپ جلد ۱ ص ۵۵ میں اس حوالے کے لئے پروفیسر جمیل الرحمٰن مرحوم کا ممنون ہوں۔ اسی طرح ماوردی کی "الاحکام السلطانیہ" میں بھی مجھے کچھ واقعات ملے ہیں۔

۵۳ کتاب الاذکیا، (مخطوطہ، باڈلین، ورق ۳۳ ب) نیز دیکھئے کتاب المقارنات ص ۲۹۔

Marfat.com

(عورت کے قاضی ہو سکنے کے متعلق مباحث ماوردی باب ششم میں دیکھئے)۔

۲۱۸۔ قاضی یا حاکم عدالت کا اجلاس شروع میں عموماً مسجد میں ہوتا تھا جو شہر کے ٹاؤن ہال کا کام دیتی تھی۔ ان مسجدوں میں مسلم اور غیر مسلم سب بے تکلف آسکتے تھے۔ ابن عساکر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ایک عمارت دارالقضاء کے نام سے بن چکی تھی[1] سلطان نورالدین زنگی کا ایک دارالعدل تعمیر کرانا البتہ ایک بعد کا واقعہ ہے۔

۲۱۹۔ چونکہ مقدمات ہر قسم کے پیش ہوتے ہیں، اس لئے ان کے تسویے کے لئے ماہرین کی امداد حاصل کرنی ضروری ہوتی ہے۔ تعمیرات[2]، غلّے اور زرعی پیداوار کا اندازہ[3] قیافہ شناسی[4]، اور اسی طرح کی چند چیزوں کے ماہر خود عہدِ نبوی میں عدالتی اغراض کے لئے برسرِ موقع بھیجے جایا کرتے تھے، اور ان کی رائے پر آنحضرتؐ فیصلہ کرتے اور فیصلہ نافذ کراتے۔

۲۲۰۔ قاضی کا تقرر شروع سے مرکزِ حکومت سے متعلق رہا ہے، خاص کر صوبوں کے صدر قاضی۔ البتہ بعض بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ اور خود حضرت عمرؓ اپنے گورنروں کو اجازت دیتے تھے کہ اپنے علاقے میں حسبِ ضرورت حکامِ عدالت خود مقرر کریں اور انھیں کافی تنخواہ دے کر مستغنی بنا دیں[5]۔

---

[1] بحوالہ کتانی ج ۱ ص ۲۷۱ تا ۲۷۲۔

[2] بصیر بالبناء) کتانی ج ۱ ص ۲۸۰ تا ۲۸۱۔

[3] (خرّاص) کتاب الاموال لابی عبید نقرہ ۱۴۳۵ تا ۱۴۳۸۔ نیز بکثرت دیگر حوالے۔

[4] الطرق الحکمیۃ لابن القیم ص ۱۹۶۔ مزید حوالوں کے لئے مفتاح کنوز السنۃ عنوان قائف۔

[5] الکتانی، التراتیب الاداریہ ج ۱ ص ۲۶۰ (استعملوا صالحیکم علی القضاء واکفوھم)۔

Marfat.com

۲۲۱۔ قاضیوں کا سخت غصّے کی حالت میں فیصلے نہ کرنا، پیچیدہ مقدموں میں مشورے کرنا، جھوٹے دعوے، جھوٹی شہادت اور جانبدارانہ فیصلوں پر سخت وعیدیں، رشوت اور سفارش کی ممانعت، مبہم فیصلوں (قضاء بقضائین) کی ممانعت وغیرہ امور زیادہ تر ادبُ القاضی سے متعلق ہیں۔ ان پر اس مختصر اشارے کے بعد ایک اہم تر چیز کا ذکر کیا جاتا ہے:۔

۲۲۲۔ عدل گستری کے لئے حق و ناحق میں امتیاز کرنے کے لئے ایک معیار یعنی ایک قانون کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ فیصلوں میں ہر جگہ یکسانی رہے اور لوگوں کو اپنے حقوق و فرائض پہلے ہی سے معلوم رہیں۔ اور ساتھ ہی ان احکام کی خلاف ورزی کیلئے ایک تدارک اور ایک تہدید بھی مقرر کر دی جائے تاکہ ان کی پابندی زیادہ سے زیادہ ہو سکے۔

۲۲۳۔ تدارک کے لئے عام طور پر صرف حکومت کی قوّت کام میں لائی جاتی ہے۔ لیکن پوشیدہ جرائم خاص کر جھوٹی تاویلوں کی اس سے روک تھام نہیں ہوتی۔ اسی لئے اسلام نے برائیوں کی اصل جڑ پر وار کیا، اور احکام کو ایک تقدّس دے دیا تاکہ ہر فرد رعیت خوف سے نہیں بلکہ برضا و رغبت اور نہ صرف ظاہر بلکہ باطن میں، حکومت کی دار و گیر سے بالکل باہر بھی، ہر جگہ اپنے فرائض بجالاتے اور جرم و گناہ سے بچے۔ حشر و حساب کا عقیدہ بھی اس کو مؤثر بنانے میں بڑا حصّہ لیتا ہے۔ مطلب یہ کہ اسلامی نقطۂ نظر سے مقنّنِ اصلی اور سرچشمۂ احکام صرف خدائے حکیم و قدیر کی ذات ہے، جس کا کوئی حکم نامناسب یا ظالمانہ نہیں اور جو انسانوں کو مرنے

---

۱۵ ہر فقہی کتاب میں باب آداب القضا ملے گا۔ نیز دیکھئے شاہ ولی اللہ صاحب کی حجۃ اللہ البالغہ، جلد ۲، صفحہ ۱۲۰ تا ۱۲۷، اور مفتاح کنوز السنۃ مؤلفہ فنسنک میں متعلقہ حدیث کے لئے تحت لفظ "قضاء"۔

Marfat.com

کے بعد دوبارہ زندہ کرکے ان کے اعمال کا حساب وکتاب لے گا اور اسی کے مطابق سزا یا جزا دے گا۔ آنحضرتؐ ایک پیغمبر تھے اور خدا کا پیغام بندوں تک پہنچاتے تھے، اپنے دل سے کچھ نہیں کہتے تھے۔

"وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ"[1]

۲۲۴۔ غرض خدا نے اپنے احکام کچھ تو ایک "کتاب"[2] یعنی قرآن کی صورت میں دیئے جو ابتدائے اسلام سے تھوڑا تھوڑا نازل ہوکر آنحضرتؐ کی زندگی میں مکمل ہو گیا۔ اس کے سوا کچھ اور احکام آنحضرتؐ کے قول وفعل کے ذریعے سے پہنچائے گئے، اور قرآن ہی میں ان کے واجب التعمیل ہونے کی صراحت کر دی گئی[3]۔ قرآن میں روزِ قیامت کے حساب اور جزاء وسزا کا جو مفصل تذکرہ ہے، وہ گویا ایک نمونہ ہے کہ مسلمان کس طرح عدل وانصاف کریں۔ (میری نوعمری میں ورنگل/حیدرآباد دکن کے ایک وکیل نے ان قرآنی تفصیلات پر اردو میں ایک ضخیم کتاب ہی چھاپ دی تھی)۔

۲۲۵۔ یہ تو راست قانون سازی تھی۔ فقیہ، مجتہد، قاضی وغیرہ اسی قانونِ موضوعہ کے پابند ہوتے ہیں۔ گو جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل گورنر یمن کے سلسلے میں بیان کیا گیا، اجتہاد اور صوابدید نیز استحسان کے لیے گنجائش رکھ کر قانون میں ضرور لچک پیدا کر دی گئی۔

۲۲۶۔ قرآن وحدیث اور آرائے مجتہدین یعنی اجماع وقیاس سے قانون اسلام کا

---

[1] قرآن، سورۂ نجم، سورہ ۵۳۔ آیت ۳۔

[2] لفظ کتاب کے معنے فرض مقررہ کے بھی ہیں۔

[3] قرآن ۸/۲۰، ۳۳/۳۶، ۵۹/۷ وغیرہ۔

Marfat.com

انتخاب، استنباط، تدوین اور ترقی اس وقت ہمارے موضوع سے خارج ہیں۔ البتہ اس مختصر خاکے کے آخر میں ان حقوقِ اساسی کا ذکر بے محل نہ ہو گا جو آنحضرت صلعم نے حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ کے موقع پر اپنے جبل الرحمۃ کے مشہور پہاڑی خطبے[1] میں حلقہ بگوشانِ اسلام کے لئے مقرر فرمائے۔ یہ خطبہ مسلمانوں کی تاریخِ تمدن میں ایک منشورِ انسانیت کا کام دیتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:-

ہر شخص کے تین بنیادی حقوق یعنی جان، مال اور آبرو محفوظ اور قابلِ احترام ہیں۔

امانت (اور قرض) واپس ادا کئے جائیں۔

زمانۂ جاہلیت کا سود ممنوع کیا جاتا ہے اور فی الوقت واجب الادا سود بھی نہیں دلائے جائیں گے، صرف اصل واپس ملے گا۔ خود (آنحضرتؐ کے چچا) حضرت عباسؓ کے سود بھی کالعدم کئے جاتے ہیں۔

زمانۂ جاہلیت میں کئے ہوئے خون لوگ اب بھول جائیں، اور اُن کے بدلے اور انتقام کا خیال نہ کریں۔ خود آنحضرتؐ اپنے چچا زاد بھتیجے کا خون معاف کرتے ہیں۔

زمانۂ جاہلیت کے تمام آثار مٹا دیئے جاتے ہیں، سوائے خانہ کعبہ کی تولیت اور حاجیوں کے پانی کے انتظام کے۔

---

[1] پورے متن کے لئے دیکھئے ابن ہشام ص ۹۶۸ تا ۹۷۰، تاریخ طبری ص ۱۷۵۳ تا ۱۷۵۵، البیان و التبیین للجاحظ ج ۲ ص ۲۴ تا ۲۶۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۲۲ تا ۱۲۳۔ العقد الفرید لابن عبد ربہ، باب خطب وغیرہ وغیرہ۔ نیز میری عربی تالیف "الوثائق السیاسیۃ" بر موقع۔

Marfat.com

قتلِ عمد میں قصاص لیا جائے گا اور شبہ عمد میں سو اونٹ خون بہا دیا جائے گا۔ سال کبیسہ کی تقویم برخاست کی جاتی ہے اور قمری سنہ رائج کیا جاتا ہے جس میں بارہ مہینے ہوتے ہیں۔

میاں اور بیوی کے ایک دوسرے پر حق ہوتے ہیں۔ شوہر کا حق یہ ہے کہ بیوی پاک دامن رہے اور ان لوگوں کو گھر میں داخل نہ ہونے دے جن کو شوہر ناپسند کرتا ہے۔ بیوی کا حق یہ ہے کہ شوہر اسے اچھا کھلائے اور پہنائے۔ عورتیں ایک امانت ہیں، اُن سے سلوک میں خدا سے ڈرو اور اچھا برتاؤ کرو۔

سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ بلا رضامندی کوئی کسی کا مال نہ لے، اور نہ آپس میں لڑائی کرے۔

مَیں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک تم ان کو تھامے رہو گے تم بھٹکو گے نہیں۔ وہ قرآن اور سنّت ہیں۔ اور میں تمھیں میرے اہلبیت سے سلوک کے متعلق بھی تاکید کرتا ہوں۔

سب لوگوں کا رب بھی ایک ہی ہے اور سب آدمیوں کا باپ بھی ایک ہی ہے۔ تم آدمؑ سے ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ خدا کے نزدیک تم میں سے محترم ترین وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو، ورنہ کسی عرب کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں۔

وراثت کے لیے حصّے خدا نے مقرّر کر دیئے ہیں۔ وصیت ایک تہائی مال سے زیادہ کی روا نہیں۔

بچّہ فراش (عورت؟) کا ہو گا اور زانی کو پتھّر ملیں گے۔

نسب اور ولا میں جھوٹے دعوے اور کوششیں ایک ملعون فعل ہیں۔

Marfat.com

۲۲۷- یہ ایک سرسری خاکہ ہے جو ابتدائے اسلام کے، زیادہ تر طرزِ عمل اور نظائر کی روشنی میں مرتب کیا گیا۔ اور یہی طرزِ عمل بعد کے زمانوں میں ہمیشہ تمام دنیائے اسلام کے لئے ایک قابلِ عمل نمونے اور ایک واجب التعمیل نظیر اور حکم کا کام دینے لگا۔

اِسلامی تصورِ عدل کے متعلق چند آیتوں کی تلاوت سے اُسے ختم کرتا ہوں ۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ	خدا انصاف اور احسان دونوں کا حکم دیتا ہے۔ ۱۶/۹۰
وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی۔	کسی کی شخصی مخالفت کے باعث ناانصافی کے مجرم نہ بن جاؤ بلکہ عدل کرو اور یہی متقی کی شان ہے۔ ۵/۸
جَزٰٓءُ سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ۔	برائی کا بدلہ مساوی برائی ہے (زیادہ نہیں) لیکن اگر کوئی عفو اور صلح سے کام لے تو خدا اس کا اجر دے گا۔ ۴۲/۴۰
وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِہٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَھُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ۔	اگر بدلہ لینا چاہو تو اتنا ہی لو جتنا تمھیں نقصان پہنچایا گیا ہے۔ لیکن اگر صبر کرو تو یہ بہتر ہے۔ ۱۶/۱۲۶

(مجلہ تحقیقات علمیہ جامعہ عثمانیہ سالنامہ ۱۹۳۶ء)

عہدِ نبویؐ کا نظامِ تعلیم

۲۲۸۔ عرب اور خاص کر مکّہ معظمہ کی معاشرتی حالت کا جو قبلِ اسلام پائی جاتی تھی اگر قریب سے مطالعہ کیا جائے تو ناگزیر اس نتیجے پر پہنچنا پڑتا ہے کہ اس زمانے کے عربوں میں غیر معمولی صلاحیتیں پائی جاتی تھیں۔ جب اسلامی تعلیمات نے ان صلاحیتوں کو صیقل کیا تو عربوں نے اپنی اُپج اور کارکردگی کی قابلیت سے دُنیا کو حیران کر دیا۔ اور جب "وحدت اور حرکت کے مذہب" یعنی اسلام نے اُنکی توانائیوں کو ایک مرکز پر جمع کیا اور اس طرح ان میں مزید قوت پیدا کر دی تو یہی عرب اس قابل ہو گئے کہ پوری دُنیا کو دعوتِ مبارزت دیں اور وقتِ واحد میں اس وقت کی دونوں عالمگیر شہنشاہتوں یعنی ایران اور روم (بیزنطیہ) سے جنگ کریں۔

۲۲۹۔ میں نے اپنے بعض مقالوں میں کسی قدر تفصیل سے بتایا ہے کہ زمانہ جاہلیت کی عربی خانہ جنگیاں عربوں کے کردار کو بنانے اور ان میں حیرت انگیز قوتِ برداشت اور دیگر اعلیٰ مہمات پسند قابلیتیں پیدا کرنے میں ممد و معاون رہیں، جن پر خود نپولینؔ کو رشک تھا۔ عرب میں معینہ اوقات پر لگنے والے میلوں، بازاروں، اور کاروانوں کی حفاظت کے لیے بدرقوں یا خفاروں کا انتظام کچھ اتنا مکمل اور وسیع ہو گیا تھا کہ اس نے پورے جزیرہ نمائے عرب میں ایک معاشی "وفاق"

---

۵۱ سینٹ ہیلینا کی یادداشتیں (فرانسیسی) جلد ۲ ص ۱۸۳۔

Marfat.com

قائم کر دیا تھا[51]۔ جس سے عربوں میں وحدت کے خیالات پیدا ہونے لگ گئے تھے اور اسلام کے تحت ان کی "سیاسی وحدت" کا راستہ صاف ہو گیا تھا۔ اسی طرح شہری مملکت مکہ کا دستور بھی خاصا ترقی یافتہ تھا، جس سے وہاں کے باشندوں کو اس بات کی تربیت مل چکی تھی کہ ایک عالمگیر شہنشاہت کے نظم و نسق کو چلا سکیں[52]۔

۲۳۰۔ یہاں میرے پیش نظر ایک اور مسئلہ ہے، اور وہ یہ کہ زمانہ جاہلیت کے عربوں کی علمی صلاحیتیں بھی اتنی خاصی تھیں کہ، ہجرت کی ابتدائی صدیوں میں عربوں نے علوم و فنون کی حیرت انگیز فصلیں کاٹیں۔ انھیں صلاحیتوں کو اجاگر کرنا، ان کی خفیہ قابلیتوں کو بیدار کرنا، اور ان کو مفید اغراض میں کام میں لانا، یہ البتہ اسلام کا کارنامہ ہے۔

۲۳۱۔ عہد نبوی کے نظام تعلیم کا اس سے بہتر پس منظر کیا ہو گا کہ اسلام سے پہلے عرب میں لاعلمی حالت جیسی کچھ تھی، اس کا خاکہ پیش کیا جاتے۔

عرب میں زمانہ جاہلیت میں تعلیم :-

۲۳۲۔ بدقسمتی سے ہمارے پاس زمانہ جاہلیت کے تعلیمی معاملات کے متعلق بہت کم معلومات محفوظ ہیں۔ اس کی کچھ تو یہ وجہ ہے کہ اس زمانے میں وہاں لکھنے کا زیادہ رواج نہ تھا، اور کچھ یہ کہ لاکھوں کروڑوں کتابیں ہلاکو خاں وغیرہ نے بغداد، قرطبہ اور دیگر مقامات پر ایسے زمانے میں تباہ کر دیں، جبکہ ابھی فن طباعت سے کتابیں چھاپنے کا کام نہیں لیا جانے لگا تھا۔ اس دشواری کے باوجود جو کچھ تھوڑا بہت مواد ہم تک

---

۵۱ آگے باب "زمانہ جاہلیت کا معاشی نظام"۔

۵۲ اوپر باب "شہری مملکت مکہ"

Marfat.com

پہنچ سکا ہے، اس کی مدد سے زمانۂ جاہلیت کی تعلیمی حالت کا پتہ چلتا ہے، جس سے ہمیں حیرت ہوتی ہے، اور اس قوم کے متعلق رشک ہونے لگتا ہے جو اَن پڑھ ہونے پر اتراتی تھی[۱]۔ یمن کے سبا اور معین میں شہر ایتھنس (یونان) اور روما (اٹلی) کے بسائے جانے سے بھی قبل علم اور تمدّن کافی ترقی کر چکے تھے وہاں بیشمار کتبے ملتے ہیں جو ان کی علمی ترقی کے شاہد ہیں۔ لیکن میں یہاں اُن سے بحث نہیں کروں گا کیونکہ وہاں کی زبانیں عربی سے بہت دور کی ہیں، عربوں کی حد تک۔

۲۳۳۔ اوّلاً ان کی زبان کو لیجئے۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ کوئی زبان اپنے لغات، محاورات اور ادبی کمالات میں اس زمانے میں ترقی کرتی ہے، جب اس کے بولنے والوں کا تمدّن عروج پر ہو، اور اس سے پہلے اس زبان کی حالت اتنی پست ہوتی ہے کہ اُس کو جانوروں کی آواز سے کچھ ہی بلند قرار دیا جا سکتا ہے، کیونکہ اس وقت اس زبان میں نہ تو اونچے خیالات ادا کیے جا سکتے ہیں، اور نہ معمولی روز مرہ کی ضرورتوں کے سوا اس میں کوئی علوم و فنون ملتے ہیں۔ اگر اس معیار پر اسلام سے عین پہلے کی عربی زبان کو جانچا جائے تو ہم زبان کی نزاکت، لغات کی کثرت قواعدِ صرف و نحو کے استحکام، اور خاصے بلند معیار کے نظم کے ذخیرے کے باعث حیرت زدہ ہو جاتے ہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مستند عربی زبان زمانۂ

---

[۱] خود ایک حدیث میں ہے "ہم ایک اُمّی قوم ہیں، لکھنا اور حساب کرنا ہمیں نہیں آتا" (اِنَّا اُمَّةٌ اُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسِبُ) مختصر جامع بیان العلم ص۳۵) یہ حدیث صحیح بخاری وغیرہ میں بھی ہے۔ اس میں اصل میں تو زمانۂ اسلام میں قمری مہینوں کے اختیار کی وجہ بتائی گئی ہے۔ لیکن ضمناً اس سے شائد زمانۂ جاہلیت کے تصورات کا اندازہ کرنے میں مدد لی جا سکتی ہے۔

Marfat.com

جاہلیت کی سمجھی جاتی ہے، اسلامی تمدن کے عہدِ زرّین کی زبان کو یہ حیثیت حاصل نہیں ہے۔ اگر ہم زمانہ رحال کی کوئی زبان مثلاً جرمن، روسی، فرانسیسی یا انگریزی کو لیں تو اُن کے دو مؤلف جن میں مثلاً ڈیڑھ ہزار سال کا زمانہ حائل ہو، تو ایک ہی زبان کے یہ مؤلف ایک دوسرے کو بالکل نہیں سمجھ سکیں گے۔ اس کے برخلاف امرؤ القیس کی زبان اور قواعد صرف ونحو بالکل وہی ہیں جو مثلاً زمانہ رحال کے مصری شعراء شوقی اور حافظ کے ہیں۔ قرآن اور حدیث اس "جاہلی زبان" میں ہیں جس پر عربی شہنشاہت کے تمدن نے کوئی اثر قائم کرنے کا موقع نہیں پایا تھا۔ قرآن اور حدیث زمانہ رجاہلیت کے بدویوں کو بھی اسی سہولت سے سمجھ میں آتے تھے جتنا آج کسی جدید عربی کے متعلم کو۔ اسی زمانے میں عربی زبان، لغات والفاظ کی حد تک اتنی وسیع اور متمول ہوگئی تھی کہ اس کا مقابلہ زمانہ رحال کی انتہائی ترقی یافتہ مغربی زبانوں سے بھی بآسانی کیا جاسکتا ہے۔ ان چیزوں کی مجھے تفصیل بیان کرنی غیر ضروری ہے، کیونکہ ہر عربی داں اس سے واقف ہے۔ میرا منشا صرف اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اسلام سے پہلے عربوں کی زبان جس پختگی اور وسعت سے بہرہ ور ہو چکی تھی، وہ یقیناً اس بات کے بغیر ممکن نہیں کہ اس سے پہلے اس زبان کے بولنے والوں میں ادبیات کی بڑی صلاحیتیں اور بڑے چرچے رہے ہوں۔

۲۲۴۔ بیشمار نظمیں اور بچّوں کی لوریاں زمانہ رجاہلیت کی طرف منسوب ہیں۔ خود نثر میں بہت سے خطبوں، تقریروں، ضرب المثلوں، کہانیوں، کاہنوں اور حکموں (پنچ) کے فیصلوں، رائد یعنی چراگاہ کی تلاش کرنے والے دستوں) کی سجع وغیرہ کی صورت میں ہم تک ان کی یادگاریں پہنچی ہیں۔ ان کے دیکھنے سے ہر ناظر یہ اندازہ کرلے گا کہ اس زمانے کے عربوں میں بلاغت، ظرافت، حسنِ ذوق اور دقّتِ نظر کا معیار کتنا بلند تھا۔ فنّی ضرورتوں مثلاً نباتیات اور علمِ ہیئت وغیرہ پر بھی اتنے بلند معیار کا مواد ملتا ہے۔

Marfat.com

کہ جرمن مستشرق زلبر برگ SILBER BERG اس پر حیرت کا اظہار کرتا ہے۔
۲۳۵۔ خود لفظ "عرب" کے معنی ہیں وہ شخص جو اپنا مطلب اچھے طور سے واضح کر سکتا ہو، تمام غیر عرب "عجم" کہلاتے ہیں، جس کے معنی گونگے کے ہیں۔
۲۳۶۔ یہاں تک تو استنباطات اور قیاس آرائیاں ہوتی رہیں۔ خود تاریخی واقعات بھی مفقود نہیں ہیں۔
۲۳۷۔ مدرسوں کے سلسلے میں کسے یقین آئے گا کہ اس زمانے میں وہاں نہ صرف تعلیم گاہیں تھیں بلکہ ایسی تعلیم گاہیں جن میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں تعلیم پاتی ہوں؛ بہرحال ابن قتیبہ نے عیون الاخبار (جلد ۴ صفحہ ۱۰۳) میں بیان کیا ہے کہ مکے کے قریب رہنے والے قبیلہ ہذیل کی ضرب المثل فاحشہ عورت ظلمہ جب بچی تھی تو ایک مدرسہ جاتی تھی، جہاں اس کا سب سے دلچسپ مشغلہ یہ تھا کہ دواتوں میں قلم ڈال اور نکال کر کھیلا کرے۔
اس دلچسپ واقعے سے اتنا تو معلوم ہو جاتا ہے کہ قبیلہ قریش کے رشتہ دار قبیلہ ہذیل میں ایسے مدرسے تھے جو چاہے کتنے ہی ابتدائی نوعیت کے کیوں نہ ہوں، ان میں لڑکے اور لڑکیاں تعلیم پانے کے لئے جاتی تھیں۔
۲۳۸۔ بازار عکاظ میں ہر سال جو ادبی چرچا ہوا کرتا تھا اس کے باعث اسے ایک "بین العرب ادبیاتی کانگریس" کہنا بے جا نہ ہو گا۔ عکاظ نے مؤرخین اور مؤلفین کو ہمیشہ سے ہی ابھار رکھا ہے۔ حال میں جامعہ مصریہ کے پروفیسر احمد امین مرحوم نے مجلہ کلیۃ الآداب قاہرہ میں اس موضوع پر ایک بہت اچھا مضمون لکھا ہے۔ مجھے یہاں عکاظ کی علمی سرگرمیوں کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ یہاں اس قدر کافی ہے کہ اس ادارے کا صرف نام لے لیا جائے جس نے عربی زبان کو معیاری بنانے کے لئے اتنا نمایاں حصہ لیا ہے۔
سوق بنی قینقاع (مدینہ) بھی جو سال میں کئی بار لگتا تھا، اس کا حریف تھا اور وہاں بھی شاعر آتے اور اپنا کلام سناتے اور مفاخرت کرتے جیسا کہ سمہودی نے اپنی تاریخ مدینہ

Marfat.com

(وفار الوفار، طبع دوم ص ۱۲۳۸) میں بیان کیا ہے۔
۲۳۹۔غیلان بن سلمہ ثقفی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے[۱]، کہ وہ ہفتے میں ایک دن علمی جلسہ منعقد کرتا جس میں نظمیں پڑھی جاتیں، اور ان پر تنقید ہوتی۔ ہفتے کے باقی دنوں میں وہ کسی دن عدل گستری کا کام انجام دیتا اور کسی دن دوسرے فرائض میں مشغول ہوتا۔ اس واقعے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جاہلیت میں طائف والوں کا علمی ذوق بھی کتنا بلند تھا۔
۲۴۰۔اس زمانے میں مکے کی علم دوستی اس سے بھی کچھ زیادہ ہی بلند تھی۔ سبع معلقات لکھ کر مکے ہی کے معبد کعبے میں لٹکائے جاتے رہے، اور اسی اعزاز و امتیاز نے اُن سات نظموں کو عربی ادبیات میں ایک لافانی زندگی عطا کر دی ہے۔
۲۴۱۔ ورقہ بن نوفل مکے کا ایک باشندہ تھا۔ اس نے زمانہ جاہلیت میں توریت اور انجیل کو عربی میں منتقل کیا تھا۔ اور وہ سریانی زبان سے بھی واقف تھا[۲]۔
۲۴۲۔ غالباً یہ مکے والے ہی تھے، جنھوں نے عربی زبان کو سب سے پہلے

---

[۱] الازمنہ والامکنہ، مؤلفہ مرزوقی جلد ۲ ص ۷۹ تا ۸۰۔ نیز معارف ابن قتیبہ بر موقع۔
[۲] صحیح بخاری کتاب ۶۵/ سورہ ۹۶ اور کتاب ۱/۹۱ (خاص کر آخر الذکر میں) انجیل کو عربی میں لکھنے کا ذکر ہے۔ کتاب ۱/۱/۳ میں ورقہ کی عبرانی سے واقفیت کا ذکر ہے لیکن اس سے مراد سریانی زبان ہے کیونکہ اس حدیث میں پہلی وحی اور سورۂ اقراء کے نزول کا قصہ سن کر ورقہ نے رسول اکرمؐ سے کہا تھا، "اگر تم نے سچ سچ بیان کیا ہے تو یہ ناموسِ موسیٰ سے مشابہ ہے"۔ توریت کے لئے ناموس کا لفظ یونانی اور سریانی برتا جاتا ہے، عبرانی میں عربی ہی کی طرح توراۃ کہتے ہیں۔ یوں بھی سریانی لوگ عیسائی تھے اور ان کی زبان میں انجیل پائی جاتی تھی۔ عبرانی یہودیوں کی دینی زبان ہے۔

Marfat.com

ایک تحریری زبان کی حیثیت عطا کی تھی۔ غالبًا یہی وجہ تھی کہ یہاں کے اُجڈ سپاہی بھی لکھے پڑھے ہوا کرتے تھے۔ اس کی مزید تفصیل آگے آئے گی۔

حمّاد راویہ کا بیان ہے کہ سلطنت حیرہ کے لخمی حکمران نعمان نے عربی اشعار "طنوج" (رجسٹروں) میں لکھ کر اپنے محل میں دفن کرا دیئے تھے۔ جب اسلامی دَور میں مختار بن ابی عبید وہاں کا والی بنا تو اُس نے اُن کو نکلوایا۔ اور اس طرح حیرہ (کوفہ) والوں کو قدیم عربی اشعار کے متعلق کثیر الثانی معلومات حاصل ہوئیں۔

(لسان العرب، مادّہ ط۔ ن۔ ج)

۲۴۳۔ قصّہ نویسی، ناول اور ڈرامہ زمانہ رحال میں ادبیات میں بہت بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ مکّے والوں کو بھی اس کا بڑا ذوق تھا۔ چنانچہ چاندنی راتوں میں خاندانی اجتماع گاہوں پر یا شہر کے مرکزی دارالندوہ میں یہ لوگ جمع ہوتے، اور پیشہ ور قصّہ گو وغیرہ وہاں برجستہ یا سُنے ہُوئے قصّے بیان کرکے دلچسپی کا سامان مہیا کرتے۔ اس کے کچھ حوالے باب "شہری مملکتِ مکّہ" میں ادپر ملیں گے۔ اِصطلاحًا یہ "مسامرہ" کہلاتا۔

۲۴۴۔ ادبی ذوق جاہلیّت میں صرف عربوں ہی میں نہ تھا، بلکہ عرب میں رہنے والی دوسری قوموں میں بھی اس کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ یہودی امیّہ بن ابی الصّلت سموأل بن عادیا اور دیگر یہودی اور نصرانی شعراء کے دیوان بھی پائے جاتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے یہودیوں نے ایک بیت المدراس قائم کر رکھا تھا، جو نیم عدالتی اور اور نیم تعلیمی ادارہ ہُوا کرتا تھا۔ اور اسلام کے آغاز تک اس کا پتہ چلتا ہے، (دیکھیے

---

۵۱ فہرست ابن ندیم صٓ نیز کتاب الخراج مؤلفہ قدامہ بن جعفر کا نسخہ جو آکسفرڈ میں ہے (مگر وہاں کی لاطینی فہرست مخطوطات عربیہ میں غلطی سے قلاقہ کی طرف منسوب ہے)۔

Marfat.com

(دیکھئے سیرۃ ابن ہشام میں غزوۂ بنی قینقاع وغیرہ)۔

۲۴۵۔ زمانۂ جاہلیت میں عربی زبان میں لکھنے پڑھنے کی چیزوں کے لئے بڑی کثرت سے الفاظ ملتے ہیں، چنانچہ صرف قرآن مجید میں ہی حسب ذیل الفاظ کا ذکر ہے:۔

۲۴۶۔ قلم، نون (دوات)، نستنسخ، مرقوم، مسطور، مستطر، مکتوب، تخطّہ، تملی، یُمِلّ، یُملِل[۱۵] (لکھنے کے معنی میں جو مختلف افعال پائے جاتے ہیں، یہ ان کے صیغے ہیں)، سَفَرہ، کاتب، مداد (سیاہی) اَسفار، زُبر، کُتب، صُحف (کتابوں اور تحریری چیزوں کے معنوں میں) وغیرہ۔ قرآن میں سِجِلّ کا لفظ بھی آیا ہے، جو خط بند کرکے مُہر لگانے کے معنے میں نظر آتا ہے۔ قرآن میں قِطّ کا لفظ بھی ہے اور سہیلی کے مطابق وہ کاغذ کے معنے رکھتا ہے۔ قرآن میں رَقّ کا لفظ بھی آیا ہے، یعنی جھلّی جس کو قدیم زمانے میں کاغذ کی جگہ لکھنے کی چیز کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ جس طرح قدیم ہند میں تاڑ اور کاذی (کیوڑے) کے پتّوں پر کتابیں اور خطوط لکھے جاتے تھے۔ اسی طرح قرآن میں قرطاس کا لفظ بھی ہے جو غالبًا بَردی گھاس (پاپیرس) سے بنائے ہوئے دبیز کاغذ کے معنے میں ہے۔

۲۴۷۔ عہدِ نبویؐ میں تبلیغی اور دیگر خطوط سینکڑوں کی تعداد میں عرب کے طول و عرض کے قبائل کے نام جاتے رہے (میری الوثائق السیاسیۃ ملاحظہ ہو)۔ اس سے بآسانی اس کا ثبوت مل جاتا ہے کہ لکھنا پڑھنا عرب کے ہر حصّے میں رائج تھا

۲۴۸۔ غرض ان اور اسی طرح کی مماثل بنیادوں پر علوم وفنون کی وہ بلند عمارتیں

---

[۱۵] جیسا کہ اوپر ف۱۰۲ میں بیان ہوا، "لکھنا" حکم دینے کے معنوں میں بھی برتا جاتا ہے۔ گمان ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں مِلّتِ ابراہیمی کی اتباع کا جو کئی بار ذکر آیا ہے۔ اس میں لفظ "مِلّت" اسی مادّے (م۔ل۔ل) سے نکلا ہے اور احکام اور کتاب کے معنے میں ہے اور مراد دینی احکام اور مذہب کے ہیں۔

بعد میں زمانہ اسلام کے عربوں نے کھڑی کیں، جن پر پورے کرۂ ارض کی علمی دُنیا فخر کرسکتی ہے۔

قبلِ ہجرت اسلام

۲۴۹- یہ چیز عام طور سے معلوم ہے کہ اسلام کا آغاز اس وقت سے ہوا جب حضرت محمد صلعم پر چالیس سال کی عمر میں وحی اُتری۔ اس بات کا کوئی پتہ نہیں چلتا کہ نوعمری میں آپؐ نے لکھنے اور پڑھنے کے فن میں حصّہ لیا ہو۔ آپؐ عمر بھر اُمی ہی رہے۔ اس کے باوجود یہ کس قدر اثر انگیز واقعہ ہے کہ خدا کے پاس سے آپ کو جو سب سے پہلے وحی آئی اس میں آپ کو اور آپ کے متبعین کو حکم تھا کہ "اقرءْ" یعنی پڑھ، اور قلم کی اِن الفاظ میں تعریف کی گئی تھی کہ جملہ انسانی علم اسی سے ہے:-

"پڑھ اپنے رب کے نام سے جو خالق ہے جس نے انسان کو ایک جمے ہوئے قطرۂ خون سے پیدا کیا۔ پڑھ یہ تیرا بزرگ رب ہی ہے، جس نے قلم کے ذریعے سے تعلیم دی۔ اور انسان کو وہ چیز بتائی، جسے وہ نہیں جانتا تھا۔"

(قرآن مجید، سورہ ۹۶- آیت ۱ تا ۵)

۲۵۰- ایک حدیث میں رسول کریم صلعم نے بیان فرمایا ہے کہ خدا نے سب سے پہلے قلم ہی کو پیدا کیا۔[۵۱]

۲۵۱- سہولت کے لئے ہم بھی وہی مشہور تقسیم اختیار کرسکتے ہیں جو قبل ہجرت وبعد ہجرت کے نام سے رسولِ کریم صلعم کی زندگی کے متعلق استعمال کی گئی ہے۔ اور اسی تقسیم سے وہ زمانے بھی متعین ہوجاتے ہیں جب آپؐ کے ہاتھ میں دنیوی

---

۵۱ ترمذی ۴۴/۴۸ - ابوداؤد ۳۹/۱۶ - ابن حنبل جلد (۵) ص۳۱۵ - طیالسی ص۵۷۷ -

Marfat.com

اقتدار تھا یا نہ تھا۔

۲۵۲۔ یہ امر نمایاں کئے جانے کے قابل ہے کہ قریب قریب وہ تمام آیتیں جن میں لکھنے پڑھنے یا علم سیکھنے کا ذکر ہے، وہ مکی آیتیں ہیں، اس کے برخلاف مدنی آیتوں میں کام کرنے اور تعمیل کرنے پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ چنانچہ:۔

(۱) کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں، اور جو نہیں جانتے، برابر ہو سکتے ہیں؟

(قرآن مجید ۳۹/۹)

(۲) تم کو علم سے تھوڑی مقدار دی گئی ہے۔ (قرآن مجید ۱۷/۸۵)

(۳) اللہ سے اس کے بندوں میں صرف عالم ہی ڈرتے ہیں۔ (قرآن مجید ۳۵/۲۸)

(۴) اور کہہ میرے آقا مجھے علم میں زیادتی عطا کر۔ (قرآن مجید ۲۰/۱۱۴)

(۵) تمھیں وہ چیز سکھائی گئی جو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمھارے آباؤ اجداد۔

(قرآن مجید ۶/۹۲)

(۶) اگر زمین کے تمام درخت قلم بن جائیں، اور سمندر سات دیگر سمندروں کے ساتھ سیاہی بن جائے تو بھی خدا کے کلمات ختم نہ ہو سکیں (قرآن مجید ۳۱/۲۷)۔

(۷) قسم ہے پہاڑ کی، اور قسم ہے ایک کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے ایک جھلی پر، جو پھیلائی گئی ہے۔ (قرآن مجید ۵۲/۱تا۳)

(۸) نون (دوات)! قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی جو تم لکھتے ہو۔ (قرآن مجید ۶۸/۱)

(۹) اگر ہم نے تجھ پر ایک واقعی تحریری چیز کاغذ پر لکھی ہوئی بھیجی ہوتی تو ....

(قرآن مجید ۶/۷)

(۱۰) اگر تمھیں معلوم نہ ہو، تو یہ یاد رکھنے والوں سے پوچھ لو (قرآن مجید ۱۶/۴۳)

۲۵۳۔ یہ تمام مکی آیتیں ہیں۔

۲۵۴۔ کسی قوم میں کسی پیغمبر کا مبعوث ہونا تعلیم کے سوا کسی اور غرض کے لئے

Marfat.com

نہیں ہوتا۔ چنانچہ ہمیں حیرت نہ ہو کہ ایک حدیث میں رسول کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ میں ایک معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں[۱]۔

۲۵۵۔ اس کی تائید قرآنی آیتوں سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے :-

(۱) (ابراہیم اور اسمٰعیل نے دعا کی) : اے ہمارے آقا ان کے پاس انہی میں کا ایک رسول بھیج، جو انھیں تیری آیتیں سنائے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے، اور ان کا تزکیہ کرے، تو ہی طاقتور اور عقلمند ہے۔ (قرآن مجید ۲/۱۲۹)

(۲) وہی ہے جس نے اُمیتوں میں انھیں میں کا ایک رسول بھیجا تاکہ انھیں اس کی آیتیں سنائے اُن کا تزکیہ کرے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ اگرچہ اس سے پہلے وہ فاش گمراہی میں مبتلا تھے۔ (قرآن مجید ۶۲/۲)

۳۔ بیشک خدا نے ایمان والوں پر مہربانی کی جب اس نے ان کے پاس انھیں میں کا ایک رسول بھیجا، جو انھیں اُس کی آیتیں سناتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے وہ فاش گمراہی میں مبتلا تھے۔

(قرآن مجید ۳/۱۶۴)

۲۵۶۔ حقیقت میں تبلیغ اور تعلیم ایک ہی چیز ہیں، خاص کر ایسے شخص کے لئے جو مذہب و سیاست کو بالکل ایک دوسرے سے الگ اور آزاد چیزیں نہ سمجھتا ہو، اور جس کا مطمح نظر یہ ہو کہ :-

"اے ہمارے رب! ہمیں اس دنیا میں بھی بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی، اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ (قرآن مجید ۲/۲۰۱)

۲۵۷۔ بیعت عقبۂ ثانیہ جیسے ابتدائی زمانے میں، جو ہجرت سے بھی دو سال پہلے

---

[۱] ابن عبدالبر کی مختصر جامع بیان العلم ص۲۵ نیز ابن ماجہ باب فضل العلماء۔

Marfat.com

منعقد ہوئی تھی۔ کوئی ایک درجن مدینے والوں نے اسلام قبول کیا تھا تو اُن کی خواہش پر رسولِ کریم صلعم نے ان کے ساتھ مکے سے ایک تربیت یافتہ معلمؓ روانہ روانہ کر دیا تھا جو انھیں قرآن مجید کی تعلیم دے سکے، اور دینیاتِ اسلام سے واقف کرا سکے۔ بے شبہ اس ابتدائی زمانے میں تعلیم سے مراد صرف مبادیٔ دین اور عبادت کے طریقوں کی تعلیم ہی ہو سکتی تھی۔

۲۵۸۔ زمانۂ قبلِ ہجرت کی سب سے اہم چیز جو اس سلسلے میں بیان کی جا سکتی ہے یہ تھی کہ آنحضرت صلعم نے کاتبوں کو مقرر کر رکھا تھا، جن کا کام یہ تھا کہ جیسے جیسے وحی نازل ہوتی جائے، اس کو لکھ لیں اور اس کی نقلیں کریں۔ چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ جب حضرت عمرؓ اسلام لانے لگے، تو انھیں قرآن مجید کی چند سورتیں اپنی بہن کے گھر میں لکھی ہوئی ملی تھیں۔ اور بظاہر ان کی بہن بھی پڑھنا جانتی تھیں۔ (سیرۃ ابن ہشام)[۵۱]

۲۵۹۔ اس سلسلے میں سب سے آخر میں حضرت موسیٰؑ کے قصے کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں جو قرآن شریف کی ایک مکی سورت (کہف) میں مذکور ہے کہ کس طرح وہ طلبِ علم کے لئے گھر سے نکلے، سفر کی صعوبتیں برداشت کیں، اور دل دہلانے والے تجربے حاصل کئے۔ اس قصے کا ماحصل یہ ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی بڑا عالم ہو جائے ہر چیز نہیں جان سکتا۔ اور یہ کہ علم میں زیادتی کی خواہش ہو تو بیرونی ممالک کا سفر ناگزیر ہے[۵۲]۔

---

۵۱ سیرۃ ابن ہشام ص۲۸۹۔

۵۲ طلبِ علم کے لئے سفر کے سلسلے میں دیکھئے مقدمۂ دارمی ص۶۲۔

Marfat.com

بعد ہجرت

۲۶۰۔ ہمارے پاس بعد ہجرت زمانے کے متعلق جو مواد ہے، اس کو سنہ وار ترتیب دینے کی جگہ فن وار مرتب کرنا زیادہ سہولت بخش ہوگا۔ مثلاً مدرسوں کا انتظام، امتحانات، اقامت خانے، ابتدائی تعلیم اور لکھنا پڑھنا سکھانے کا بندوبست، اجنبی زبانوں کی تعلیم، نصابِ تعلیم، عورتوں کی تعلیم، صوبہ جات میں دورہ اور تنقیح کرنے والے افسر وغیرہ۔

۲۶۱۔ ہم ابھی اوپر بیان کر چکے ہیں کہ رسولِ کریم صلعم نے ہجرت سے بھی پہلے ایک معلّم کو مدینہ منورہ روانہ کیا تھا جس کے کارنامے تاریخ نے محفوظ رکھے ہیں۔ جب ہجرت کے بعد رسولِ کریم صلعم خود مدینہ منوّرہ پہنچے تو بیشمار اور بیحد اہم جنگی اور سیاسی مصروفیات کے باوجود آپ اُس کے لئے وقت نکال لیا کرتے تھے کہ مدینہ منورہ سے ناخواندگی کو دُور کرنے کے کام کی شخصی طور سے نگرانی کر سکیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں آپ نے سعید بن العاص رض کا تقرر کیا تھا کہ لوگوں کو لکھنے اور پڑھنے کی تعلیم دیں[۱] یہ بہت خوشنویس بھی تھے۔ ایک دوسرے راوی کے الفاظ میں ان کو "معلم الحکمت" بنایا گیا تھا[۲]۔ جس سے لکھنے پڑھنے کو جو عظیم اہمیت دی جاتی ہے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ رسولِ کریم صلعم کو خواندگی سے اتنی دلچسپی تھی کہ ہجرت کے ڈیڑھ ہی سال بعد جب ساٹھ ستّر مکّے والے جنگِ بدر میں گرفتار ہو کر مدینہ لائے گئے تو آپؐ نے ان لوگوں کی جو مالدار نہ تھے، رہائی کے لئے یہ فدیہ مقرّر

---

[۱] استیعاب ابن عبدالبر ص۲۹۳، نیز نظام الحکومۃ النبویۃ مؤلفہ کتانی ۴۸/۱ بحوالہ ابو داؤد۔

[۲] کتاب المحبّر مؤلفہ ابن حبیب، ص ۴۷۶۔

کیا تھا کہ مدینے کے دس دس بچّوں کو لکھنا سکھائیں[51]۔ حضرت عبادہ ابن الصامتؓ کہتے ہیں کہ رسولِ کریم صلعم نے مجھے صُفّے میں اس غرض سے مامور کیا تھا، کہ لوگوں کو لکھنے کی اور قرآن مجید کی تعلیم دوں[52]۔

٢٦٢۔ صُفّے سے مراد مکان کا ملحق حصّہ ہوتا ہے۔ یہ مسجدِ نبوی میں ایک احاطہ تھا، جو اس غرض کے لیے مختص کر دیا گیا تھا کہ باہر سے تعلیم کے لئے آنے والوں بلکہ خود مقامی بے گھرے طالب علموں کے لئے دارالاقامے کا بھی کام دے اور مدرسے کا بھی۔ اس اقامتی درسگاہ میں لکھنے پڑھنے کے علاوہ فقہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ قرآن مجید کی سورتیں زبانی یاد کرائی جاتی تھیں۔ فنِ تجوید سکھایا جاتا تھا اور دیگر اسلامی علوم کی تعلیم کا بندوبست تھا، جس کی نگرانی خود رسولِ کریم صلعم شخصی طور سے فرمایا کرتے تھے، اور وہاں رہنے والوں کی غذا وغیرہ کا بھی بندوبست کیا کرتے تھے۔ یہ طلبا اپنی فرصت کے گھنٹوں میں طلبِ روزگار میں بھی مصروف ہُوا کرتے تھے[53]۔

٢٦٣۔ درسگاہ صفہ میں نہ صِرف مقیم طلبہ کی تعلیم کا انتظام تھا، بلکہ ایسے بھی بہت سے لوگ آتے تھے جن کے مدینے میں گھر تھے، اور وُہ صِرف درس کے لیے وہاں حاضر ہُوا کرتے تھے۔ وقتاً فوقتاً عارضی طور سے درسگاہ میں شریک ہونے والوں کی بھی کمی نہ تھی۔ مقیم طلبہ کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی۔ اور ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک وقت ان کی تعداد ستّر بھی تھی[54]۔ صفّے کو ظُلّہ یعنی سائبان بھی کہتے تھے (ابن سعد ۱/۲ صـ۱۳)۔

---

[51] ابن سعد ۲/۱ صـ۱۴، سہیلی ۲/۹۶، مسندِ ابنِ حنبل ۱/۲۴۷، کتّانی کتاب مذکور ۱/۴۸۔

[52] کتّانی ۱/۴۸ بحوالہ ابوداؤد، کتاب البیوع۔ باب کسب المعلم وغیرہ۔

[53] بخاری کتاب المغازی۔ باب سریّۃ بیرِ معونہ۔

[54] مسندِ ابنِ حنبل جلد ۳ صـ۱۳۷۔

Marfat.com

۲۶۴۔ مقامی طلبہ کے علاوہ دُور دراز کے قبائل سے بھی طلبہ آتے، اور اپنا ضروری نصاب تکمیل کر کے اپنے وطنوں کو واپس ہو جاتے [۵۱]

۲۶۵۔ رسولِ کریم صلعم اکثر اپنے کسی تربیت یافتہ صحابی کو قبائلی وفود کے ساتھ ان کے مسکنوں کو روانہ کر دیتے، تاکہ وُہ اس علاقے میں دینیات کی تعلیم کا بندوبست کریں۔ جس کے بعد وہ مدینہ واپس آجاتے [۵۲]

۲۹۶۔ ہجرت کے ابتدائی سالوں میں معلوم ہوتا ہے کہ رسولِ کریم صلعم کی یہ مستقل سیاست تھی کہ جب مدینے کے باہر کے لوگ مسلمان ہوتے تو اُن کو حکم دیا جاتا کہ ترکِ وطن کر کے مرکزِ اسلام کے قریب آبسیں [۵۳]، جہاں بعض وقت ان کو اپنی نوآبادی بسانے کے لئے سرکاری زمینیں بھی دی جاتیں [۵۴]۔

۲۹۷۔ ترکِ وطن کے اس حکم میں فوجی، سیاسی اور تمدنی جو اغراض پوشیدہ تھے، وہ ظاہر ہیں۔ ابنِ سعدؒ نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے ایک قبیلے میں جو نیا نیا مسلمان ہوا تھا، ایک معلّم روانہ کیا، معلّموں کو ہجرت کے متعلق جو عام ہدایتیں تھیں، اس کی انھوں نے لفظی تعمیل کی اور کہنا شروع کیا کہ جو ہجرت نہ کرے وہ مسلمان

---

[۵۱] بخاری باب رحمۃ البہائم نیز تفسیر طبری جلد (۱۱) ص ۵۹ نیز تفسیر خازن میں سورہ (۹) آیت ۱۲۲ کی تفسیر جہاں قرآن مجید میں حکم ہے کہ ہر شخص جنگ پر چلا نہ جائے، بلکہ چند لوگ تعلیم حاصل کر کے رہنمائی کا فریضہ انجام دیں۔ نیز ابن عبدالبرؒ کی کتاب العلم ص ۲۰ تا ۲۱۔

[۵۲] کتانی کی نظام الحکومت النبویۃ جلد ۱ ص ۴۳ وما بعد۔

[۵۳] دیکھئے آگے باب ہجرت یا نوآبادکاری۔

[۵۴] ابو داوُد جلد ۲ ص ۳۲۵ وغیرہ۔

[۵۵] طبقات ابنِ سعد باب الوفود۔

Marfat.com

ہی نہیں سمجھا جائے گا۔ قبیلے والے پریشان ہوئے مگر وہ تھے سمجھ دار۔ انھوں نے اپنا ایک وفد مدینہ روانہ کیا تاکہ براہِ راست جناب رسولِ اکرم صلعم سے معلوم کریں کہ ہجرت کے حکم کا کیا منشا ہے؟ اور یہ عرض کریں کہ انھیں اپنا وطن چھوڑنے میں کس قدر عظیم معاشی نقصان ہے۔ رسولِ کریم صلعم نے اُن کی مشکلات کو سُن کر انھیں اجازت دی کہ وہ اپنے وطن ہی میں رہیں، اور ان کے ساتھ وہی سلوک ملحوظ رکھا جائے گا جو اسلامی سرزمین میں ہجرت کرنے والوں کے ساتھ رکھا جاتا تھا۔ (دیکھو نیچے ف ۲۹۵)

۲۶۸۔ مدنی زندگی میں رسولِ کریم صلعم کی یہ مستقل سیاست تھی کہ قبائل میں تعلیم و تربیت کے لئے معلم روانہ کریں۔ بیر معونہ کے مشہور واقعے میں ستّر قاریانِ قرآن بھیجے گئے تھے، جس کا ذکر صحیح بخاری (کتاب المغازی، باب ۲۸، غزوۃ الرجیع، حدیث ۵۰۲) میں ہے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ انھیں نجد کے ایک آباد علاقے میں اور کثیر قبائل میں کام کرنا تھا۔

۲۶۹۔ قبائلی نمائندوں کا تعلیم کی غرض سے مدینہ آنا بھی کوئی شاذونادر واقعہ نہ تھا[۵۱]۔ اور جیسا کہ اُوپر بیان کیا گیا، ایسے لوگوں کے قیام و طعام اور تعلیم و تربیت کی رسولِ کریم صلعم خود شخصی طور سے نگرانی فرماتے تھے۔ اور یہ لوگ عموماً صفّے میں ٹھہرائے جاتے تھے۔

۲۷۰۔ مدینہ منورہ میں صفّہ واحد درسگاہ نہ تھی، بلکہ یہاں کم از کم نُو مسجدیں خود عہدِ نبوی میں تھیں[۵۲]، اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ہر مسجد اپنے آس پاس کے محلّے والوں

---

[۵۱] اس کی تفصیل اوپر آ چکی ہے۔

[۵۲] ابوداؤد کی کتاب المراسیل، نیز عینی کی شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۶۰۔ کتاب انساب الاشراف للبلاذری ج ۱، ص ۲۷۳۔

Marfat.com

کے لیے درس گاہ کا بھی کام دیتی تھی، خاص کر بچے وہاں پڑھنے آیا کرتے تھے۔ قبا، مدینہ منورہ کے جنوب میں مسجدِ نبوی سے کوئی دو ڈھائی میل پر واقع ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وقتاً فوقتاً رسولِ کریم صلعم وہاں تشریف لے جاتے، اور وہاں کی مسجد کے مدرسے کی شخصی طور سے نگرانی فرماتے[51]۔ بعض احادیث میں رسولِ کریم صلعم کے عام حکم ان لوگوں کے متعلق محفوظ ہیں، جو اپنے محلّے کی مسجد کے مدرسے میں تعلیم پاتے تھے[52]۔ آنحضرت صلعم نے یہ بھی احکام صادر کئے تھے کہ لوگ اپنے ہمسایوں سے تعلیم حاصل کیا کریں[53]۔

۲۷۱۔ ایک دلچسپ واقعہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے بیان کیا ہے[54]۔ کہ ایک دن جب رسولِ کریم صلعم مسجدِ نبوی میں داخل ہوئے، تو دیکھا کہ وہاں دو قسم کے لوگ موجود ہیں، کچھ لوگ نوافل اور خدا کی عبادت میں مشغول تھے۔ اور کچھ لوگ فقہ کی تعلیم و تعلّم میں منہمک۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ دونوں ہی لوگ اچھا کام کر رہے ہیں، البتہ ایک کا کام زیادہ اچھا ہے۔ جو لوگ خدا سے کچھ مانگ رہے ہیں، ان کے متعلّق خدا کی مرضی ہے کہ چاہے تو دے چاہے تو نہ دے، البتہ دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو علم حاصل کر رہے ہیں اور جہالت کو دور کر رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ میں بھی معلّم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں — یہ کہتے ہوئے آپؐ نے اس حلقے میں اپنے لئے جگہ بنائی جہاں درس ہو رہا تھا۔

---

۵۱ ابن عبدالبر کی کتاب العلم ص۹۷۔

۵۲ ابن عبدالبر کی کتاب العلم ص۴۳۔

۵۳ کتانی کی نظام الحکومۃ النبویہ جلد ا ص۱۴۱ نیز صحیح بخاری، املا ز نبوی، بیان حضرت عمرؓ۔

۵۴ ابن عبدالبر کی کتاب العلم ص ۱۵۔ نیز دیگر کتبِ حدیث۔

۲۷۲۔ یہاں اس مشہور اور اکثر حوالہ دی جانے والی حدیث کا ذکر کیا جا سکتا ہے کہ شیطان پر ایک عالم، ایک ہزار عابدوں سے زیادہ سخت گزرتا ہے۔[1]

۲۷۳۔ رسولِ کریم صلعم خود بھی شخصی طور سے اعلیٰ تعلیم دیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ وغیرہ بڑے صحابہ ان درسوں میں شریک رہا کرتے تھے، جہاں قرآن وغیرہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ آنحضرت صلعم مسجد نبوی کے حلقہائے درس کا اکثر معائنہ کیا کرتے تھے۔ اگر وہاں کوئی بے عنوانی نظر آتی تو فوراً اتدارک فرما دیا کرتے۔ چنانچہ ترمذی میں ہے[2] کہ ایک مرتبہ مسجدِ نبوی میں رسولِ کریم صلعم نے قضاء و قدر کے متعلق کچھ مباحثہ ہوتے سُنا۔ آپ اپنے حجرے سے باہر آئے۔ مارے غصّے کے آپ کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ اور راوی کے الفاظ میں ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ انار کا رس آپ کے رخساروں اور پیشانی پر نچوڑ دیا گیا ہے۔ آپ نے اس موضوع پر بحث مباحثے سے منع کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ بہت سی گزشتہ امتیں اسی مسئلے میں الجھ کر گمراہ ہو گئی تھیں۔

۲۷۴۔ یہ رسولِ کریم صلعم کی ایک طے شدہ سیاست تھی کہ صرف وہی لوگ قوم کی سیادت، سرداری اور رہنمائی کریں اور نتیجتہً مسجدوں میں امام بنیں جو قرآن مجید اور سنّت کے زیادہ سے زیادہ ماہر ہوں۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں بیان کیا گیا ہے۔

۲۷۵۔ یہ کوششیں بیکار نہ گئیں، اور خواندگی میں اس قدر تیزی سے ترقی ہوئی کہ ہجرت کو چند ہی دن گزرے تھے کہ قرآن مجید نے حکم دیا کہ ہر وہ تجارتی معاملہ جس میں رقم ادھار ہو۔ صرف تحریری طور سے انجام پائے۔ اور ایسی دستاویز پر کم از کم دو اشخاص کی گواہی لی جایا کرے۔ اس کا منشا قرآن کے الفاظ میں یہ تھا کہ اس طرح کی تحریری گواہی

---

[1] سیوطی کی جمع الجوامع تحت عنوان "عالم و فقیہ" بحوالہ بخاری و دیلمی، نیز ترمذی، باب العلم۔

[2] شمائل ترمذی برموقع۔

"خدا کے نزدیک زیادہ منصفانہ ہے، اور شہادت کے اغراض کے لئے زیادہ مستحکم وسیلہ ہے، اور شبہات پیدا ہونے کی صورت میں رفع شک کا بہترین ذریعہ ہے[۵۱]۔"

۲۷۶۔ مدینے میں خواندگی کی کثرت ہو جانے کے باعث اس حکم سے کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ اور ظاہر ہے کہ ملک میں خواندگی کی وسعت کے بغیر ایسا حکم نہیں دیا جا سکتا تھا۔ گو اس میں شک نہیں کہ پیشہ ور کاتبوں کا بھی اس زمانے میں پتہ چلتا ہے[۵۲]۔

۲۷۷۔ ہجرت کے بعد سے ہی سیاسی معاہدات، سرکاری خط و کتابت، ہر فوجی مہم میں جانے والے رضاکاروں کے ناموں کی فہرستیں[۵۳]، مختلف مقامات مثلاً مکہ، نجد، خیبر، اوطاس وغیرہ میں خفیہ نامہ نگار[۵۴] جو عموماً تحریری طور سے آنحضرت صلعم کو اپنے مقام کے حالات سے اطلاع دیا کرتے تھے، نیز مردم شماری[۵۵] اور اسی طرح کی بہت سی چیزیں اس بات میں ممد و معاون ہوئیں کہ خواندگی روز بروز بڑھتی ہی جائے

---

۵۱ قرآن مجید ۲/۲۸۲۔

۵۲ کتانی کی نظام الحکومۃ النبویۃ، ۱/۲۷۵ تا ۲۷۷۔

۵۳ کتانی کتاب مذکور جلد ۱ صفحہ ۲۲۱ بحوالہ صحیح مسلم۔

۵۴ کتانی ۱/۳۶۲ تا ۳۶۴ اگرچہ مولانا سلیمان ندوی کے خیال میں خفیہ نامہ نگار کی اصطلاح صحیح نہیں بلکہ ممکن ہے کسی نے اتفاقاً کوئی اطلاع بھیج دی ہو لیکن کتانی کا یہ بیان متعدد اور صریح تذکروں پر مبنی ہے۔

۵۵ صحیح بخاری ۵۶/۱۸۱ کے مطابق ایک مرتبہ مسلم شماری کی فہرستوں سے پندرہ سو اندراجات شہر مدینہ میں ہونے معلوم ہوئے تھے، جو ظاہر ہے کہ ابتدائے ہجرت کا زمانہ ہوگا۔

تاریخ نے رسولِ کریم صلعم کے کوئی ڈھائی تین سو خطوط محفوظ رکھے ہیں۔[۵۱] صحیح تعداد اس سے بہت زیادہ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کی حکومت دس لاکھ سے اُمد مربع میل کے علاقے پر چلتی تھی، اور دس سال تک حکمرانی کے فرائض آپ کو انجام دینے پڑے تھے۔

۲۷۸۔ عرب میں خطوط پر مہر کرنے کا رواج سب سے پہلے جناب رسالت صلعم ہی سے شروع ہوا۔[۵۲] آپ کو خط کی صفائی اور وضاحت کا جس قدر لحاظ رہتا تھا، اس کا اندازہ ان چند احادیث سے ایک حد تک ہو سکتا ہے جن میں آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کاغذ کو موڑنے سے پہلے اس کی سیاہی کو ریگ ڈال کر خشک کر لو[۵۳] یا یہ کہ حرف (س) کے تینوں شوشے برابر دیا کرو اور اس کو بغیر شوشوں کے نہ لکھا کرو،[۵۴] یعنی (س) غالباً یہ حکم اس لیئے تھا کہ شوشے نہ دینا احتیاط پسندی کے فقدان اور سستی پر دلالت کرتا ہے۔ یا یہ کہ لکھتے ہوئے اگر کچھ رُکنا پڑے تو کاتب کو چاہیئے کہ قلم اپنے کان پر رکھ لے، کیونکہ اس سے لکھوانے والے کی زیادہ آسانی سے یاد دہانی ہو جاتی ہے،[۵۵] بولنے میں ذہن منتشر ہو جاتا ہے۔

---

۵۱ اس پر جدید ترین تالیف الوثائق السیاسیۃ کے نام سے میں نے شائع کی ہے۔

۵۲ کتانی ۱/۱۷۷، فتوح البلدان مؤلفہ بلاذری، باب الخاتم۔

۵۳ کتانی ۱/۱۲۹۔ کنز العمال ج ۳۔ حدیث نمبر ۴۹۹۷، ۴۹۹۸ میں اس کا ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالے سے ذکر ہے۔

۵۴ کتانی ۱/۱۲۵ و ما بعد۔

۵۵ کتانی ۱/۱۲۵ و ما بعد، (اگرچہ اوپر کی تینوں باتیں مجھے صحیح حدیثوں میں نہیں ملیں لیکن یہ ناممکن یا غیر معقول چیزیں نہیں ہیں)۔

Marfat.com

۲۷۹۔ عہدِ نبویؐ ہی میں یک فنی ذوق یا تخصص بھی ترقی کر گیا تھا۔ اور خود جناب رسالت مآب صلعم اس کی حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس کو قرآن سیکھنا ہو، وہ فلاں صحابی کے پاس جائے، جس کو تجوید یا تقسیم ترکہ کا حساب سیکھنا ہو، وہ فلاں کے پاس جائے وغیرہ[1]۔

۲۸۰۔ متعدد حدیثوں میں معلموں کو معاوضہ قبول کرنے کی ممانعت کی گئی ہے[2]۔ عبادہ بن صامتؓ کی روایت ہے کہ وہ درسگاہ صُفّہ میں قرآن اور فن تحریر کی تعلیم دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شاگرد نے انھیں ایک کمان نذر کی، مگر رسولِ کریم صلعم نے انھیں اس کے قبول کرنے سے روک[3] دیا۔

۲۸۱۔ ایک مملکت کے حاکمِ اعلیٰ کی حیثیت سے جناب رسالت مآب صلعم کو مترجمین کی بھی ضرورت ہوا کرتی تھی، جو غیر زبانیں جانتے ہوں۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ جو دربارِ رسالت کے میر منشی کہے جاسکتے ہیں، فارسی، حبشی، عبرانی اور رومی (یونانی) جانتے تھے[4]۔ آنحضرت صلعم نے ایک مرتبہ ان کو حکم دیا تھا کہ وہ عبرانی خط لکھنا اور پڑھنا بھی سیکھ لیں، اور چند ہفتوں میں وہ اس میں طاق ہو گئے تھے[5]۔

---

[1] طبقات ابن سعد بر موقع۔

[2] سیوطی کی جمع الجوامع تحت عنوان علماءٌ بحوالہ طبرانی نیز بخاری ۲۷/۱۶، ابوداؤد ۲۲/۲۶۔

[3] ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۱۳۹، اس کا ذکر شبلی کی سیرۃ النبیؐ، طباعت دوم، جلد ۲ صفحہ ۹۵ میں بھی ہے۔ سرخسی کی شرح السیر الکبیر ۳/۱۵۸ میں یہ یا مماثل واقعہ حضرت ابیّ بن کعب کے متعلق بھی مذکور ہے۔

[4] کتانی ۱/۲۰۲ بحوالہ العقد الفرید مؤلفہ ابن عبد ربہ وغیرہ۔

[5] ایضاً ۱/۲۰۳ بحوالہ بخاری وغیرہ۔

چنانچہ یہودیوں کو اگر کوئی خط بھیجا جاتا یا اُن کے پاس سے کوئی خط آتا تو حضرت زید بن ثابتؓ اس کو لکھ یا پڑھ لیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کے متعلق بھی مشہور ہے کثیر زبانیں جانتے تھے۔ معلوم نہیں مبالغہ ہے یا واقعہ کہ ان کے پاس ایک سو غلام ایسے تھے جن میں سے ہر ایک کی بولی الگ الگ تھی، اور حضرت عبداللہ ان میں سے ہر ایک سے اسی کی زبان میں گفتگو کیا کرتے تھے[51]

۲۸۲۔ نصاب کا مسئلہ ایسا ہے کہ اس پر پُوری صحت کے ساتھ بیان کرنا دشواری سے خالی نہیں۔ ہمارے پاس جو مختصر و محدود مواد ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہر جگہ ایک ہی نصاب جاری نہ تھا۔ معینہ کتب کو پڑھانے کی جگہ معیّنہ معلّم کے پاس لوگ جاتے، اَور وہ جو پڑھا سکتا اُس سے پڑھتے۔ بہر حال اتنا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن و سنت کے ہمہ گیر نصاب کے علاوہ آنحضرت صلعم نے حکم دیا تھا کہ نشانہ بازی[52] پیراکی،[53] تقسیم ترکہ کی ریاضی،[54] مبادیٔ طب[55]، علمِ ہیئت[56]، علمِ انساب[57] اَور علمِ تجوید[58] قرآن

---

۵۱ کتانی ۱/۲۰ (بحوالہ مرآۃ الزمان مؤلفہ سبط ابن الجوزی اور تاریخ الخلفاء از السیوطی ص۸۳)

۵۲ جمع الجوامع مؤلفہ سیوطی تحت عنوان "علّموا" بحوالہ ابن مندہ، ابونعیم و دیلمی۔ نیز تحت تعلموا۔

۵۳ ایضاً تحت عنوان "علّموا" بحوالہ ابونعیم و ابن مندہ۔

۵۴ ایضاً تحت عنوان "تعلّموا" بحوالہ طبرانی، دارقطنی وغیرہ۔ نیز ابن عبدالبر کی کتاب العلم ص۸،

ابوداؤد ۱/۱۹، ابن ماجہ ۲/۲۳۔

۵۵ سیوطی کی جمع الجوامع تحت عنوان "تعلّمن" بحوالہ مالک۔

۵۶ ایضاً تحت عنوان "تعلّموا من امر النجوم" بحوالہ ابن سنی وغیرہ۔

۵۷ ایضاً تحت عنوان "تعلّموا من انسابکم" بحوالہ مالک و ترمذی و بیہقی و طبری۔

۵۸ ایضاً تحت عنوان تعلّموا بحوالہ دیلمی۔

Marfat.com

کی تعلیم دی جایا کرے؛ ایک حدیث میں یہ بھی حکم ہے کہ استاد کی عزت کی جائے[۵۰]، یا علم بغیر عمل کے بے سود ہے، وغیرہ۔

۲۸۳۔ مکے کے باشندوں کو زبان کی صفائی کا بیحد لحاظ رہتا تھا۔ اور وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ ان کے بچے صحرا کی آزاد زندگی میں پرورش پائیں۔ اور مکے کی رنگا رنگ کی آبادی میں مل کر متاثر نہ ہوں۔ اسی لئے وہ اپنے نوزائیدہ بچوں کو مختلف قبائل میں بھیج دیتے تھے، جہاں وہ کئی سال رہ کر والدین کے پاس واپس آتے۔ خود رسولِ کریم صلعم کو بھی اس سے سابقہ رہا تھا، اور آئندہ زندگی میں آپ اُسے یاد کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ معززین مکہ میں اُس کا رواج آج چودھویں صدی ہجری کے وسط میں بھی چلا آتا ہے۔

۲۸۴۔ تربیت دلانے کا ایک دُوسرا طریقہ مکے والوں نے یہ اختیار کیا تھا کہ تجارت کے لئے جو کارواں جایا کرتے تھے؛ اس میں کسی معمّر کے ساتھ نوعمروں کو بھیج دیا کریں۔ چونکہ مکے کی معاشی زندگی کا دارومدار بہت بڑی حد تک تجارت پر تھا، اس لئے تربیت کے اس طریقے کی اہمیت مکے والوں کے لئے جیسی کچھ تھی ظاہر ہے۔ سفر کے تجارب کا فائدہ ماسوا تھا۔

۲۸۵۔ اس زمانے میں نوعمروں اور معمّروں کی تعلیمی ضرورتوں کے فرق کو محسوس کرلیا گیا تھا۔ چنانچہ احادیث میں واضح الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ بچوں کو کن چیزوں کی تعلیم دی جانی چاہیے۔ نشانہ اندازی اور پیراکی خاص طور سے بچپن ہی سے سکھائی جاتی تھی۔ اسی طرح نماز پڑھنے کا طریقہ بھی بچپن ہی سے بچوں کو سکھایا جاتا تھا، اور سات برس کی عمر کے بعد بچے نماز نہ پڑھیں تو انھیں سزا دینے کا حکم تھا[۵۱]۔

---

[۵۱] جمع الجوامع سیوطی تحت عنوان "تعلموا" بحوالہ طبرانی فی الاوسط۔ (سے اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

Marfat.com

۲۸۶۔ عورتوں کے ساتھ علیحدہ سلوک کیا جاتا تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے ہفتے میں ایک دن مقرر کر لیا تھا جب آپؐ عورتوں کے خصوصی مجمع میں تشریف لے جاتے، ان کو تعلیم دیتے۔ اور ان کے سوالات کا جواب دیتے[۱]۔ آنحضرت صلعم نے عورتوں کے لئے چرخہ کاتنا سب سے اچھا مشغلہ قرار دیا تھا[۲]۔ ایک حدیث میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلعم کی اجازت سے شفاء بنت عبداللہ العذویہ نے آپؐ کی ایک بیوی حضرت حفصہؓ کو لکھنے پڑھنے کی تعلیم دی[۳]۔ آنحضرت صلعم کی زوجہ مطہرہ بی بی عائشہؓ کو فقہ اور دیگر اسلامی علوم، نیز ادب، شاعری اور طب میں بڑا دخل تھا[۴]۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ رسولِ کریم صلعم نے فرمایا کہ آدھا علم عائشہؓ سے حاصل کرو[۵]۔ قرآن نے بھی رسولِ کریم صلعم کی بیویوں پر ایک خصوصی فریضہ عائد کیا ہے کہ وہ دوسروں کو تعلیم دیا کریں[۶]۔ ایک حدیث میں بیان ہوا ہے کہ جس کسی کے پاس کوئی لونڈی ہو اور وہ اسے تعلیم دے اور اچھی تعلیم دے اور اس کی تربیت کرے اور اچھی تربیت کرے، پھر اس کو آزاد کر کے باضابطہ نکاح کرے تو اسے دگنا ثواب ملے گا[۷]۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ۷۲ جمع الجوامع سیوطی تحت عنوان "علموا الصبی" بحوالہ ابن حنبل و ترمذی و بغوی۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) ۱ صحیح بخاری کتاب العلم۔

۲ جمع الجوامی سیوطی تحت عنوان "علموا" (نعم لھو المؤمنۃ فی بیتھا الغزل) بحوالہ ابو نعیم و ابن منذہ۔

۳ کتانی $\frac{۱}{۴۴ تا ۵۵}$ بحوالہ قاضی عیاض۔ سنن ابو داؤد (کتاب الطب، باب فی الرقی)

۴ سیرۃ النبیؐ مؤلفہ شبلی طبع دوم $\frac{۲}{۴۷}$۔

۵ احادیث فضلِ عائشہ کسی کتاب حدیث میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

۶ قرآن مجید $\frac{۳۳}{۳۴}$۔ (شہ اگلے صفحہ پر)

۲۸۷- رفتہ رفتہ مملکتِ اسلامیہ جو ابتداءً ایک شہر مدینہ کے کچھ حصّوں پر مشتمل تھی، پھیلتی گئی، اور نہ صرف خانہ بدوش بدوی، بلکہ شہروں میں مستقل طور سے سکونت کرنے والے عربوں نے بھی بڑی تعداد میں اسلام قبول کرنا شروع کیا۔ ایک نئے دین کے قبول کرنے کا ناگزیر نتیجہ تھا کہ ایک وسیع تعلیماتی نظام قائم ہو، جو دس لاکھ سے زائد مربع میل کے رقبے کی ضرورتوں کو پورا کر سکے۔ عہدِ نبوی کے اختتام پر حکومتِ اسلامی باوجود اس قدر وسیع رقبے پر مشتمل ہونے کے دینیات کی تعلیم کی ضرورتوں سے اچھی طرح عہدہ برآ ہونے لگی تھی۔ کچھ تو مرکز مدینہ سے بڑے بڑے مقامات پر تربیت یافتہ معلّم بھیج دیئے جاتے تھے۔ اور کچھ صوبہ دار گورنروں کے فرائض منصبی میں یہ امر صراحت کے ساتھ شامل کر دیا جاتا تھا کہ وہ اپنے ماتحت علاقے کی تعلیمی ضرورتوں کا مناسب انتظام کریں[1]۔ یمن کے گورنر عمرو بن حزم کے نام جو طویل تقرر نامہ یا ہدایت نامہ جناب رسالتِ مآب صلعم نے لکھا تھا، اسے تاریخ نے محفوظ رکھا ہے[2]۔ اس میں بھی گورنر کو ہدایت ہے کہ لوگوں کے لئے قرآن، حدیث، فقہ اور علوم اسلامیہ کی تعلیم کا بندوبست کریں۔ اسی دستاویز میں ایک دلچسپ جُملہ ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی اور دنیاوی تعلیم میں کس طرح فرق کرنا چاہیئے اور وہ جملہ یہ ہے کہ "لوگوں کو اس بات کی نرمی سے ترغیب[3] دو کہ وہ دینیات کی تعلیم حاصل کریں"۔ گورنروں کو جس تعلیم کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ۸ھ ابن عبدالبر کی کتاب العلم ص۲۶۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل اَمَتَہ واہلہ۔

(حاشیہ صفحہ ھٰذا) ۱ھ کتانی ۱/۴۳ ومابعد۔

۲ھ سیرۃ ابن ہشام ص۹۶۱ تا ۹۶۲، تاریخ طبری ص۱۷۲۷ تا ص۱۷۲۹، کتانی ۱/۲۴۸ تا ۲۴۹ وغیرہ۔

۳ھ جمع الجوامع سیوطی تحت عنوان "علّموا" (علموا ولا تعنّفوا فان العلم خیر من العنف (باقی آگے)

Marfat.com

رائج کرنے کا حکم تھا، اس میں دینیاتی ضرورتوں میں سے وضو، جمعہ کا غسل، نماز باجماعت، روزہ اور حج کعبہ کے احکام شامل تھے۔ زکوٰۃ کی تعلیم بھی ناگزیر تھی، اور خاص کر زراعت، تجارت اور نقد بچت سے متعلق تھی۔

۲۸۸۔ صوبہ وار درس گاہوں کا معیار بلند کرنے کے لئے رسول کریم صلعم نے صوبہ یمن میں ایک صدر ناظر تعلیمات مقرر کیا تھا، جس کا کام یہ تھا کہ مختلف اضلاع و تعلقات میں ہمیشہ دورہ کرتا رہے، اور وہاں کی تعلیم اور تعلیم گاہوں کی نگرانی کرتے۔ کوئی تعجب نہیں جو اور صوبہ جات میں بھی اس طرح کے افسر مامور کئے گئے ہوں۔

۲۸۹۔ آخر میں تعلیم کی نظری حیثیت کے متعلق قرآن وحدیث کے بعض احکام کی جانب اشارہ کرنا بے محل نہ ہوگا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہم دیکھتے ہیں کہ شروع سے آخر تک بار بار اور صاف وصریح الفاظ میں اندھی تقلید کو برا ٹھیرایا گیا ہے[۲]۔ اور اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ہر شخص خود اپنے طور پر غور وفکر کرے، اور کسی رسم ورواج کی پیروی محض آبائی وموروثی ہونے کی بنا پر نہ کرے[۳]۔ کسی اور مذہبی کتاب میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) علموا ویسروا ولا تعسروا) بحوالہ ابن سعد و بیہقی و ابن حنبل۔

[۱] تاریخ طبری ص۱۸۵۵ تا ص۱۸۵۵، ص۱۹۸۳، (احوال ۱۱ھ)۔ انساب بلاذری ۱/۵۲۹ میں ان کے فرائض لکھے ہیں: "صوبہ جند کا والی، قاضی، لوگوں کو اسلام اور اس کے شرائع واحکام کی تعلیم دینا۔ قرآن پڑھانا، اور یمن کے سارے دیگر والیوں سے زکات وغیرہ کی جمع شدہ رقم اپنی تحویل میں لے کر (مدینہ روانہ کرنا)" شہر جند (یمن) میں آج تک ایک شاندار مسجد موجود ہے جو حضرت معاذ بن جبل کے نام سے موسوم ہے۔ (میں نے یہ ۱۹۴۶ء میں دیکھی تھی)

[۲] ابن عبد البر کی کتاب العلم ص۱۱۱ باب ذم التقلید بحوالہ آیت "اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ"۔

(۳ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

Marfat.com

فطرت کے مطالعہ پر اتنا زور نہیں دیا گیا ہو گا، جتنا قرآن مجید میں ہے کہ سورج، چاند، سمندر کی موجیں، دن اور رات، چمکتے ستارے، دمکتی فجر، پودے، اور حیوانات — تمام ہی قوانینِ فطرت کے تابع بنائے گئے ہیں، جن سے ان کے خالق کی قدرت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ قرآن مجید کے مطابق علم لا تناہی[۱] ہے۔ اور بڑے سے بڑے عالم کا علم بھی تھوڑا ہی ہوتا ہے، یہ کہ سارا عالم انسان کی خدمت کے لئے پیدا کیا گیا ہے، اور انسان جو زمین میں خدا کا نائب ہے، اپنے برتاؤ اور کردار کے مطابق جانچا جائے گا۔ اسی طرح قرآن مجید میں اس کا بھی بار بار ذکر ہے، کہ حق و صداقت کی پیروی کی جانی چاہیئے، اور موروثی عقائد و رواجات سے متاثر نہیں ہونا چاہیئے۔

۲۹۰۔ احادیث میں بھی علما کی بڑی تعریف کی گئی ہے، اور ان کو سب سے بہتر انسان قرار دیا گیا ہے[۲] حتیٰ کہ ان کو انبیاء کا وارث قرار دیا گیا ہے[۳]۔ آخر میں ایک حدیث

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ۳؎ طلب علم کی فضیلت کے لئے دیکھو ابو داؤد ۲۴/۱،۳، مقدمہ ابن ماجہ ص۱۷، مقدمہ دارمی ص۳۴ وغیرہ۔ ترمذی ۳۹/۱۹،۲۔

(حاشیہ صفحہ ھٰذا) ۱؎ قرآن مجید ۸۵/۱۲، قرآن مجید میں قصہ موسیٰ و خضر کا مقصد بھی طلبِ علم کی فضیلت اور انفرادی علم انسانی کی قلت کو نمایاں کرنا ہے۔ ایک مشہور تابعی نوف البکالی کا خیال تھا کہ یہ بنی اسرائیل کے پیغمبر حضرت موسیٰ بن عمران نہیں بلکہ ان کا ہمنام شخص موسیٰ بن میشا ہے۔ (جیسا کہ صحیح بخاری میں بیان ہوا ہے) ایسا ہے تو یہ گنگامیش ہو سکتا ہے۔ آبِ حیات کی تلاش اور مچھلی کا زندہ ہونا وغیرہ اسی کے قصے میں مذکور ہیں۔ توریت میں حضرت موسیٰ کے حالات میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔

۲؎ من یرد اللہ بہ خیرًا یفقھہ فی الدین (بخاری ۲/۱،۱۳، ۹۶/۱۰، ترمذی ۳۹/۱ مقدمہ ابن ماجہ ص۱۷ مقدمہ دارمی ص۷۴۔ ابن عبد البر کی کتاب العلم ص۱۶ تا ۱۷، حدیث خیر الناس العلماء والمتعلمون (باقی آگے دیکھئے)

Marfat.com

کا ذکر کیا جا سکتا ہے، جس کا اکثر حوالہ آتا ہے، اگرچہ ماہرین کو اس کے موجودہ الفاظ میں صحیح حدیث نہیں سمجھتے۔ لیکن اس کا مفہوم قرآن و حدیث کی عام تعلیمی پالیسی سے بالکل متفق ہے، یعنی "علم حاصل کرو، اگرچہ چین ہی میں کیوں نہ ہو۔ کیونکہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت کا فریضہ ہے[۱]"

۲۹۱- ایک حدیث میں یہ دعا ماثور ہے اور اسی پر یہ تبصرہ ختم کیا جاتا ہے کہ "اے خدا میں تجھ سے علمِ نافع اور رزقِ طیب اور عملِ مقبول کی استدعا کرتا ہوں[۲]"

اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّرِزْقًا طَیِّبًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا، آمین

(معارف اعظم گڑھ، نومبر ۱۹۴۱ء)

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) (مقدمہ دارمی ف۲۵ و ف۳) ابوداؤد ۲۴/۱/۳ -

۳ھ العلماء ورثۃ الانبیاء (بخاری ۱/۳، ترمذی ۹/۲۹، ابن عبدالبر کی کتاب العلم ص۲) -

حاشیہ صفحہ ھٰذا- ۱ھ اطلبوا العلم ولو بالصین فان طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم (ابن عبدالبر کی کتاب العلم، بیہقی کی شعب الایمان، ابن عدی کی الکامل اور سیوطی کی جمع الجوامع میں یہ حدیث ہے) اس کی تائید میں امور ذیل قابلِ ذکر ہیں، مسند احمد بن حنبل ۲/۳/۴ تا ۲۰۷) میں صراحت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشقّر (اور دبا) تشریف لے گئے تھے۔ دبا کے سالانہ میلے کے متعلق ابن حبیب وغیرہ صراحت سے بیان کرتے ہیں (دیکھو نیچے ف۳۰ اور ف۳۱)، کہ وہاں چین، ہند، سندھ، ایران، نیز مشرق اور مغرب کے تاجر آیا کرتے تھے۔ آنحضرت اپنے چچا ابوطالب کی طرح بزازی ہی کرتے ہوں گے۔ اور چینی ریشم قدیم سے ضرب المثل ہے۔ دبا میں حضورؐ نے چینیوں کی دکان میں ریشمی کپڑے دیکھے ہوں گے۔ اس سلسلے میں میرے دو فرانسیسی مضمون چھپے ہیں ایک پاریس کے ماہنامہ "فرانس اسلام" نمبر ۳ و ۹ تا ۵۵ (۱۹۶۴ء تا ۱۹۶۵ء) میں، "رسولِ اکرمؐ کے قدموں کے آثار پر مشرقی عرب میں": دوسرا مضمون پروفیسر لاوست کے ارمغان میں "قبل اسلام کے سفر ہائے نبوی"۔

۲ھ حدیث نبویؐ بحوالہ کتاب العلم مؤلفہ ابن عبدالبر ص۸۵ -

Marfat.com

جاہلیّت عرب کے معاشی نظام کا اثر

پہلی مملکتِ اسلامیہ کے قیام پر

تمہید :-

۲۹۲- خدائے تعالیٰ نے قادرِ مطلق ہونے کے باوجود کم از کم انسانی دُنیا کو عالمِ اسباب بنایا ہے۔ اور مشیّت ایزدی کا کوئی کرشمہ یہاں جب پُوری طرح جلوہ گر ہو کر اپنا مظاہرہ دکھاتا ہے تو اس کے پس منظر میں اسباب و مسبّبات اور علل و معلومات کا ایک کثیر و طویل سلسلہ پھیلا ہُوا نظر آتا ہے۔

۲۹۳- مشیّتِ ایزدی یہ ہُوئی تھی کہ ۶۰۹ء میں پُرانی دنیا کے جغرافی مرکز (اور اسطرح نافِ زمین) یعنی مکّہ معظمہ سے انسان و خدا کے تعلّقات میں ایک نئی مرکزیت پیدا کرائے، اور عرب سے شروع ہو کر اسلام اقصائے عالم تک پہنچ جائے۔ عہدِ نبوی میں جو پہلی اسلامی مملکت قائم ہوئی اُس کے بیسیوں اسباب تھے۔ اخلاقی بھی، سماجی بھی، سیاسی بھی، معاشی بھی۔ اور ظاہری طور پر اس تحریک کی کامیابی میں جہاں سرورِ کائنات پیغمبرِ اسلامؐ کی قابلیتوں اور کوششوں کو دخل تھا وہیں اُن آلوں اور ہتھیاروں میں بھی صلاحیّت کی ضرورت تھی، جن سے رسُولِ کریم کو کام لینا تھا۔ گیہوں سے روٹی بلاشبہ بنتی ہے، لیکن محض گیہوں سے نہیں، پہلے اُسے کھلّا کرنا اور پچھوڑنا ہوتا ہے پھر پیسنا، اور محض پسے ہُوئے سوکھے آٹے سے بھی روٹی نہیں

Marfat.com

بنتی ۔ اُسے بھگونا اور گوندھنا اور بیلنا اور توے پر ڈال کر سینکنا بھی ہوتا ہے ۔

۲۹۴۔ پہلی مملکتِ اسلامیہ کو اگر ایک پکی پکائی روٹی سمجھا جائے اور حجازی عربوں کو گیہوں، تو اب یہ دیکھنا ہمارے لیئے دلچسپی کا باعث ہوگا کہ اس گیہوں کو کھلا کس طرح کیا گیا، پچھوڑا کس طرح گیا، پیسا کس طرح گیا، چھانا کس طرح گیا، گوندھا کس طرح گیا، بیلا کس طرح گیا ۔ بھونا ، الٹا پلٹا اور بھیرا کس طرح گیا ، کتنا پانی ڈالا گیا ، کتنا نمک ڈالا گیا ، کتنی دیر کتنی تپش پر سینکا گیا ، کسی کونے کو داغ نہ لگنے دینے کے لیئے کیا کیا احتیاطیں ملحوظ رہیں وغیرہ ۔

۲۹۵۔ پہلی مملکت اسلامیہ کے لیئے ایک نئی دنیا نہیں پیدا کی گئی بلکہ موجودہ دُنیا کے موجودہ لوگوں ہی کو ان کے موجودہ مروّج طرزِ زندگی کے ساتھ مملکتِ اسلامیہ میں مبدّل کیا گیا تھا ۔ یہ لوگ اسلام سے پہلے بھی کھانا کھاتے ، پانی پیتے ، چلتے پھرتے ، سوتے مرتے اور پیدا ہوتے تھے ، اور اسلام کے بعد بھی ان امور میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں ہوئی ۔ کچھ چیزیں مثلاً بُت پرستی ، شراب خواری ، سود خواری وغیرہ گھٹیں ، کچھ چیزیں مثلاً نماز ، روزہ ، زکات بڑھیں ۔ لیکن انسانی زندگی میں یہ سب جزئیات ہیں ۔ انسان کی پیدائش کا طریقہ ، زندگی گزارنے کا طریقہ اور مرنے کا طریقہ کبھی بدل نہ سکے ۔ تصورِ حیات بدل دیا گیا ، اس ایک تصورِ حیات کے بدلنے سے انسانوں کے افعال میں وہی فرق ہوگیا جو ایک رہزن ٹھگ کی خونریزی اور ایک سپاہی کے قتل وغارت گری میں ہوتا ہے کہ رہزن کو تو سماج کا بدترین مجرم اور سپاہی کو محسنِ اعظم ھیرو خیال کیا جاتا ہے ۔ گو دونوں کرتے ایک ہی قسم کا کام ہیں ۔ اس تصورِ حیات کے بدلنے سے پہلے کعبے کے سامنے سجدہ بدترین قسم کی بُت پرستی اور جہالت تھی تو اب کعبہ کے سامنے سجدہ وحدانیت اور خُدا پرستی کا اعلیٰ ترین مظاہرہ بن گیا ۔

۲۹۶۔ تصورِ حیات کی اس تبدیلی میں مختلف امور اثر دکھاتے ہیں ۔ پہلے "کھاؤ پیو اور

Marfat.com

مزے اڑاؤ" منتہائے آمال اور منشائے اعمال تھا تو اب، اور تو اور کھانے پینے کا مقصد بھی یہ ہو گیا کہ اپنے بلند نصب العین اور مفوضہ مشن کی تکمیل کے لئے صحت و طاقت کے ساتھ جی سکیں۔

۲۹۷۔ اس نئے مقصد حیات کا تعلق نہ صرف روحانی زندگی سے تھا بلکہ دنیوی زندگی سے بھی، اور نہ صرف انفرادی زندگی سے تھا، بلکہ اجتماعی زندگی سے بھی۔ نہ صرف اپنی زندگی سے تھا بلکہ اپنے جیسے دوسرے انسانوں کو اس نئے تصور سے بہرہ ور کرنے سے بھی۔

۲۹۸۔ اِن گوناگوں مقاصد کے لئے جہاں اور وسائل کے اختیار کرنے کی ضرورت تھی، وہیں ایک مملکت کا قیام بھی درکار تھا "تاکہ یہ بتایا جا سکے کہ اس جدید تصوّرِ حیات یعنی اسلام یا "خدا کی مرضی پر چلنے کے اصول" کا اطلاق حکمرانی اور سیاستِ مدن پر کس طرح کیا جائے۔ جنگ و صلح، عدل گستری، محصول گیری، راعی و رعایا کے حقوق و واجبات، اجتماعی و انفرادی آزادیاں اور پابندیاں سب ہی میں ایک نئی مرکزیت، ایک نیا ولولہ، ایک نئی زندگی، ایک ہر جہتی اور بے پناہ انقلاب کس طرح برپا کر دیا جائے؛

۲۹۹۔ کسی مملکت کے قیام کے لئے آدمیوں کی ضرورت ہے۔ لیکن اسی طرح جس طرح روٹی کے لئے گیہوں کی۔ پہلی مملکت اسلامیہ کے قیام کے لئے جن نفسیاتی، سیاسی، سماجی، جغرافی، تمدنی، معاشی اور دیگر مؤثرات کی ضرورت تھی، ان سب کی تفصیل طویل ہوگی۔ یہاں صرف ایک امر یعنی معاشی ضروریات کی تحلیل مقصود ہے اور یہ دکھانے کی کوشش کی جائے گی کہ زمانۂ جاہلیت میں عرب کا معاشی نظام کیا تھا۔ اور اس نظام نے پہلی مملکتِ اسلامیہ کے قیام میں کیا حصّہ لیا؟

Marfat.com

عرب کے مختلف علاقے:

۳۰۰۔ اس کا پتہ نہیں چلتا کہ اسلام سے پہلے عرب کے جزیرہ نما میں کبھی بھی ایک ملک گیر اور مرکزی حکومت قائم ہوئی ہو۔ اور قریب قریب ہندوستان کے برابر وسعت رکھنے والے اس صحرائی براعظم میں تمدنی ترقی چوطرف یکساں بھی نہیں رہی۔ ربع خالی آج چودھویں صدی ہجری میں بھی خالی ہی پڑا ہے، تو یمن وغیرہ میں حضرت مسیح سے بھی ہزاروں سال پہلے متمدن اور طاقتور مملکتوں کا پایا جانا ایک امر واقعہ ہے۔ کبھی کبھی خاصی وسیع سلطنتیں وجود میں آئیں۔ مثلاً کندہ والوں نے حضرموت سے مراۃ جاماسب[۵۱] وحیرہ تک یعنی عرب کے جنوب سے شمال تک کچھ دنوں ایک حکومت قائم کرلی تھی۔ لیکن حجاز وغیرہ کے وسیع علاقے اس سے آزاد رہے۔ بحرین، عمان وغیرہ کے ساحلی علاقے بھی خاصے قدیم زمانے سے خانہ بدوش قبائل کی جگہ حضری زندگی رکھنے والی بستیوں پر مشتمل نظر آتے ہیں۔

۳۰۱۔ بہرحال آغازِ اسلام پر صورت حال یہ دکھائی دیتی ہے کہ کوئی مرکزی مملکت عربی قوم یا ملک عرب میں نہ تھی۔ سینکڑوں قبیلے تھے جو نیم حضری اور نیم بدوی زندگی گزارتے ہوتے مکمل خودمختارانہ طور سے رہتے تھے۔ ہر قبیلہ جنگ کا خود اعلان کرسکتا تھا۔ صلحنامہ خود طے کرسکتا تھا۔ اس کے خلاف کوئی بیرونی حاکم کسی طرح کا اختیار سماعت نہ رکھتا تھا۔ ان قبائل کے علاوہ بیسیوں شہر بھی تھے۔ مکہ، مدینہ، طائف، ینبوع (حجاز میں)، جرش، صنعاء، عدن (یمن میں)؛ صحار اور دَبا (عمان میں)، ہَجَر (بحرین میں)؛ یمامہ، فَید، (نجد میں)؛ دُومۃ الجَندل، خیبر، فَدک، تیماء، وادی القریٰ (شمالی عرب میں)؛ اَیلہ، مقنا، صحرائے سینا کے مشرقی ساحل پر اچھی

---

[۵۱] المحبر لابن حبیب ص ۳۶۹۔ معجم البلدان لیاقوت، مراۃ جاماسب۔

خاصی بستیاں تھیں جو کم و بیش شہری مملکتیں کہی جا سکتی ہیں۔ یمامہ، یمن وغیرہ بعض علاقوں میں غلّے کی کاشت ہوتی تھی اور آس پاس کے عربی علاقوں میں درآمد بھی ہوتی تھی۔ لیکن نہ اتنی کہ پورے ملک کی ضرورتیں پوری ہو سکیں۔ کھجور اور اونٹ بکریاں ایک حد تک بدویوں کی غذائی ضرورتیں پوری کر دیتی تھیں۔ لیکن لباس، برتن، ہتھیار[۵۱]، زیور اور دیگر ضرورتوں کا سوال پھر بھی باقی رہتا ہے۔ صحرائے گوبی و ترکستان اور جرمنی کے کالے جنگل کی طرح عرب بھی تا حال نامعلوم وجوہ سے بڑا مردم خیز خطہ ہے۔ اور توالد و تناسل کی کثرت مقامی ذرائع معیشت سے اتنی کچھ زیادہ ہے کہ باوجود خانہ جنگیوں وغیرہ کے جلدی ہی زندگی، آبادی کے کثرت سے اضافے کے باعث، ناقابلِ برداشت ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چار ہزار سال قبل مسیحؑ سے عرب مہاجرین[۵۲] کا واحد خشکی کے راستے یعنی شمال سے پھیلنا اور عراق و شام اور مصر تک میں جا کر آباد ہونا، سب جانتے ہیں۔ ہجرت کے باوجود بھی جو آبادی بچ رہتی ہے، وہ بیرونی درآمد کی محتاج ہوتی ہے۔ قدرت نے عرب میں کچھ ایسے زیادہ خام مواد بھی نہیں مہیا کیے ہیں، اور نہ آب و ہوا کی عمدگی ہے کہ بیرون والے یہاں آئیں اور غلہ وغیرہ پہنچائیں۔ مجبوراً بچارے عربوں ہی کو باہر جانا اور اپنی پونجی کے عوض ضروریاتِ زندگی کا لانا ضروری تھا۔ بحرین و عمان کا بلوچستان اور سندھ سے اتنا قریبی جغرافی تعلق ہے کہ یہ لوگ ہندوستان اور ایران کے سوا کہیں اور جا نہیں سکتے۔ حجازی عربوں کے متعلق قرآن مجید کی شہادت "رحلۃ الشتاء والصیف" سے بھی یہی معلوم

---

۵۱ مشرفی یعنی مشارف شام کی تلواریں عربی ادبیات میں ضرب المثل ہیں۔

۵۲ دیکھیے ڈاکٹر عنایت اللہ کی "جیوگرافیکل فاکٹرس ان عرب بین لائف اینڈ ہسٹری" (طبع لاہور) نیز میرا مضمون "عربوں کے تعلقات بیزنطینی حکومت سے" (مجلہ تحقیقات علمیہ جامعہ عثمانیہ ۱۹۳۵ء)۔

Marfat.com

ہوتا ہے کہ یہ لوگ ہر سال دو مرتبہ جاڑوں اور گرمیوں میں کئی کئی ماہ کے سفر پر مجبور تھے۔ جاڑوں میں یمن جاتے اور گرمیوں میں شام و مصر۔ اُونٹ، بکریاں، اونٹوں اور بکریوں کی کھالیں، اور اُون، گھوڑے، گوند، لوبان، روغن بلساں، عقیق وغیرہ، کچھ قیمتی پتھر، اور اسی طرح کی کچھ چیزیں وساور کر سکتے تھے۔ اور تبادلے میں غلّے، برتن اور ہتھیار اور کپڑوں کی درآمد ہو سکتی تھی۔

۳۰۲۔ عربوں کے دو بڑے حصّے تھے۔ اور بعض وقت ایک ہی قبیلے میں بھی یہ تقسیم نظر آتی تھی کہ کچھ لوگ خانہ بدوش بدویانہ زندگی بسر کرتے ہیں تو کچھ بستیوں میں مستقل حضری زندگی گزارتے ہیں۔ بدویوں کی غذا کچھ تو شکار سے، کچھ اُن کے اونٹ بکریوں سے اور کچھ شہروں میں لگنے والے میلوں میں تبادلہ اشیاء کرنے کے ذریعہ سے مہیا ہوتی تھی۔ مزید برآں یہ کرائے پر حمل و نقل کا کام کرتے تھے۔ لوٹ مار کی مہمیں بھی وقتاً فوقتاً اختیار کی جاتی تھیں۔ دل جلے ابنِ خلدون نے ان میں سے بعض کی حالت یُوں بیان کی ہے کہ اگر انھیں چولھے کے لئے پتھر درکار ہوتا تو کسی مکان کا پایہ کھود ڈالتے اور جلانے کے لئے لکڑی درکار ہوتی تو مکان کی چھت توڑ ڈالتے[۱۵]۔

۳۰۳۔ رہی شہری زندگی، سو اُس میں بھی بڑی حد تک تمام عرب میں یکسانی نظر آتی ہے۔ نخلستان چوطرف تھے۔ طائف، سواقیہ وغیرہ میں انگور، انجیر، انار، شفتالو وغیرہ کے بکثرت باغ تھے۔ ۱۳۵۰ھ میں طائف میں مَیں نے انجیر کا ایک پُرانا درخت دیکھا جو یقین نہ آئے گا کہ ہمارے ہاں کے کسی پورے تناور پیپل یا بڑ

---

[۱۵] تفصیل کے لئے دیکھیے پروفیسر مارسے MARCAIS کا افتتاحی مقالہ فرینچ اکاڈمی میں "اسلامی اور حضری زندگی" کا ترجمہ (مطبوعہ روزنامہ رہبر دکن حیدرآباد ۱۹ تا ۲۲ رجب ۱۳۵۵ھ) دیکھو نیچے ف۔

کے درخت کے برابر اونچا اور پھیلا ہُوا تھا۔ چشموں کے ساتھ ترکاری، تربوز، ککڑی وغیرہ کی کاشت بھی ہوتی تھی، کہیں کہیں غلہ جَو وغیرہ بھی بویا جاتا تھا، مرغیاں پالی جاتیں، جسے کوئی ٹھیٹ بدوی آج چودھویں (پندرھویں) صدی میں بھی بڑا نفرت انگیز اور کمینہ کام سمجھتا ہے۔

۳۰۴۔ ان مقامی وسائل کے بعد بھی ضرورتیں پوری نہ ہوتیں تو مختلف میلوں، منڈیوں میں جاکر تبادلۂ اشیاء کرنا پڑتا۔ یہ کام سب ہی عربی شہر اور عربی قبیلے کرتے لیکن مکے کے قریشیوں نے اسے ایک پیشے سے بھی گزار کر ایک علم بنا دیا تھا۔

مکّے کے امتیازات عرب شہروں پر:

۳۰۵۔ عرب میں ہر جگہ بستیاں اور قریے تھے لیکن مکّہ ام القریٰ (یعنی قریوں کی ماں) کہلاتا تھا۔ عرب کی ہر بستی میں معابد اور بُت خانے تھے لیکن کعبے کے حج کے لئے جو لوگ آتے تھے، ان میں بیعت عقبہ کے سال یمن کے لوگ بھی تھے، عمان کے لوگ بھی، بحرین کے لوگ بھی، طائف کے لوگ بھی، نجد کے لوگ بھی، طئ اور کلب جیسے شمالی عرب کے لوگ بھی۔ عرب کی ہر بستی میں میلے لگتے تھے، کہیں مقامی اور کہیں بین المقاماتی۔ چھوٹے ہاٹ ہفتہ وار لگتے۔ بڑے بین القبائل اور بین المقاماتی میلے سالانہ مقررہ ایام ہیں لگتے۔ لیکن جو اہمیت مکّے کے عکاظ اور منیٰ کے میلوں کو حاصل تھی وہ انتہائی غیر جانبدار تحقیق و تلاش کے بعد بھی کسی اور میلے میں نظر نہیں آتی۔ عرب کی ہر بستی والے اپنے کاردانوں کو باہر بھیجا کرتے تھے۔ لیکن لایلاف قریش کا مفہوم محمد بن حبیب، یعقوبی وغیرہ کسی پرانے اور واقف کار شخص کی تالیف[۵۱] میں دیکھو تو معلوم ہوتا ہے قریش کے ایلاف یعنی معاہدات قیصر روم

---

[۵۱] ایلاف کے معنی بھی معاہدے کے ہیں (المحبّر مؤلفہ محمد بن حبیب ص۱۶۲ الخ)۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

سے ،کسرائے ایران سے، نجاشیٔ حبش سے، اور اقیالِ یمن سے تھے۔ اور ان حکمرانوں نے رسولِ کریمؐ کے دادا ہاشم کو منشور اور اجازت نامے عطا کر رکھے تھے کہ ان کے علاقوں میں وہ تجارت کے لیے آزادانہ کارواں لایا کریں۔ مگر وُہ خود مختار تھے یونان کے ماتحت نہیں۔ چنانچہ رومی (یونانی) تاجر مکہ آتے تو اُن سے اسی طرح چنگی میں عُشر ($\frac{1}{10}$) لیا جاتا، جس طرح یونانی علاقے میں مکّی تاجروں سے لیا جاتا تھا۔ (ازرقی، اخبار مکہ، ص ۱۰۷)۔

۳۰۶۔ عرب کی ہر بستی والے اپنے تجارتی کاروانوں کی حفاظت کے لیے کچھ تو خود ہتھیار بند ہو کر بطورِ محافظ دستہ جاتے اور کچھ ان علاقوں کے جہاں سے انھیں گزرنا ہوتا، قبائل سے حلیفی اور دوستی پیدا کر لیتے[۱] لیکن قریشی کاروبار شمال، جنوب، مشرق، مغرب، سب طرف پھیلے ہوتے تھے۔ وُہ عراق بھی جاتے یمن بھی، حبش بھی، شام بھی، اور اندرونِ عرب بحرین، نجد وخیبر بھی۔ اِن کا نظام ناگزیر وسیع ہونا چاہتے، اور واقعہ بھی یہی تھا۔ انھوں نے ایک فوج قائمہ نوکر رکھ لی تھی،[۲] جو تمام بدوی عرب میں اچھوتی چیز تھی۔ انھوں نے خفارے یا بدرقے کے ضروریات کے لئے معاہدات کا جو وسیع اور ملک گیر جال پھیلا دیا تھا، اس کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)۔ نیز تاج العروس۔ اس موضوع پر میرے ایک مضمون کا ترجمہ رسالہ البلاغ، کراچی ج ۲ ع ۳ جون ۱۹۶۶ء میں دیکھا جا سکتا ہے۔

(حاشیہ صفحہ ہذا)۔ [۱] مثلاً جان و مال کی حفاظت کے معاوضے میں یہ کاروان ان قبائل کے لوگوں کا تجارتی مال مفت لے جا کر شام وغیرہ میں بیچتے۔ (ابن سعد ۱/۱ ص ۴۵، ۴۶)۔

[۲] اس کا اصول یہ تھا کہ ہر کاروان میں اجرت پر چند منچلے شریک کیے جاتے، جن کا کام ہی چوکس رہنا اور ضرورت پر لٹیروں سے لڑنا ہوتا۔

Marfat.com

ذکر ابن قتیبہ کے استاد محمد بن حبیب (المتوفی ۲۴۵ھ) سے سنئے، جو کہتا ہے کہ:-

"جو تاجر بھی یمن اور حجاز سے نکلتا تو وہ اُس وقت تک قریشی خفارے یعنی محافظ دستے کا محتاج رہتا جب تک کہ وہ مضری قبائل کے علاقے میں رہے، کیونکہ ایک مضری قبیلہ، دوسرے مضری قبیلے کے تاجروں کو نہ ستاتا۔ مزید برآں مضریوں کی حلیفی جن جن قبائل سے تھی، ان کے ہاں بھی امن رہتا۔ اور یہ "باہمی امن" کے اصول پر مبنی تھا۔ چنانچہ قبائل کلب ان کو مضری قبیلہ بنو تمیم سے حلیفی کے باعث نہ ستاتے، اور قبائل طی بھی ان کو مضری قبیلہ بنو اسد سے حلیفی کے باعث نہ چھیڑتے۔ اور مضری قبائل کہا کرتے تھے کہ قریش نے ہمارا وہ قرض ادا کر دیا جو حضرت اسماعیلؑ سے ہم کو وراثتہً مذمت کی صورت میں ملا تھا۔ جب یہ آگے بڑھ کر عراقی سمت میں جاتے اور بنی عمرو بن مرثد سے خفارہ حاصل کر لیتے تو تمام قبائل ربیعہ میں وہ کافی ہوتا.... جو تاجر دُومۃ الجندل جاتے، ان کو بھی قریش ہی سے خفارہ حاصل کرنا ہوتا... رابیہ جو حضرموت میں واقع ہے، اگر وہاں جانا ہوتا تو قریش وہاں کے قبیلہ بنو آکل المرار سے خفارہ حاصل کرتے، اور باقی لوگ آل مسروق سے۔ لیکن قریشی حلیفی کے باعث آکل المرار نے غلبہ اور حکومت وسطوت حاصل کر لی، اور سب کو زیر کر لیا"

(کتاب المحبر صفحہ ۲۶۳ الخ)

۳۰۷۔ اس دلچسپ اقتباس سے معلوم ہو گا کہ خفارہ جو ایک معنے میں بین الاقوامی اجازت نامہ رہ گزر کا مہیا کرتا تھا۔ عربوں کے ہاں ایک مستقل ادارہ بن گیا تھا جس کی قیمت مقرر تھی، عدنان و قحطان کے قبائل، مضر و ربیعہ کے قبائل اس میں داخل تھے۔

Marfat.com

اور عملاً پورا عرب اس نظام میں منسلک ہو گیا تھا، جو قریشی مواصلات کے لیے ضروری تھا۔ قریش نہ صرف اس نظام اور سلسلۂ حلیفی سے خود فائدہ اٹھاتے بلکہ تاریخی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی اور کو بھی بخوشی معاوضہ لے کر اپنا خفارہ مہیا کرتے۔ اسی نظام کی برکت تھی کہ ہندوستان کا سامان عرب کی راہ یورپ میں پہنچ سکتا تھا۔ مگر خود یورپ کا حال عرب کے اس ہمعصر زمانے ہی میں نہیں بلکہ حال اٹھارویں صدی تک یہ تھا کہ "نیس اور جے نوا ہو کہ اسپین و پرتگال، تجارت پر قومی اجارہ داری ضروری سمجھی جاتی تھی۔ اور طوفان زدہ مصیبت کا مارا تک اگر اسپینی مقبوضات میں پہنچتا تو نہ وہ صرف مال سے ہاتھ دھو بیٹھتا بلکہ جان نہ جا کر صرف غلام بنتا تو اُسے ایک نعمتِ غیر مترقبہ ملتی[1]" قریش نے خفارے کے اغراض کے لئے حلیفیوں کی جو طرح ڈالی تھی وہ مختلف اصول پر مبنی ہوتی، کبھی تو باہم امن کی شرط کافی ہوتی، کبھی قریش یہ کرتے نظر آتے ہیں کہ کسی غریب قبیلے کا مال بطورِ کارندۂ تجارت کے لے جاتے اور کوئی کمیشن لیے بغیر نفع مالکوں کے سپرد کرتے۔ اور کبھی خفاروں پر نقد معاوضہ رقم یا جنس کی صورت میں دیتے بہت سے قبیلوں کا روزگار ہی اس خفار کاری سے نکلتا۔ وہ رہبر مہیا کرتے جو راستے میں چوکس اور سینہ سپر رہتے۔ اور عربوں ہی نہیں بلکہ حیرہ کے بادشاہ اور دیگر اجنبیوں تک کا مناسب معاوضہ لے کر "لطیمہ" یعنی تجارت سامانِ منڈی تک بحفاظت لے جانے اور واپس لانے کا ذمہ لیتے۔ اور یہ ذمہ داری علی العموم پوری ہُوا کرتی ہو گی جبھی تو یہ ادارہ بقاء و استحکام میں نظر آتا ہے۔

۳۰۸۔ اسواق العرب پر محمد بن حبیب کی کتاب کا ایک اقتباس ہم ابھی سُن چکے ہیں۔

---

[1] نیس کی فرانسیسی تالیف "جدید قانون بین الممالک کا آغاز" صفحہ ۶۲۲۔

(مترجمہ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ)

Marfat.com

اسی کتاب کا ایک اور اقتباس سننے کے قابل ہے، جس میں کہیں کہیں ایک ہم ماخذ مؤلف، مرزوقی کے بیان سے تکملہ کیا گیا ہے :۔

"دومۃ الجندل میں جو شام و حجاز کے مابین ہے، یکم ربیع الاوّل کو میلہ لگتا۔ (قریش مکّے سے اس کے لئے جاتے) ..... پھر یہاں سے لوگ چل کر بحرین میں مشقر آتے، جہاں یکم سے آخر جمادی الآخرہ تک میلہ لگتا اور دُومۃ الجندل کی طرح یہاں بھی مقامی حکمران کو عُشر یعنی دس فیصدی چنگی وصول ہوتی۔ ایران تک سے تاجر سامان لے کر یہاں آتے۔ اس کے بعد یہاں سے یکم رجب کو چلتے تو عمان کے شہر صُحَار کو آتے آتے بیس دن لگتے اور جو پہلے نہ آسکے ہوتے، وُہ اب آتے اور یہاں پانچ دن تک میلہ لگتا۔ یہاں کا عُشر بادشاہ جُلندیٰ کو ملتا۔ اس کے بعد دَبا کا میلہ رجب کے آخر میں لگتا۔ یہ عرب کی دو بڑی بندرگاہوں میں سے ایک تھا۔ یہاں سندھ اور ہند اور چین اور مشرق اور مغرب کے لوگ آیا کرتے، اور خشکی اور سمندر سے سامان لاتے۔ یہاں کا عُشر بھی بادشاہ جلندیٰ کو ملتا۔ اس کے بعد مَہرہ کے شہر شحر میں —— جو ۱۹۴۷ء تک سلطنت حیدرآباد کے جاگیردار سلطان مُکلّا و شحر کے علاقے میں تھا۔ وسطِ شعبان سے میلہ لگتا، جہاں بَرّی اور بحری تاجر سب دَبا سے چل کر آتے۔ یہاں کھالیں، کپڑے وغیرہ فروخت کئے جاتے۔ اور ایلوہ، لوبان وغیرہ جو مقامی پیداوار تھے، خرید کئے جاتے۔ پھر عدن میں یکم رمضان سے بیس دن میلہ لگتا۔ یہاں بڑا اچھا انتظام تھا۔ کسی محافظ دستے کی یہاں ضرورت نہ رہتی تھی۔ یہاں کا عُشر ایرانی نوآبادکار افسر لے لیتے۔ یہاں سمندری راہ سے آنے والے لوگ جو

دَبا اور مہرہ آتے، وُہ نہ آتے، بجز اس کے کہ کسی کے پاس کچھ سامان بیچ رہا ہو، اور اس سے پہلے کے میلوں میں اُسے شرکت کا موقع نہ ملا ہو۔ عدن میں جو عطر بنتا اس کی دُور دُور تک شہرت تھی۔ سمندری راہ سے آنے والے تک اُسے بطورِ تحفہ سندھ اور ہند تک لے جاتے اور اس پر فخر کیا جاتا، اور خشکی کی راہ آنے والے اُسے ایران و رُوم تک لے جاتے۔ (عطر سازی کے متعلق مرزوقی نے اپنی ۴۵۲ھ کی تالیف میں لکھا ہے کہ اس وقت تک وُہ صنعت وہاں کمال پر ہے)۔ عدن کے بعد صنعاء کا میلہ تھا جو وسط سے آخر رمضان تک ہر سال لگتا۔ یہاں رُوئی زعفران، مختلف قسم کے رنگ، لوہے وغیرہ کے سامان بکتے۔ یہاں کا عُشر بھی ایرانی حکمران افسر لیتے۔ اِن مختلف میلوں میں لوگ وہ سامان خریدتے جن کی ان کے اپنے ملکوں میں مانگ ہوتی۔ اس کے بعد رابیہ واقع حضرموت اور عکاظ قریبِ عرفات و مکّہ میں بیک وقت وسطِ ذیقعدہ سے آخر ماہ تک میلہ لگتا۔ کچھ لوگ عُکاظ آتے اور کچھ رابیہ جاتے۔ عکاظ کے قریب ذی المجاز ہے۔ چنانچہ عکاظ کے بعد یکم ذی الحجّہ سے دس دن ذی المجاز میں میلہ لگتا۔ پھر منیٰ میں جو مکّے کے مضافات میں ہے، حج کے سلسلے میں میلہ جمتا۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد لوگ خیبر یا یمامہ جاتے۔ جہاں محرّم کی دسویں سے میلے لگتے۔ اس کے بعد جنوبی فلسطین میں بصریٰ اور اَذرِعات کے میلے لگتے۔"

(دیکھیے نقشہ صفحہ آئندہ پر)

۳۰۹۔ اس اقتباس سے اندازہ ہو گیا ہو گا کہ کس طرح شمال سے مشرق، مشرق سے جنوب، جنوب سے مغرب، اور مغرب سے شمال، غرض پُورے عرب کا سال بھر میں

Marfat.com

عرب کے میلوں
کی
ترتیب زمانی ومکانی

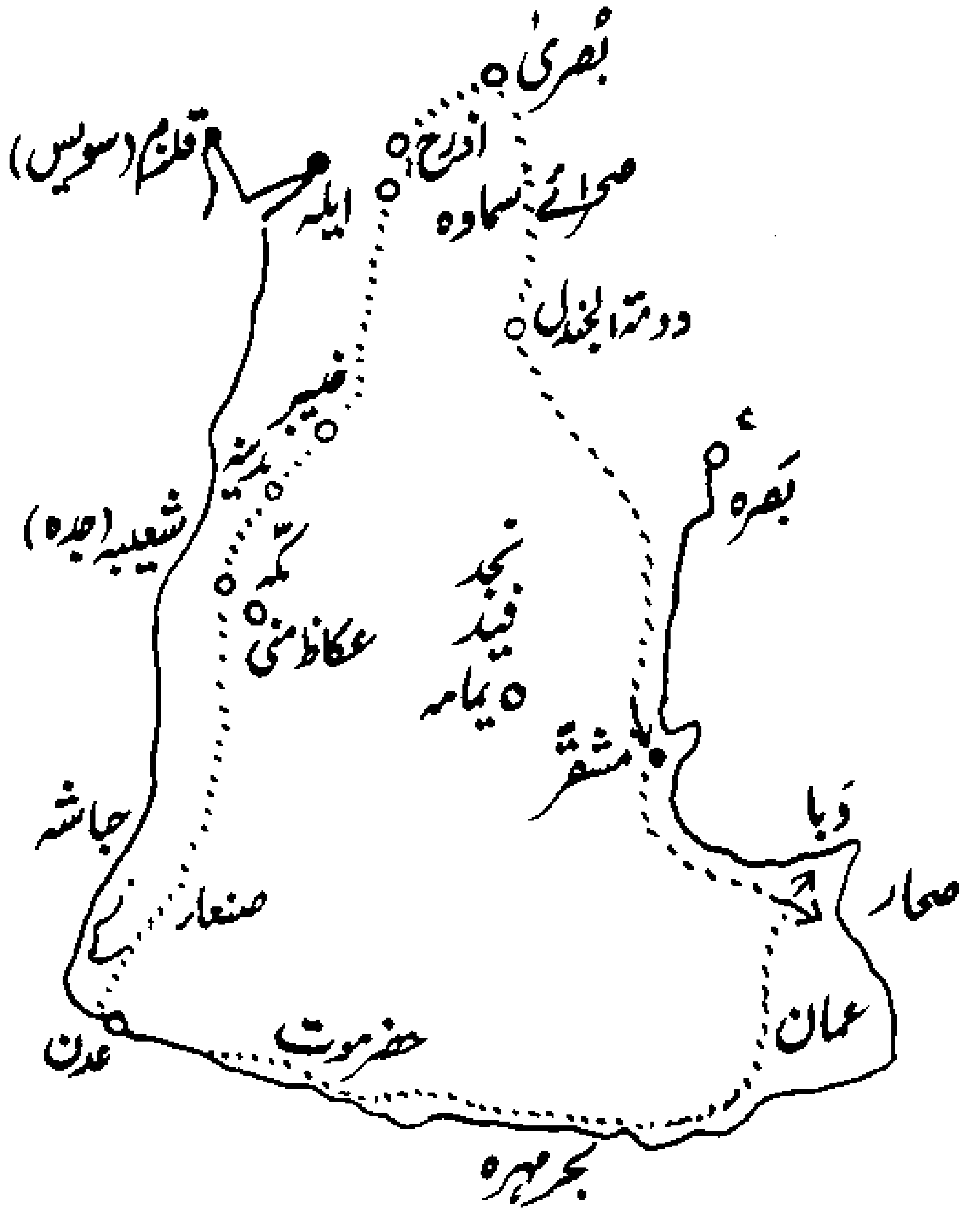

Marfat.com

دورہ ہو جاتا ہے۔ کس طرح پورے عرب میں سیاسی تو نہیں لیکن معاشی وفاق قائم ہو گیا تھا۔ کس طرح ان میں ایک ربط و نظم پیدا ہو گیا تھا، اور اگرچہ ہر جگہ مقامی خود مختاری اور محصول گیری وغیرہ رائج تھی لیکن پھر بھی کس طرح خفارے کے نظام اور میلوں میں حفاظت کے انتظام وغیرہ نے مرکز گریز اور افتراق پسند بدویوں میں بھی ایک یکجہتی اور مرکزکشی پیدا کر دی تھی؟

۳۱۰۔ اوپر عکاظ کے میلے کی کچھ اہمیت ہم نے بیان کی کہ وہاں کس کس حصے سے لوگ آتے تھے۔ ہمارے مؤلفوں نے ایک اور اہم بات بھی بیان کی ہے کہ عکاظ میں عام نگرانی اور جھگڑوں کا فیصلہ، نیز اس کے بعد ہی ہونے والا موسم حج، قبیلہ کنانہ کے اہتمام میں ہوتا۔ قمری سال کو کبیسہ گری کے ذریعے سے فصلی شمسی سال بنانا بھی قبیلہ کنانہ کے "قلمس" کا فریضہ تھا، جو مکہ معظمہ میں کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر اس کا اعلان کرتا۔[1] قبیلہ کنانہ کا قریش سے کوئی نسبی رشتہ نہ تھا۔ مکے کے حج کی تاریخ وہ غالباً قدیم (قصی سے قبل کے) تاریخی حساب کی بناء پر معین کیا کرنے کے ذمہ دار تھے۔ حج کے زمانے میں مختلف فرائض مختلف غیر قریشی قبائل میں چلے آ رہے تھے۔ چنانچہ علاوہ مذکورہ اہل کنانہ کے، قبیلہ عدوان "افاضہ" یعنی عرفات سے روانگی کا حکم دینا بطورِ موروثی حق کے استعمال کرتے تھے تو اولاً غوث بن مر پھر بنو تمیم "اجازہ" یعنی مزدلفہ (مشعرِ حرام) سے روانگی کا۔ کعبے کے اطراف جو تین سو ساٹھ بت تھے، وہ عرب کے ہر حصے کے قبائل کے معبود تھے۔ ان میں حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ اور بی بی مریمؑ کے بھی کہتے ہیں کہ بت تھے۔ کیا یہ سب کعبے کی مرکزیت اور مکے اور قریش کی خاموش مرجعیت پر دلالت

---

[1] محبر محمد بن حبیب ص ۱۵۶۔

Marfat.com

نہیں کرتے ؛

۳۱۸۔ان میلوں کے ساتھ ساتھ اشہرِ حُرُم یعنی محفوظ و محترم مہینوں کا ادارہ بھی قابلِ لحاظ اہمیت رکھتا ہے۔ نہ معلوم یہ عرب میں کیسے آیا اور کب سے رائج تھا۔ بہر حال حروب صلیبیہ کے زمانے میں فلسطین وغیرہ کے مسلمان عربوں سے اخذ کر کے پوپوں نے عیسائی یورپ کے نراج کو کم کرنے کی اسی طرح کی ایک ناکام کوشش کی تھی، جو خدائی امن (ٹروس آف گاڈ) کے نام سے مشہور ہے۔ عربوں کا یہ نظام زمانہ رجاہلیت میں یوں تھا کہ ذی قعدہ، ذی حجہ اور محرم کے مسلسل تین مہینے اور رجب کا ایک مہینہ محترم و محفوظ سمجھے جاتے۔ خطبۂ حجۃ الوداع میں "رجب مضر" کا جملہ آیا ہے اس تخصیص سے معلوم ہوتا ہے کہ مضر کے علاوہ قبائل ربیعہ کا بھی کوئی الگ زمانہ محفوظ مہینوں کا ہوتا ہوگا۔ اوپر پڑھی ہوئی باتوں کی یاد تازہ کی جائے تو نظر آئے گا کہ رجب میں صحار اور دبا کے اہم میلے لگتے؛ جہاں خود رسالت مآب صلعم کے نبوت سے پہلے جانے اور طویل مدت گزارنے کا مسند احمد بن حنبل میں اشارہ ملتا ہے[۵]۔ اور ذی قعدہ، ذی حجہ، اور محرم میں عکاظ، منیٰ، خیبر اور یمامہ کے زبردست اجتماع ہوتے، یمامہ کا غلہ مکے تک آتا۔ ذی حجہ کا مکہ معظمہ میں حج اور منیٰ کا میلہ خاص کر خوش نصیب تھے کہ دُور دراز کے لوگوں کو پورے تین مہینے امن کا یقین رہتا کہ جا کر واپس آنے تک چاہے وہ عرب کے کسی حصے سے مکے تک کیوں نہ ہو، کوئی خطرہ نہیں۔ کیونکہ ذی حجہ کے علاوہ اس سے ایک مہینہ پہلے اور ایک مہینہ بعد حرام زمانہ رہتا، جو عرب کے بعید ترین گوشوں سے آنے اور واپس جانے کے لئے کافی تھا۔
اس نے ناگزیر محافظین کعبہ یعنی قریش کی جو عظمت تمام عرب کے ذہنوں پر نقش کر

---

[۵] مسند احمد بن حنبل جلد ۲، صفحہ ۲۰۶۔

Marfat.com

دی ہوگی، وہ کسی بیان کی محتاج نہیں۔ سیرۃ ابن ہشامؒ کے مطابق اشہر حرم کے ساتھ ایک ادارہ بسل بھی تھا جس کے تحت قریش کے چند خاندانوں کو پورے عرب میں تین مہینے نہیں بلکہ مسلسل آٹھ مہینے محفوظ و مامون حالت میں ملتے۔

اس نظام کا اثر:۔

۳۱۲۔ تمام عرب سے لوگوں کا مکہ آنا اور مکے والوں کا عرب اور عرب کے باہر عراق و شام اور مصر و حبشہ بلکہ سندھ اور ملابار تک مسلسل آیا جایا کرنا ــــ اس کے اثرات پر جتنا بھی زور دیا جائے کم ہی ہوگا۔ اُس نے پورے عرب کی مختلف علاقہ وار بولیوں میں قربت پیدا کر کے ایک مشترکہ معیاری بولی پیدا کرنے میں حصہ لیا ہوگا۔ اُس نے عربوں میں احساسِ یگانگی کو تقویت دی ہوگی۔ اُس نے تمام عرب کے رسم و رواج اور اخلاق و عادات میں مماثلت پیدا کی ہوگی۔ اس نے ان میں محنت پسندی اور کوچ کی عادت اور تمام دنیا کو اپنا وطن سمجھنے کا میلان پیدا کیا ہوگا۔ اس نے ان کو عراق، شام اور مصر کی خاص کر جغرافی اور طبیعی حالت سے واقف کرا دیا ہوگا جس کے باعث عہدِ نبوی اور خلافتِ راشدہ کی فاتحانہ پیش قدمی کسی اجنبی امداد کی محتاج نہ رہی ہوگی۔

اسی نے بیرون، خاص کر متمدن ممالک کے آئے دن کے سفر سے اُن میں روشن خیالی، جذبات اور اُمنگیں پیدا کی ہوں گی۔ ایرانی اور رومی دونوں اُن کے ساتھ سخت بدسلوکی کرتے تھے۔ خاص کر رومی علاقوں میں عرب کے کاروانوں کی جس سختی سے جھڑتی لی جاتی اور ان کے ساتھ جرائم پیشہ اقوام سمجھ کر جس توہین اور درشتی کا سلوک کیا جاتا، اور جس طرح ان کے لئے مختلف علاقے مقرر کر دیئے جاتے کہ اُن کے سوا وہ شام و فلسطین میں کہیں اور نہ جائیں اور سامان مقرر کر دیئے جاتے کہ اُن کے سوائے اور چیزیں خرید کر نہ لے جائیں۔ ان پر شدید محصول چنگی عائد کیے جاتے،[۲]

---

[۱] صہ٦٦ نیز قاموس فیروز آبادی تحت کلمہ "بسل"۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

وغیرہ وغیرہ، تو ان چیزوں کا اثر حساس دماغوں اور سوچنے والے ذہنوں پر جو کچھ پڑ سکتا ہے، وہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ ایرانی بدسلوکیاں بھی کم نہ تھیں۔ ذی قار کے معرکے میں چند عرب قبائل نے ایرانی لشکر کو ایک دفعہ شکست دی تو اس کے متعلق خود جناب رسالت مآب صلعم نے فرمایا تھا کہ اس دن پہلی مرتبہ عربوں نے ایرانیوں سے بدلہ لینے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ متاخر کسرایانِ ایران کی عرب کش سیاست نے ایرانیت زدہ حیرہ کے عربوں اور شیبانیوں کو ایران کا جانی دشمن بنا دیا تھا، اور زیادہ تر انھیں عربوں نے تاجِ کیانی کو مدینے کے گلی کوچوں میں لا لڑکایا تھا۔

اسلام کی آمد:۔

۳۱۳۔ عرب کے معاشی نظام کی یہ عام کیفیت تھی کہ ربیع الاوّل سنہ ۱ھ میں تاریخِ عالم کا ایک اہم اور عہد آفریں واقعہ پیش آیا۔ وہ یہ کہ تیرہ سال تک بے غرضانہ ایثار اور رضا کارانہ زحمت کشی کے ذریعے سے اہلِ مکّہ کی اخلاقی و دینی اصلاح کی جو کوشش انھیں کے ایک ہم وطن یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کر رہے تھے اس کا انجام یہ نکلا کہ بیسیوں ساتھی مال و عیال کو چھوڑ کر بیک بینی و دوگوش ترکِ وطن کو غنیمت سمجھ چکے تھے۔ اور خود اس بے غرض مصلح کو جان کے لالے پڑے تو غاروں میں چھپتے، نامانوس اور دشوار گزار راستوں سے چلتے، وطن سے سینکڑوں میل دور مدینہ چلا آنا پڑا تھا۔ قریش مکّہ نے اسی پر بس نہ کیا بلکہ ایک تو جلا وطن مسلمانوں کی جائدادِ منقولہ و غیر منقولہ پر مکّے میں غاصبانہ قبضہ جما لیا تھا[1]، دوسرے اپنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ۵۲ تفصیل کے لئے میرا مذکورہ مضمون "عربوں کے تعلقات بیزنطینی حکومت سے" دیکھو جو میری کتاب رسولِ اکرم کی سیاسی زندگی (طبع کراچی) میں بھی چھپا ہے۔

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) ۱ دیکھئے اوپر باب "دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور" صـ۲۹۸ تا صـ۲۹۹۔

Marfat.com

معاشی اثرات کے تحت اہلِ مدینہ کو دھمکا کر لکھ بھیجا کہ آنحضرت صلعم کو اپنے ہاں سے نکال دیں[۵۸]۔ اور بزور اس کو منوانے کے لئے مدینے پر حملہ کرنے کا انتظام کرنے لگے حتّٰی کہ ہجرت کے اس ابتدائی زمانے میں تارکینِ وطن مسلمان ہتھیار بند سویا کرتے تھے۔

۲۱۴۔ مدینہ آنے کے چند ہی ہفتوں کے اندر ہم دیکھتے ہیں کہ اس شہر کی کایا پلٹ ہو گئی۔ یہاں کی قدیم آبادی میں جو خانہ جنگی اور جوکھا لڑائی ہو رہی تھی وہ ختم ہو گئی۔ مہاجرینِ مکہ، مسلمانانِ مدینہ، مدینے کے غیر مسلم عرب اور یہودی قبائل — ان چاروں عناصر نے ایک وفاقی شہری مملکت قائم کی، جس کا تحریری دستور خوش قسمتی سے ہم تک محفوظ چلا آیا ہے۔ باون دفعات کے اس وفاقی دستور میں آخری اختیارِ سماعت مرافعہ، اور اعلیٰ اختیاراتِ جنگ و صلح دونوں اُمور جنابِ رسالت مآب صلعم کو دے دینے پر سبھوں نے اتفاق کیا اور اس پر بھی سب راضی ہو گئے کہ قریش سے نہ تو کوئی تعلقات رکھے جائیں اور نہ انھیں یا اُن کے دوستوں کو کوئی مدد یا حفاظت مہیا کی جائے۔ اس سلسلے میں یہ امر شائد درخورِ التفات سمجھا جائے گا کہ اس زمانے میں جب یہود نہ صرف مدینے کے مقامی کاروبار پر چھائے ہوئے تھے بلکہ شام سے یمن و عمان تک اُن کی نو آبادیوں کا ایک زنجیرہ پڑا ہوا تھا، اور بین الیہود باہمی تعاون خاصا مستحکم تھا تو مدینے کے یہودیوں سے اشتراکِ عمل نوخیز اسلامی مملکت کیلئے کم از کم یہ فائدہ ضرور رکھتا تھا کہ یہ معاشی قوت اس ابتدائی بے کسی کے زمانے میں مخالف پلڑے میں نہیں داخل ہو گئی۔ گھر سے فراغت ہوتے ہی آنحضرت مدینے سے ینبوع کا کئی بار سفر فرماتے ہیں۔ ان مختلف قبائل سے جو اس راستے پر بستے تھے یا تو حلیفی کے نئے معاہدے کرتے ہیں یا اہلِ مدینہ کے اِن کے ساتھ جو قدیم معاہدے تھے

---

[۵۸] ابن حبیب (محبر ص ۲۷۰ تا ص ۲۷۱)۔ ابنِ ہشام ص ۲۹۸ تا ص ۲۹۹۔

Marfat.com

اُن کی تجدید عمل میں لاتے ہیں۔ ایسے بعض معاہدوں میں مدامی فوجی حلیفی اور باہمی امداد کا ذکر ہے اور بعض میں باہم دوستی اور ایک کی جنگ میں دوسرے کی غیر جانبداری اور دشمن کو مدد نہ دینے کا حکم ہے۔

۳۱۵۔ اس کے بعد جو کچھ ہُوا وہ ایک معاشی قصہ ہے۔ قریش کا شام، مصر اور عراق جانے والا راستہ مدینے اور ینبوع کے بیچ میں سے ساحل کے کنارے کنارے گزرتا تھا۔ قریشی مواصلاتِ تجارت اور رُوزگار کی یہ شہ رگ اب بیک جنبشِ لب کٹ گئی، اور اِدھر سے قریشی کاروانوں کا جانا بند کر دیا گیا۔ قریش نے تھوڑی سی کشمکش کی۔ بدر، اُحد اور خندق کے معرکے پیش آئے۔ لیکن قریش کے رحلۃ الشتاء کا شمالی راستہ کھلنا تو کیا، اس کے لئے نجد وغیرہ سے ہو کر جانے والے نئے نو ساختہ راستے بھی بند ہی ہوتے چلے گئے[۵۱] قریش کی تجارت مفلوج ہوئی تو وہ بلیسیوں قبائل جو اُنھیں کے کاروبار پر پل رہے تھے، خواہی نخواہی قریش سے ٹوٹ کر مدینے سے جڑنے پر مجبور ہوتے چلے گئے، اور تاریخوں میں صراحت سے ایسے نظائر کا ذکر آیا ہے[۵۲]۔ آنحضرتؐ کی سیاست قریش کو تباہ نابود کرنے پر نہیں بلکہ بالکل محفوظ رکھ کر بے بس اور مغلوب کر دینے پر مشتمل تھی۔ پانچ چھ ہی سال کی کوشش میں مکے کے شمال، مکے کے مشرق، بلکہ مکے کے جنوب کے قبائل بھی اسلام کے زیرِ نگیں بنا لئے گئے۔ اور جب یہ گھیرا مکمل ہو گیا تو بجائے شرائط منوانے کے آنحضرت صلعم نے قریش کی مُنہ مانگی شرطیں حدیبیہ میں منظور کیں۔ یہ سیاست کاری کا شہ کار تھا۔ قریش کا چڑھتا ہُوا جوش اور بخار اس صلح کے سیفٹی ڈالف

---

[۵۱] سیرۃ ابن ہشام ص۵۴۳۔

[۵۲] طبقات ابن سعد ۲/۱ ص۴۹ (اشجع)۔

(Safety valve) سے خارج ہو گیا۔ عین اس لمحے خیبر کے یہودیوں اور مکے کے قریشیوں میں اتحاد ہو کر ایک نئے طاقتور محاصرۂ مدینہ کی جو تجویز تیار ہو چکی تھی وہ روک دی گئی۔ کیونکہ قریش نے اپنی منہ مانگی شرطوں کے ملنے اور تجارت کا شمالی راستہ کھلنے پر وعدہ کیا تھا کہ وُہ دس سال تک آنحضرتؐ سے نہ تو خود جنگ کریں گے اور نہ کسی اَور کو کوئی خفیہ یا علانیہ مدد دیں گے۔ بلکہ مسلمانوں کی جنگوں میں کامل ناطرفدار رہیں گے۔ اسی صلح سے آنحضرت صلعم کو یہ فائدہ ہوا کہ خارجہ سیاست کے لئے ہاتھ کھل گئے۔ خطرے کے مرکز خیبر کو مہینے بھر میں ہمیشہ کے لئے مٹا دیا گیا۔ نینوی میں رومیوں کو ایران پر جو فیصلہ کُن فتح حاصل ہوئی تھی، اس سے فائدہ اٹھا کر بحرین، عمان، وغیرہ کا ایران سے انقطاع اَور مدینے سے الحاق کرا لیا۔ اَور قریش کے رہے سہے وسائل اور رفیق ان سے بچھڑا دیئے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ڈیڑھ ہی سال گزرے اور قریش نے ایک چھوٹا سا قصور کر کے معاہدہ شکنی کی۔ اور مدینے سے دس ہزار قدوسیوں کا لشکر آیا تو مغرور قریش نے اپنے آپ کو اتنا بے بس پایا کہ بغیر ایک ہتھیار چلائے اطاعت قبول کرنے ہی میں خیر دیکھی، اور آنحضرتؐ نے بھی قریش کو محفوظ رکھ کر مغلوب بنانے کی جو سیاست ملحوظ رکھی تھی، اس کے باعث ان کے بیس سالہ مظالم کا جواب آپ نے اس تاریخی جملے سے دیا کہ

"آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔"

۳۱۶- ہم دیکھ چکے ہیں کہ عرب کے بین الممالک کاروبار کا پورا ڈھانچہ قریشی کاروبار کے سنگِ زاویہ پر ٹکا ہوا تھا۔ اور جب قریش ایک مرتبہ ہم نوا ہو گئے، تو وہی

ھ قریش کی ہمنوائی سے قبل جو علاقے مملکتِ اسلامیہ میں داخل ہوتے تھے، ان کو اس الحاق کی تشویق مختلف وجوہ سے ہوئی۔ چنانچہ اس کے مذہبی و روحانی وجوہ بھی ہیں۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

سال کے اندر پورا جزیرہ نمائے عرب ایلہ واذرح سے لے کر عُمان تک اور سماوہ سے لے کر معافر تک ایک ہی قبلہ کی طرف جھک رہا تھا، اور ایک ہی مرکز سے وابستہ ہو چکا تھا۔ پھر ذی حجہ سنہ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے موقع پر جبل الرحمۃ سے آنحضرت صلعم نے اپنے شہرۂ آفاق طویل الوداعی خطبے[۱] میں ایک منشورِ انسانیت پیش کیا کہ عرب کو عجم پر کوئی فضیلت نہیں، سب انسان آدمؑ سے پیدا ہوئے اور آدمؑ مٹی سے بنے تھے، اور قومیتیں اور قبائل صرف تعارف اور پہچاننے کی علامتیں ہیں۔ ورنہ اصل عزت تو خدا سے ڈرنے کے مدارج پر مبنی ہے۔ جب یہ منشورِ عبدیت وانسانیت نہ صرف پیش کیا گیا بلکہ اس پر کامیاب عمل بھی کر کے دکھا دیا گیا تو پھر نبی عربی صلعم کا کام ختم ہو گیا، اور تین ہی ماہ بعد آپ رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے۔

۳۱۷۔ اِس اوّلین مملکتِ اسلامیہ کے قیام میں خود جناب رسالت مآبؐ کا جو کردار کارفرما رہا۔ اور اس کے جو سیاسی، جغرافی، تمدنی، تاریخی، اخلاقی، نفسیاتی،

(بقیہ حاشیہ) سیاسی اور فوجی وجوہ بھی ہیں، اور معاشی وجوہ بھی، ایک اہم معاشی وجہ یہ بھی نظر آتی ہے کہ اسلام سے پہلے عرب کی ہر بستی اور ہر میلے اور بازار میں محصول چنگی لیا جاتا، اور بیرونِ عرب جو کاروانِ عرب سے جاتے، ان سے بھی سخت شرح سے محصول لیا جاتا۔ عہدِ نبویؐ میں مختلف قبائل سے مملکت اسلامیہ کے جو معاہدے ہُوئے۔ اُن میں سے اکثر میں صراحت سے عُشر یعنی اس اندرونی محصول چنگی کی برخاستگی کا ذکر ہے۔ چنگی کے اس اتحاد سے اندرونی گردشِ مال اور تجارت کو غیر معمولی فروغ ہُوا۔ اور اُس کے برکات نے سیاسی اتحاد کو قریب تر اور مستحکم تر کرنے میں یقیناً بڑا حصّہ لیا ہو گا۔ جیسا کہ دیگر ممالک کی تاریخ میں مماثل امور نظر آتے ہیں، اور جس سلسلے میں جرمن مملکتوں اور قبیلوں کے .... (Zollverein) چنگی کے اتحاد کی طرف اشارہ کافی ہو گا۔

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) [۱] اس کے متن اور ماخذوں کیلئے دیکھئے میری "الوثائق السیاسیۃ" بر موقع۔

Marfat.com

وغیرہ وغیرہ عوامل رہے جنہوں نے عربوں کو اس زمانے میں اس انقلاب کے لئے تیار کیا اور اس انقلاب کے لئے مواقع فراہم کئے، اور پھر عربوں کے کردار کی قبل اسلام کی صدیوں میں پرورش و پختگی اور عہد اسلام میں اس کا صیقل و جلا کاری وغیرہ وغیرہ یہ بیسیوں مسائل ہیں جو مستقل مقالوں کے محتاج ہیں۔ یہاں یہ دکھانے کی کوشش کی گئی کہ کس طرح ایک ملک کا معاشی پس منظر اس کی قسمت سازی میں حصہ لیتا ہے اور کس طرح ایک ادارے کی سب سے بڑی قوت ہی اس کی سب سے بڑی کمزوری ہوتی ہے۔ اور کس طرح اس کمزوری سے بروقت اور صحیح فائدہ اٹھانا اپنے مقصد کو پورا کرتا ہے۔ اور کس طرح حریف کی صلاحیتوں کو تباہ و تاراج کرنے کی جگہ اس قوت کو بھی اپنا ہم نوا بنا لیا جائے تو دنیا میں وہ کارنامے انجام پاتے ہیں جو معجزہ اور اعجوبہ کہے جاتے ہیں کہ عہد نبوی میں دس سال میں دس لاکھ مربع میل سے زیادہ کا علاقہ نراج اور طوائف الملوکی چھوڑ کر مرکزیت اختیار کرتا ہے۔ اور اس کے بعد کے پندرہ سالوں میں انھیں اصولوں پر عمل کر کے اس وقت کی دو عالمگیر سلطنتوں کو بیک وقت اپنے حملے کا ہدف بنا کر ۲۷ھ ہجری تک اپنا جھنڈا حضرت سیدنا عثمانؓ کے زمانے میں مغرب میں شمالی افریقہ سے گزر کر اسپین میں، اور مشرق میں ترکستان سے گزر کر چین میں، اور جنوب میں خراسان سے گزر کر بھڑوچ اور تھانہ یعنی بمبئی میں، اور شمال میں آرمینیا اور ممالک خزر میں پہنچا دیا جاتا ہے، اور یہ انسانیت کی فرمانروائی، اور خدائی راج کی آئین پسندی تھی، جس میں ہر حاجت مند فرد رعیت کو حکومت روٹی مہیا کرتی، اور کسی کی آزادیٔ عمل میں کوئی رکاوٹ ڈالے بغیر اجتماعیت کا مظاہرہ کرتی تھی، جس میں حکومت اور رعایا ایک ہی چیز تھے۔ چنانچہ دونوں ایک دوسرے کے ظاہر و باطن میں بہی خواہ و معاون تھے۔

Marfat.com

۳۱۸۔ یہ چند اشارے ہیں جن سے سوچنے والے دماغ کچھ نہ کچھ غذائے فکر پا سکتے ہیں۔

(مجموعہ مقالات علمیہ حیدرآباد اکاڈیمی ۵)

۱۳۶۲ھ
۱۹۴۳ء

Marfat.com

عہدِ نبویؐ کی سیاستکاری کے اصول

۳۱۹۔ ایک شخص جس کو وطن میں جان کے لالے پڑے ہوں، صرف ایک رفیق کے ساتھ غاروں میں چھپتا، نامانوس اور دشوار گزار راستوں پر چلتا، سینکڑوں میل دُور جا پناہ گزیں ہوا ہو، وہ دس ہی سال بعد جب انتقال کرتا ہے تو دس لاکھ مربع میل[۵۱] سے زیادہ کے علاقے کا حکمران ہو چکا تھا۔

۳۲۰۔ پھر اس علاقے میں جہاں اس سے پہلے کبھی سیاسی مرکزیت آئی ہی نہ ہو، اور ملک قبائلی سطح تمدّن سے بلند نہ ہو سکا ہو، اس نراج میں ایک راج قائم کرے اور بغیر کسی نمونے کے سامنے رکھے، ایک باقاعدہ مملکت کی ضرورت کی ہر چیز رائج کرے، اور ایک ایسی حکومت قائم کرے جس کا آغاز ایک شہر کے چند محلّوں سے ہو، اور جو (۲۷) ہی سال میں دُنیا کی دو عظیم ترین شہنشاہتوں[۵۲] سے وقتِ واحد میں لڑکر اور بیسیوں دیگر سلطنتوں کو شکست دے کر ایشیا، افریقہ اور یورپ کے تین براعظموں پر پھیل جائے، جیسا کہ اُوپر باب شہری مملکتِ مکّہ میں بیان ہُوا۔

---

۵۱ آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت پُورا جزیرہ نمائے عرب اور جنوبی فلسطین آپ کے زیرِنگیں آ چکا تھا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو میری فرانسیسی تالیف "عہدِ نبوی اور خلافت راشدہ کی اسلامی سیاستکاری" دو جلدیں۔

۵۲ ایرانی اور بیزنطینی حکومتیں اس وقت کی دو عالمگیر سلطنتیں (World Powers) تھیں۔

Marfat.com

۲۳۸۔ اس سیاست کا مطالعہ صرف ایک عظمت ماضیہ کا مطالعہ ہی نہیں ہے بلکہ ایک ایسی شخصیت کے کارناموں کا مطالعہ ہے جس کے ہر قول و فعل کو اب بھی دُنیا کی چوتھائی آبادی اپنا قانون اور اپنے لئے اسوۂ حسنہ سمجھتی ہے۔ اگرچہ انسانوں کا یہ گروہ دنیا کی چوتھائی آبادی پر مشتمل ہے۔ لیکن ایک تو یہ "مشارق الارض" سے "مغارب الارض" تک پھیلا ہوا ہے[1]۔ دوسرے پُرانی دنیا کی اکثر اہم شاہراہوں پر سیاستہً نہیں تو سکونتہً قابض ہے[2]۔ تیسرے زیادہ تر جنگی نسلوں پر مشتمل ہے[3]۔ چوتھے عظیم الشان اور قابلِ رشک تاریخ رکھتا ہے جس کے پچھلے کارہائے نمایاں ہمیشہ امکانات کے خوش آیند ارادے اور ولولے پیدا کئے بغیر نہیں رہ سکتے، پانچویں یک نسلی نہ رکھنے کی وجہ سے ہمیشہ اس کا کوئی نہ کوئی جزر "میقاتی انحطاط" کو ختم کر کے نئی زندگی کا ثبوت دیتا رہتا ہے، چھٹے ابھی تک اس کا پھیلاؤ رُکا نہیں، اور انتہائی ناسازگار مقاموں میں بھی زبردست ترین اور منظم حریفوں کو شکست دے رہا ہے۔ اور اس کے پرانے چودہ سو برس پہلے کے قاعدے متمدّن ممالک میں بھی

---

[1] دیکھئے آگے نقشہ میں مراکش، الجزائر، تونس، طرابلس، مصر، و سوڈان، ترکی و شام و حجاز، عراق و ایران، افغانستان، پنجاب و سندھ، ترکستان، بنگال، یمّان، ملایا، انڈونیشیا۔

[2] دیکھئے نقشے میں آبنائے جبل الطارق، آبنائے طرابلس، آبنائے داردنیل و بوسفورس، نہر سوئز، آبنائے باب المندب، آبنائے عمان، آبنائے ملاقہ۔

[3] عرب، ترک، پٹھان، بلوچی، کُرد وغیرہ مراد ہیں۔

[4] مثلاً جنوبی ہند میں گو ا جیسے متعصب کیتھلک علاقے میں نومسلم موجود ہیں۔ نومسلم نیپالی بھی نایاب نہیں ہیں۔ عام سفید فام مغرب ہی نہیں، کمیونسٹ یوگوسلاویہ اور پولینڈ میں بھی آج کل لوگ مسلمان ہو رہے ہیں۔

Marfat.com

علامات

ا- جبل الطارق	۱- مراکش	۱۲- عرب
ب- آبنائے طرابلس	۲- الجزائر	۱۳- ایران
ج- بوسفورس	۳- تونس	۱۴- افغانستان
د- سویز	۴- طرابلس	۱۵- بلوچستان
ہ- باب المندب	۵- مصر	۱۶- کشمیر وپنجاب
و- آبنائے عمان	۶- سودان	۱۷- سندھ
ز- آبنائے ملاقہ	۷- ترکی	۱۸- بخارا
	۸- شام	۱۹- ترکستان
	۹- فلسطین	۲۰- بنگال وآسام
	۱۰- عراق	۲۱- یُنان
	۱۱- قفقاز	۲۲- ملایا وجاوا

Marfat.com

ضروریاتِ حاضرہ کے مطابق خیال کیے جا رہے ہیں[له]۔ وغیرہ وغیرہ۔

۲۲۲۔ عہدِ نبوی کی سیاست خارجہ کے اصول دو حصّوں میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں۔ بعض ایسے تھے جو عام اور ہمہ گیر تھے۔ اور ہر حال میں اور ہر کسی کے ساتھ ملحوظ رہتے تھے۔ اور بعض ہر انفرادی وحدت کے ساتھ بدلے ہوتے تھے۔ اور یہ ناگزیر

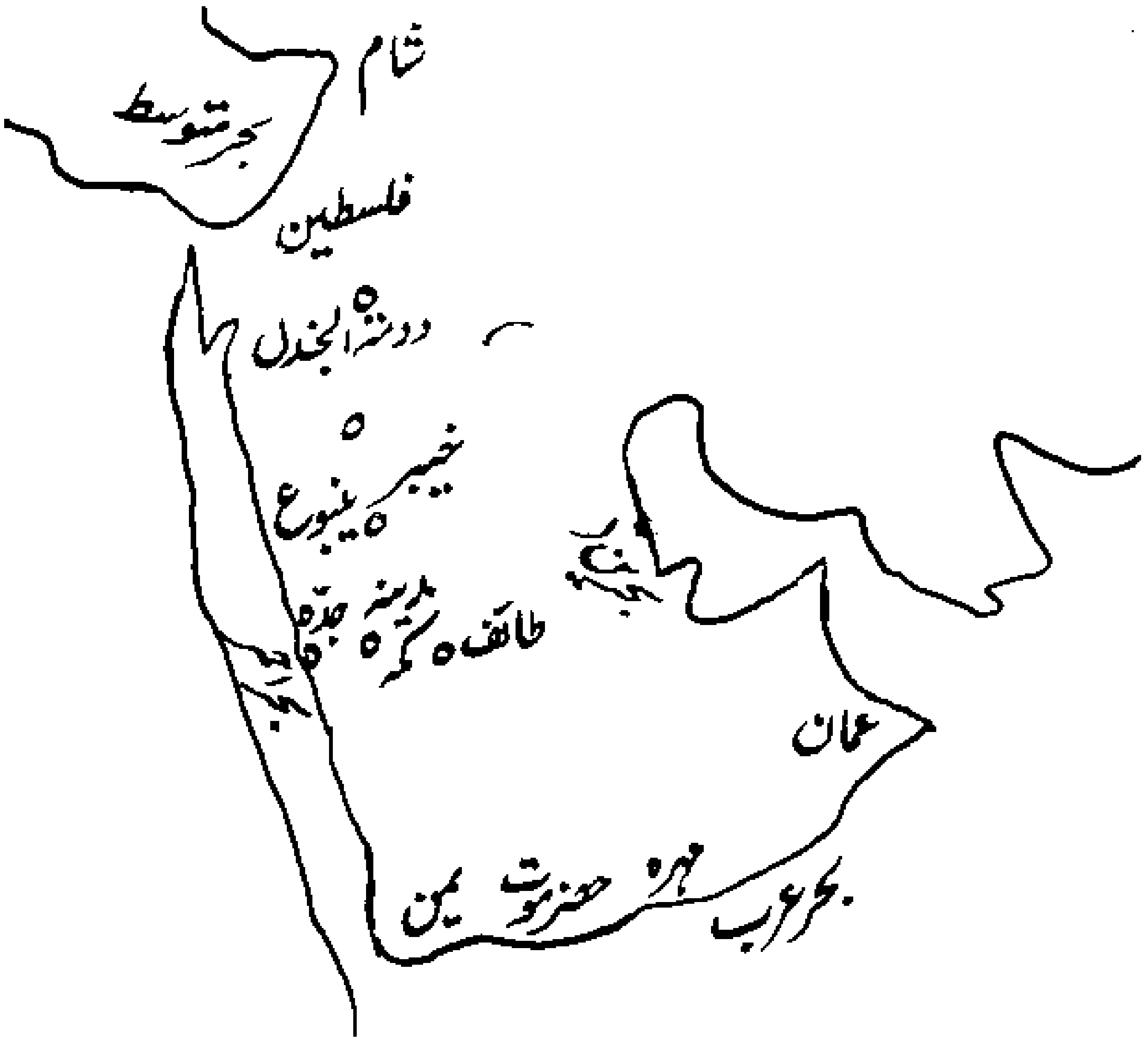

له مثلاً ہندوستان میں یہ ایک عجیب نظارہ ہے کہ بعض قومیں قانون کے ذریعے اپنے مذہب کو بدل رہی ہیں تو مسلمان شریعت ایپلیکیشن ایکٹ وغیرہ کے ذریعہ رواج کے زنگار کو دور کر رہے ہیں۔ پاریس کے پروفیسر ماسینیوں نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ سرمایہ داری اور اشتراکیت کا تصادم اس تمدن کے لئے امکانات بڑھا دیتا ہے جو سود کو حرام سمجھتا ہے۔

Marfat.com

بھی تھا کہ :۔

۱۔ اپنے ظالم وطن مکّہ۔

۲۔ عرب کے غیر عربی عناصر خاص کر یہودی قبائل۔

۳۔ خانہ بدوش عرب قبائل۔

۴۔ عرب کے حضری زندگی رکھنے والے شہر یا شہری مملکتیں مثلاً طائف۔

۵۔ عرب میں بیرونی دخل انداز یعنی ایرانی اور رومی صوبے، محفوظات، نوآبادیاں وغیرہ۔

۶۔ عرب کے ہمسایہ ملک۔

وغیرہ وغیرہ میں سے ہر ایک کے ساتھ آنحضرت صلعم کی "سیاست کاری"[۵۵] خصوصی مسائل سے دوچار ہوا اور ان کو حل کرنے کے لئے وہ ہر جگہ الگ اور بدلی ہوئی رہی ہے۔ سطور ذیل میں آنحضرت صلعم کی شہر مکّہ سے برتاؤ کی سیاست پر بحث کی جائے گی۔

مکّہ کی اہمیّت :

۲۲۳۔ شہر مکّہ کا قدیم جغرافیہ نگاروں کے الفاظ میں "نافِ زمین" پر ہونا، چاہے اسلام کی عالمگیر توسیع میں کتنا ہی ممد و معاون رہا ہو، لیکن یہاں زمانہ ہائے مابعد

---

[۵۵] (Diplomacy) کی اصطلاح خود یورپی زبانوں میں اپنے لغوی معنوں سے بہت دور جا پڑی ہے۔ بعض وقت اس سے مراد سیاست خارجہ ہوتی ہے، اور بعض وقت سفیروں اور وزرائے خارجہ کی کارکردگی مراد ہوتی ہے۔ اسی آخری مفہوم کے لئے "سیاست کاری" کا لفظ برتا گیا ہے۔ جو مکرم ڈاکٹر یوسف حسین خان صاحب کا تجویز کردہ ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ یہ لفظ کام دے سکے، لیکن لفظ قابل اشتقاق ہونے اور مفہوم کو اچھی طرح واضح کر سکنے کی بناء پر کافی کارآمد معلوم ہوتا ہے۔

Marfat.com

سے ہمیں کوئی بحث نہیں، دیکھنا یہ ہے کہ عہدِ نبویؐ میں اس کو کیا اہمیّت حاصل تھی۔ ہمیں ان مشنری پادریوں کا لحاظ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں جو مصلحتاً مکّہ اور مکّے والوں کو کوئی اہمیّت دینا نہیں چاہتے۔ اسی طرح ان رُوحانی عظمتوں یا دیگر لاحاصل قصّوں سے بھی یہاں سروکار نہیں جو کرۂ ارض کے بننے میں مکّے کے حصّے وغیرہ سے متعلق ہیں۔

۲۲۴۔ شہر مکّہ میں جو عرب بستے تھے وہ قریش کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ ان کے تجارتی تعلقات کی اہمیّت کا اندازہ اس واقعے سے ہو سکتا ہے کہ چونکہ اس زمانے میں جزیرہ نمائے عرب میں کوئی مرکزی حکومت نہ تھی اور ہر قبیلہ اپنے رہنے سہنے کے جنگلوں پہاڑوں میں انتہائی خودمختاری برتتا تھا، اور اس کے علاقے سے گزرنے کے لئے زمانہ حال کے پاسپورٹوں سے بھی زیادہ دشواریاں تھیں، اس لئے کاروانوں کے سفر کرنے اور بین الممالک تجارت کے عرب سے گزرنے کے لئے خفاروں اور بدرقوں کا ایک وسیع اور ترقی یافتہ نظام وجود میں آگیا تھا۔ اس نظام نے عرب میں سیاسی تو نہیں لیکن ایک معاشی وفاق ضرور قائم کر دیا تھا۔ اس وفاق میں قریش کے موقف کا اندازہ مشہور مؤرخ محمد بن حبیب (فوت ۲۴۵ھ) کے اس بیان سے ہو سکتا ہے:۔

"ہر تاجر جو یمن یا حجاز سے وہاں (دُومتہ الجندل جو عرب کے شمال میں ہے) جانا چاہتا ہے تو جب تک قبائل مُضر کے علاقے سے گزرنا ہو، قریشی خفارے کے خدمات حاصل کرتا کیونکہ نہ تو کوئی مضری اور نہ مضریوں کا کوئی حلیف قریشی خفارے کو تکلیف دیتا۔ چنانچہ قبائل کلب (بنی الجشم سے حلیفی کے باعث) اور قبائل طے[۱] (بنی اسد سے حلیفی

---

[۱] عربی ادبیات میں قبیلہ طے لٹیروں کی حیثیت سے ضرب المثل ہے۔ یہ عربوں کے "اشہر حرم" تک کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ پروفیسر کرینکو نے لکھا ہے کہ اس قبیلے کے لوگ زیادہ تر عیسائی تھے۔ (باقی صفحہ آگے)

Marfat.com

کے باعث) قریشیوں کو نہیں چھیڑتے تھے۔ قبائل ربیعہ کے پورے علاقے میں تاجر اپنے لئے بنی عمرو بن مرثد کا خفارہ حاصل کرتے تھے..... بحرین کے صدر مقام المشقر کو جانے کے لئے بھی قریشی خفارہ حاصل کیا جاتا تھا..... جنوبی عرب میں مہرہ جانے کیلئے بنی محارب کا خفارہ لیا جاتا تھا..... حضرموت کے سُوق رابیہ جانے کے لئے قریشی کاروان بنی آکل المرار کے خدمات حاصل کرتے تھے..... جس کے باعث آکل المرار جلد اپنے حریفوں پر غالب ہوگیا..... عکاظ عرب کا سب سے بڑا سالانہ میلہ تھا، جس میں تمام عرب کے قبائل سامان لاتے تھے۔ مثلاً قریش، ہوازن، غطفان، عضل، دیش، حیار، مصطلق، احابیش وغیرہ[۱]۔

۳۲۵۔ اس کے سوا زمانۂ جاہلیت میں قریش اپنے حج کے سلسلے میں مکّے کے مضافات میں منا میں جمع ہوتے تھے۔ ۱۳ نبوی میں بیعتِ عقبہ کے سلسلے میں مؤرّخین نے ذکر کیا ہے کہ اہلِ مدینہ سے ملنے سے پہلے آنحضرت صلعم پندرہ قبائل کے پڑاؤں میں تبلیغ کے لئے گئے تھے۔ ان میں سے کندہ عرب کے انتہائی جنوب میں رہتے تھے۔ کلب انتہائی شمال میں دُومۃ الجندل میں بستے تھے۔ بنی حنیفہ بحرین کے پاس انتہائی مشرق میں آباد تھے۔ ان کے علاوہ وہاں یمن کے، مدینے کے، غرض عرب کے ہر حصّے کے لوگ آتے تھے، اور یہ ہر سال ہوتا تھا۔

۳۲۶۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ ۸ھ میں مکّہ فتح ہوا تو ۹ھ تاریخِ اسلام میں "عام الوفود" (سفارتوں کے سال) کے نام سے مشہور ہوا کیونکہ عرب کے ہر حصّے سے مدینے میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) اسی لئے عربی بدویوں کے معتقدات کی وہ پابندی نہ کرنے پر قابلِ ملامت نہیں لیکن لوٹ مار نہ کرنے کی مخالفت اچھی عیسائیت ہے۔

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) [۱] کتاب المحبّر باب اسواق العرب ص ۲۶۳ وما بعد۔

Marfat.com

سفارتیں ٹوٹ پڑیں اور فاتح مکّہ کے مذہب اور فاتح مکّہ کی حکومت کو ماننے کا اعلان کرتی گئیں۔ اور یہ سفارتیں بھی عرب کے ہر حصّے سے آئی تھیں۔

۲۲۷۔ جیسا کہ اوپر عرض ہُوا، سیاستِ نبویؐ کے چند اصول عام اور ہمہ گیر تھے۔ پہلے انھیں کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ مکّے سے مقابلہ کرنے میں بھی اتنے ہی ملحوظ رہے جتنے دیگر سیاسی وحدتوں کے سلسلے میں۔ چنانچہ:-

۱۔ تبلیغ رسالت

۲۲۸۔ سب سے پہلا اصول جو ہر حالت میں پیشِ نظر رہا وہ یہ تھا کہ جس مشن اور مقصد کو لے کر آپ آئے تھے اُس کی اشاعت ہو۔ اس غرض کے لئے ذاتی یا مالی منفعت اور خواہشِ انتقام کو نظر انداز کرنا بھی گوارا کیا جاتا تھا۔ چنانچہ جب آنحضرت صلعم نے شہرِ مکّہ کو بلا شرط اور بزور فتح کرلیا تو یہ بہت آسان تھا کہ اس مالدار شہر کو آپ لوٹ لیتے اور مہاجرین کی مغصوبہ جائدادوں اور دیگر کثیر جسمانی اور مالی نقصانوں کا بدلہ لیتے۔ ابوسفیان گرفتار ہو کر ہاتھ آئے تو کچھ نہیں تو ان سے چند ہزار کا فدیہ ہی طلب کرتے۔ قریش کی پیشکش پر آپؐ نے فرمایا کہ اگر میرے ایک ہاتھ پہ چاند اور دوسرے پر سورج توڑ کر لا رکھو تو بھی تبلیغِ دین سے باز نہیں آسکتا۔

۲۔ اندرونی استحکام

۲۲۹۔ کوئی بڑی سے بڑی سلطنت بھی جو سخت اندرونی خلفشار میں مبتلا ہو، اکثر حقیر اور کمزور دشمنوں تک کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ تاریخ عالم اس کی مثالوں سے بھری ہوئی ہے۔ یہاں اس اصول مسلّمہ کا بیان مقصود نہیں ہے، بلکہ یہ دکھانا ہے کہ ناگزیر باہمی اختلافات کو کس طرح روکا یا دُور کیا جاتا تھا۔ اور کس طرح اختلافات کو مٹانے سے

Marfat.com

اپنی قوت میں اضافہ ہوتا تھا۔

۲۳۰۔ جس وقت آنحضرت صلعم ہجرت کرکے مدینہ آگئے ہیں تو مسلمانانِ مدینہ اَوس اور خزرج کے دو رقیب، اور خون کے پیاسے گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ اَور ابھی بُعاث کی معرکہ آرائی کا خون بھی خشک نہیں ہوا تھا۔ ان دونوں متصادم قوتوں کی سرداری کوئی قابلِ رشک حالت نہیں کہی جاسکتی۔ جس طرح آج اسلامی مبلّغین کو ممالک متحدہ امریکہ میں ایک حل نہ ہونے والی گتھی سے سابقہ ہے کہ وہاں حبشیوں میں تبلیغ کرو تو وہ کہتے ہیں آمنّا۔ لیکن آپ گوروں کی لِنچنگ پر اترانے والی ننگ انسانیّت، قوم کو اسلام کے برکات سے ہرگز متمتع نہ ہونے دیجیے۔ اور گورے نومسلم نہیں چاہتے کہ حبشی بھی مسلمان ہوکر ان سے سماجی مساوات حاصل کرلیں۔

۲۳۱۔ عرب کے خانہ بدوش بدّو آج بھی اپنے حضری اور بستیوں میں رہنے والے بھائیوں کو سخت حقارت سے دیکھتے ہیں۔ عہدِ نبویؐ میں تو حضری آبادی آج سے بھی کم تھی فوجی مہموں میں بدوی رضا کاروں کا ضبط جیسی صبر آزما چیز ہوگی، محتاجِ بیان نہیں۔

۲۳۲۔ سب سے مقدم یہ کہ ہجرت کرکے مدینہ آئے تو وہاں ایک نراج تھا۔ ایک شہری مملکت تک نہیں پائی جاتی تھی۔ چند مدنی عرب قبائل مسلمان ہوگئے تھے، اَور چند میں ابھی تک اسلام پوری طرح نہیں پھیلا تھا۔ ان کے ساتھ ہمسائے میں ہزاروں کی تعداد میں یہودی رہتے تھے جو زراعت، تجارت، صنعت۔ غرض جملہ معاشی زندگی پر حاوی تھے۔ ان میں بھی آپس میں خونریز اور اَنمِٹ رقابتیں تھیں۔ اَور اُن کا اپنا ایک مذہب اور تمدّن تھا، اور ان کے اسلام قبول کرنے کی اتنی بھی توقع نہ تھی جتنی لامذہب بدوؤں کی۔ ان سب کے ساتھ سینکڑوں مہاجرین تھے جو مکّے کے بیسیوں قبائل سے تعلق رکھتے تھے۔ ان تمام عناصر میں ایک وفاقی وحدت پیدا کرنا اور مدینے میں ایک شہری مملکت قائم کرکے اس کا ایک دستور مرتب کرنا اور اس کے ذریعے سے راعی

ورعایا کے حقوق و فرائض کا تعین کرنا اور پھر ان تمام متصادم اور ضائع ہونے والی توانائیوں کو ایک مرکز پر لا کر ان سے مفید کام لینا، یہ ابتداءً سیاست خارجہ ہی کے مسائل تھے، اور طے ہو چکنے کے بعد اندرونی مسائل بن گئے۔

۴۳۲۔ مدینے کی حفاظت کے لئے علاوہ اندرونی استحکام کے لیے اس کی ضرورت تھی کہ آس پاس کے قبائل سے دوستی کی جائے۔ چنانچہ، ہجرت کے چند مہینے بعد ہی آنحضرت صلعم مدینے کے جنوب مغربی اور ساحل سے متصل علاقے کا بار بار دورہ شروع کرتے ہیں۔ اور ینبوع وغیرہ میں رہنے والے قبائل سے حلیفی کرتے ہیں کہ ان پر کوئی حملہ کرے تو مسلمان اُن کو مدد دیں گے۔ اور مسلمانوں پر کوئی حملہ کرے تو یہ مدد کو آئیں گے۔ بعض معاہدات میں آنحضرت صلعم کے دشمنوں سے دوستی نہ رکھنے کی شرط منظور کی گئی تھی بعض میں اتنی پابندی بھی نہ تھی اور قبیلہ غیر جانبدار رہنے پر آمادہ ہوا تھا۔ بعض میں مسلمانوں کی دینی لڑائیوں میں ان قبائل کو مدد دینے کی پابندی سے مستثنیٰ کیا گیا تھا۔ بہر حال مدینے کے چاروں طرف دوستوں میں اضافہ اور مخالفوں میں کمی کی مسلسل کوشش جاری رہی۔ (تفصیلات کیلئے میری "الوثائق السیاسیہ اور فرانسیسی کتاب" اسلامی سیاست خارجہ عہدِ نبویؐ اور خلافتِ راشدہ میں" ملاحظہ ہوں)۔

۴۳۳۔ ایک اور اصول یہ قرار دیا گیا تھا کہ عرب میں جو شخص یا خاندان یا قبیلہ مسلمان ہو، وُہ ہجرت کر کے مدینہ یا مضافات میں آ بسے۔ یہ سیاست فتح مکّہ تک باقی رہی (لا ھجرۃ بعد الفتح مشہور حدیث اسی سیاست کے اختتام کا اعلان تھی) اور بہت کم اس سے استثنار منظور کیا جاتا تھا۔ اس سیاست کا نتیجہ دوگونہ تھا: مسلمان فوج کے لئے محفوظ رضا کاروں میں روز افزوں اضافہ اور ان نومسلموں میں اسلام کی گہرائی۔

Marfat.com

۳۔ انسانی خون کی عزّت

۲۳۵۔ عہدِ نبوی میں دس سال میں دس لاکھ مربع میل سے زیادہ کا علاقہ فتح ہوا جس میں یقیناً کئی ملین آبادی تھی۔ اس طرح روزانہ تقریباً (۲۷۴) مربع میل کے اوسط سے دس سال تک فتوحات کا سلسلہ ہجرت سے وفات تک جاری رہا۔ ان فتوحات میں دشمن کے ماہانہ دو سے بھی کم آدمی قتل ہوئے۔ اسلامی فوج کا نقصان اس سے بھی کم ہے۔ ایک حدیث میں ارشادِ نبوی ہے۔

انا نبی الرحمۃ انا نبی الملحمۃ[1] میں رحمت کا پیغمبر ہوں، میں جنگ کا پیغمبر ہوں۔

اس کا اس سے بہتر ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ دشمن کے ستر آدمیوں کا مارا جانا (جنگ بدر میں) سب سے بڑی تعداد ہے۔ یاد رہے کہ یہ عہدِ نبوی کی سب سے پہلی جنگ تھی۔

۴۔ فنونِ حرب کی ترقی و استفادہ

۲۳۶۔ دشمن کو بے بس کر دینے اور ساتھ ہی خونریزی کو کم ترین حد تک گھٹا دینے کے لئے ایک ہی طریقہ ہو سکتا ہے کہ فنونِ حرب میں اتنا کمال حاصل کیا جائے کہ حریف مقابلہ ہی نہ کر سکے۔ اس غرض کے لئے ہر اچھی چیز چاہے کسی ملک کی ہو، اختیار کی گئی۔

۲۳۷۔ عربوں میں صف بندی کا رواج نہ تھا۔ جوش کا بے وقت اور بے محل استعمال

---

[1] صحیح مسلم وغیرہ۔

Marfat.com

اور اسلحہ کا بیکار خرچ بھی عام چیز تھی۔ جنگ بدر ہی سے آنحضرت صلعم نے اپنے سپاہیوں میں صف بندی شروع کر دی تھی اور معاینے میں جو آگے پیچھے نظر آتا تھا اُسے درست کیا جاتا تھا (حوالہ ابن ہشام) فتح مکہ کے وقت تو صف آرائی ایک مخصوص افسر کے سپرد ہو گئی تھی جو وازِع کہلاتا تھا (حوالہ طبری)۔ ہر فوج کا مہم پر روانگی سے پہلے شہر کے باہر معائنہ (عرض) ہوتا تھا، اور کم عمر رضا کار یا سواری یا اسلحہ نہ رکھنے والے یا اور طور پر نامناسب افراد (مثلاً مشرکین، یہودی وغیرہ) واپس کر دیے جاتے تھے۔ (حوالہ ابن سعد، ابن ہشام، طبری وغیرہ)۔ جنگِ بدر میں صف آرائی کے بعد جو جامع ہدایات دی گئی تھیں، وہ یہ تھیں کہ " جب تک میں حکم نہ دوں۔ کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔ دشمن دُور ہو تو تیر چلا کر بے کار ضائع نہ کرے بلکہ زد پر آئے تو مارے۔ اس سے قریب آئے تو پتھر پھینک کر مارے۔ اس سے بھی قریب آئے تو نیزہ اور پھر تلوار چلائے "۔ وردی کی غیر موجودگی میں اور شبخون کی ضرورتوں کے لئے سپاہیوں کے لئے شعار (واچ ورڈ) مقرر کئے گئے تھے۔ اور ہر دوبدو مقابلے کے وقت سپاہی اُسے دُہراتا اور حریف وہ لفظ نہ دُہراتا تو اطمینان ہو جاتا کہ وہ رفیق نہیں ہے بلکہ دشمن (حوالے ایضاً) خندق کے ذریعے سے محصور شہر کی مدافعت اسی اصول کی ایک دوسری مثال ہے۔ چنانچہ جنگِ خندق میں شہر مدینہ پر دشمن کو حملہ آور ہونے سے اسی کے ذریعے سے روک کر ناکام واپس کیا گیا۔

۲۳۸۔ خیبر کی لڑائی میں منجنیق سے دشمن نے محصور قلعے پر سے پتھر برسائے تھے۔ مسلمانوں نے فوراً اس سے سبق لیا، اور ایک ہی سال بعد آنحضرتؐ نے طائف کے محاصرے میں منجنیق بھی اور مزید برآں دبابے بھی استعمال کئے تھے۔ (دبابے ترقی پا کر زمانۂ حال میں خود بخود حرکت کرنے والی ٹینک کی صورت میں نظر آتے ہیں)۔

۲۳۹۔ دبابہ ایک پہیئے والی گاڑی ہوتی ہے جس کے اوپر بیل کا یا کوئی اور موٹا چمڑا

Marfat.com

منڈھ دیا جاتا تھا تاکہ تیروں سے اندر رہنے والے آدمیوں کو صدمہ نہ پہنچایا جا سکے، فصیلوں کو کھودنے اور مماثل کام کرنے کے لیے اسے کام میں لایا جاتا تھا۔ طائف میں منجنیق کے علاوہ عرّادا بھی برتا گیا تھا جو منجنیق ہی کی طرح پتھر دُور پھینکتا تھا۔

۲۴۰۔ فوجوں کی مشقیں، گھوڑوں، اونٹوں، گدھوں وغیرہ کی دوڑ، تیراندازی کے مقابلے اور فوجی اسپورٹ وغیرہ ایک مستقل مضمون کے محتاج ہیں، نمازوں کے ذریعے سے صف بندی، روزے کے ذریعے سے ہر موسم میں سپاہیوں کو بھوک پیاس کی مشق، حج کے ذریعے سے عرفات وغیرہ کے بے آب و گیاہ علاقوں میں کوچ اور قیام کی عادت وغیرہ ان کے علاوہ ہیں۔ سرکاری اصطبلوں، محچراگاہوں اور اسلحہ خانوں کا قیام بھی اسی سلسلے میں قابل ذکر ہے۔

۵۔ خبر رسانی اور ناکہ بندی

۲۴۱۔ ایک اور چیز جو عام تو تھی لیکن جس کا قریش کے سلسلے میں بہت مکمل مظاہرہ ہوا، وہ یہ ہے کہ دشمن کی ہر نقل و حرکت سے پوری طرح باخبر رہیں اور اپنی نقل و حرکت سے اُسے آخر وقت تک بے خبر رکھیں۔

۲۴۲۔ اس غرض کے لئے مکّے میں بھی آپؐ کے نامہ نگار متعین تھے۔ خندق کے معرکے میں قریش نے مدینے کے شمال کے قبائل غطفان وغیرہ کے دس بارہ ہزار کے جمّ غفیر کے ساتھ حملہ کیا تھا۔ اتنا بڑا لشکر عرب میں غیر معمولی بات تھی۔ اتفاق سے اسی زمانے میں آنحضرتؐ عرب کے شمال میں دُومۃ الجندل کی طرف گئے ہوئے تھے۔ آپؐ کا آدھے راستے سے واپس آجانا اور محاصرہ کنندوں کے پہنچنے سے پہلے دو ہفتے کی مُہلت پاکر خندق کی کھدائی مکمّل کرنا، خبر رسانی کے عمدہ انتظام پر دلالت

کرتا ہے۔ اسی طرح فتح مکہ کی مہم کی تیاری (ایک شخص نے مدینے سے قریش کو لکھ بھیجی تو پیام رساں راستے پر پکڑا گیا۔ ایسی خبروں کو پھیلنے سے روکنے کے لئے ناکوں کی بندش (حبسِ طرق) جتنی مکمل ہو چکی تھی، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ دس ہزار کا لشکر مدینہ سے مکے کی طرف چلتا ہے اور مضافاتِ مکہ میں پڑاؤ ڈالنے سے پہلے دشمن کو خبر نہیں ہوتی۔ اس کا ایک اور طریقہ غلط سمت میں سفر کر کے چکر کھا کر منزلِ مقصود پر پہنچنا بھی ہر وقت زیرِ عمل تھا۔ اور مؤرخین نے صراحت سے لکھا ہے کہ "صرف تبوک کی مہم میں سفر کی درازی اور موسم کی خرابی کے باعث سپاہیوں سے پہلے ہی کہہ دیا گیا تھا کہ کہاں جانا ہے ورنہ ہمیشہ توریہ (دکھاوا) کیا جاتا تھا"

۶۔ معاشی دباؤ!

۳۴۳۔ یہ سب جانتے ہیں کہ قریش نے آنحضرتؐ اور آپ کے متبعین کو کس طرح تکلیفیں دے کر ترکِ وطن پر مجبور کیا تھا۔ اور کس طرح ان مہاجرین کی جائداد منقولہ و غیر منقولہ پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا۔ اسی طرح سب لوگ اس سے بھی واقف ہیں کہ قریش کا روزگار زیادہ تر تجارت سے حاصل ہوتا تھا اور تبادلۂ اشیاء کے ذریعے سے وہ نفع کمایا کرتے تھے۔ اور اس غرض کے لئے سردیوں میں جنوب یعنی شام، فلسطین، مصر، عراق وغیرہ جایا کرتے تھے۔

۳۴۴۔ شمالی راستہ اس علاقے سے گزرتا تھا جو مدینہ اور ینبوع کے مابین ہے! اور یہ

ے ۱ مال آنحضرت کا ہو یا دیگر صحابہ کا۔ دیکھو قرآن مجید ۵۹/۸۔ صحیح بخاری ۳۶/۴ ۳۳۔ انساب الاشراف للبلاذری ۱/۲۶۹۔ مبسوط سرخسی ۱۰/۵۲۔ امتاع الاسماع للمقریزی ۱/۳۸۔ المنمق لابن حبیب ص ۲۸۷ تا ۲۸۸۔ سیرۃ ابن ہشام ص ۳۲۱ تا ۳۲۲، ۳۳۹۔ الروض الانف للسہیلی ۲/۱۴۔

بیان ہو چکا ہے کہ ہجرت کے چند مہینے بعد ہی اس علاقے کے باشندوں سے آنحضرت صلعم نے معاہدے پیدا کرنے شروع کر دیئے تھے اور جب اس کی ایک حد تک تکمیل ہو گئی تو قریشی کارروانوں کا راستہ بند کر دیا گیا۔ اور جب وہ زور دکھا کر گزرنے لگے تو ان کے کاروانوں کو حق غنیم کے تحت لوٹ لیا جانے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قریش نے ساحلی راستہ مجبوراً ترک کر دیا اور صحراریں سے ہو کر عراق جانے لگے۔ لیکن جلدی ہی آنحضرت صلعم کا اثر نجد تک پھیل گیا تو وہ راستہ بھی ہاتھ سے نکل گیا۔ قریش کو بحرین اور یمامہ سے بھی غلہ ملتا تھا۔ ان علاقوں پر اسلامی اثر کے پھیلنے خاص کر ثمامہ بن اثال کے مسلمان ہونے پر غلے کی برآمد مکے کو روک دی گئی تھی۔

(ابن ہشام)

۳۴۵۔ متعدد قیمتی کاروانوں کے لٹنے کے علاوہ ذرائع معیشت کا بند ہو جانا قریش کو مطیع کرنے کا سب سے مقدم اور سب سے موثر ہتھیار ثابت ہوا۔

۷۔ غنیم کے دوستوں کو توڑ لینا

۳۴۶۔ دوسری اہم تدبیر یہ اختیار کی گئی تھی کہ مختلف وسائل سے قریش کے دوستوں کو اس دوستی کے توڑنے اور مسلمانوں سے جوڑنے پر آمادہ کیا جائے۔ یہ طریقہ بہت آہستہ چلا مگر بالآخر بہت کارگر ثابت ہوا۔

۳۴۷۔ بیعتِ عقبہ میں جو مدینے والے مسلمان ہوتے تھے وہ اصل میں قریش سے حلیفی کرتے آئے تھے۔ دستور مملکت مدینہ میں مدینے کے یہودیوں کو اس شرط پر کسی حملہ آور کے خلاف مدد دینا منظور کیا گیا تھا کہ وہ قریش کو نہ تو خود کوئی مدد دیں اور نہ ان کی جان و مال پر مسلمان حملہ کریں تو آڑے آئیں۔ اطراف مدینے کے قبائل سے بھی معاہدات میں اُسے ملحوظ رکھا گیا۔

Marfat.com

۲۴۸۔ کاروانی اسٹیشنوں پر جو لوگ رہتے ہیں، انھیں کاروانوں کے ٹھیرنے کے زمانے میں کھانے پینے کی چیزیں، پانی اور دیگر ضروریات کی فروخت سے روزگار نکلتا ہے۔ آج کل بھی حجاج کا قافلہ اونٹوں پر جائے تو کئی کئی دن پہلے سے منزلوں پر تیاریاں ہونے لگتی ہیں۔ اور دُور دُور سے بدوی تربوز، گھی، بھیڑ، بکری وغیرہ وہاں لے جاتے ہیں۔ قریشی کاروانوں کے رُک جانے سے متعدد قبائل نے روزگار کے لیے آنحضرت صلعم سے مدد طلب کی تھی۔ اور اشجع وغیرہ اسی طرح حلیف بنے تھے۔ (حوالہ ابن سعد)۔

۲۴۹۔ اس سلسلے میں سب سے اہم کارنامہ[1] صلح حدیبیہ ہے۔ ۶ھ میں مدینہ میں مسلمانوں کو دو خطرے تھے، شمال میں خیبر اور جنوب میں مکّہ، دونوں سے ایک ہی وقت میں مقابلہ ممکن نہ تھا۔ دونوں کی بڑھنے والی دوستی کو روکنا اور ہم خیالی کو ہم عملی کی صورت اختیار نہ کرنے دینا بھی ضروری تھا۔ یہ بھی خوف تھا کہ اگر مسلمان خیبر پر حملہ کرنے جائیں تو مدینے کو فوج سے خالی پاکر مکّے والے آکر نہ لوٹ لیں۔ اور مکّے پر حملہ کریں تو یہی خدشہ خیبر[2] سے تھا۔ صلح حدیبیہ میں قریش کو اس بات پر آمادہ کر

---

[1] دیکھئے میرا مقالہ مجلّہ "سیاست" حیدرآباد اپریل ۱۹۴۲ء میں "عہدِ نبویؐ کی سیاست خارجہ کا شہ کار" جو میری کتاب "رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی" میں بھی نقل ہوا ہے۔

[2] یہ گہری سیاسی فراست و ذہانت سے بریز قیاس امام سرخسی کا ہے، جو اُن کی کتاب "شرح السیر الکبیر" (طبع حیدرآباد دکن ۱/۲۰۱) میں ہے۔ ان کے اصل الفاظ یہ ہیں: "لما کان بین اھل مکۃ واھل خیبر من المواخاۃ علی أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا توجہ إلی أحد الفریقین أغار الفریق الآخر علی المدینۃ۔ فوادع اھل مکۃ حتی یامن جانبہ اذا توجہ إلی خیبر"۔ کسی نقشے میں دیکھو تو نظر آئیگا کہ مدینہ بیچ میں ہے۔ اس کے شمال میں خیبر اور جنوب میں مکّہ۔

Marfat.com

دینا کہ وہ مسلمانوں کی جنگوں میں غیر جانبدار رہیں گے۔ (اور اس کے معاوضے میں مسلمان قریش کا تجارتی راستہ کھول دیں گے اور دس سال تک باہم صلح رہے گی) ایک زبردست سیاسی فتح تھی جو مسلمانوں نے حاصل کی۔ کیونکہ قریش کو اس وقت مؤثر مدد دے سکنے والے صرف خیبری ہی رہ گئے تھے۔ ان کو بچھاڑ دینے اور پھر تباہ کر دینے سے قریش کا آئندہ کوئی مددگار نہ رہا۔ مزید برآں قریش یا عربوں کے کاروبار اور تجارت کی ترقی سے یہودیوں کی روز افزوں معاشی اجارہ داری کی روک تھام بھی ہو جاتی تھی۔

۸۔ دشمنوں سے گھیرنا

۳۵۰۔ مذکورۂ بالا اصول کا ناگزیر نتیجہ یہ تھا کہ رفتہ رفتہ قریش کے اطراف چاروں طرف مسلمان یا مسلمانوں کے حلیف ممالک اور قبائل جمع ہو جائیں۔ قبائل اسلم وخزاعہ اس کی بہت نمایاں مثال ہیں، جو مکّے کے اطراف رہتے تھے۔

۳۵۱۔ آنحضرتؐ کا ابتدا سے یہ اصول تھا کہ بات کا پاس رہے اور حلیفوں کی مدد سے کبھی غفلت نہ کی جائے۔ اس کے ساتھ اسلامی فوجوں کی جنگی برتری، فتوحات کی دھاک، معاشی وسائل پر زبردست اقتدار، ان تمام امور نے چوطرف کے چھوٹے چھوٹے قبائل کو آنحضرتؐ کا مطیع کر دیا تھا، اور دشمن کو اسی کے دشمنوں سے گھیر لیا جانے لگا تھا۔

۹۔ دِعایہ کاری

۳۵۲۔ دشمنوں میں پھوٹ ڈالنا بھی ایک مفید اصول کے طور پر اکثر عہدِ نبویؐ میں برتا گیا تھا۔ جنگِ خندق اس سلسلے میں کئی نظیریں پیش کرتی ہے۔ محاصرہ کرنے والے متحدین میں سے قبیلۂ غطفان کو اس پر آمادہ کر لیا گیا تھا کہ وہ بعض شرائط

پر محاصرہ اٹھا کر اور قریش کا ساتھ چھوڑ کر چلے جائیں۔ مگر ان شرائط پر خود مسلمان افسر آمادہ نہ ہوئے۔ گو آنحضرتؐ اُن پر راضی تھے۔

۲۵۳- دوسری نظیر اسی جنگِ خندق میں قریش اور مدینے کے یہودیوں میں پھوٹ ڈلوانا تھا۔ اس میں جتنی زبردست کامیابی ہوئی اس سے سب واقف ہیں کہ قریش نے بیزار ہو کر محاصرہ اُٹھا دیا، اور بے نیل مرام واپس چلے گئے (گو یہ بھی صحیح ہے کہ ذیقعدہ کا حرام مہینہ شروع ہو رہا تھا جس میں قریش جنگ جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اور یہ بھی ممکن یا مناسب نہ تھا کہ حج کے زمانے میں مکے سے باہر رہ کر کمائی سے اپنے ہاتھوں محروم رہیں) بہر حال قریش اور یہودیوں میں غلط فہمی پیدا کرانے میں جنابِ رسالتؐ کا جملہ[۵۱] "لعلنا أمرناهم" بھی مؤثر رہا تھا۔ مشہور حدیث الحرب خدعة کا بھی یہاں ذکر کیا جا سکتا ہے۔

۱۰۔ دشمن کے ایک طبقے کو موہ لینا!

۲۵۴- یہ اصول بھی بہت مفید ثابت ہوتا ہے۔ اوپر بیان ہوا کہ قریش کے غلّے کی منڈی جو یمامہ میں تھی بند کرا دی گئی تھی۔ مؤرخ بیان کرتے ہیں کہ اس سے مکے میں قحط نمودار ہو گیا۔ اس سال عرب میں بارش نہ ہونے سے عام کال بھی تھا۔ اس دباؤ کی قوّت کا جب قریش کو اندازہ ہو گیا تو پھر یہ بندش اٹھائی گئی، اور وہ بہت ممنون ہوئے

(ابن ہشام ص۹۹۷ تا ص۹۹۸)

۲۵۵- یہی نہیں بلکہ اسی زمانے میں قحط کی انتہائی شدّت کے زمانے میں پانچ سو اشرفی کی خطیر رقم مکے کے سردار ابو سفیان کو بھیجی گئی کہ مکے کے فقراء میں تقسیم کر دے۔

---

[۵۱] اصابہ ابن حجر ص۳۰۴، مسعود نام۔

Marfat.com

(سرخسی کی بسوط ۱/۹۱-۹۲، اسی مؤلف کی شرح السیر الکبیر ۱/۶۹، تاریخ یعقوبی ۲/۵ انساب الاشراف للبلاذری (مخطوطۂ استانبول ۲/۱۵) نیز دیکھیے ف ۳۶۹۔
ان کارروائیوں سے مکے میں بیسیوں ہی خواہ پیدا ہو گئے۔ اور اسی طرح کی سیاست سے مختلف مواقع پر اور مختلف ممالک میں مسلمانوں نے فائدہ اٹھایا۔

۱۱۔ دشمن میں پھوٹ ڈلوانا

۳۵۶۔ ابن قتیبہ کے استاد، محمد بن حبیب (ف ۲۴۵) نے اپنی کتاب المنمق (مطبوعۂ دائرۃ المعارف جامعہ عثمانیہ ص ۲۳۷ ومابعد) میں اس قسم کا ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے کہ جب ابو اُزیہر کو کسی خانگی دشمنی سے ایک شخص نے مار ڈالا تو جناب رسالت مآبؐ کے اشارے سے حضرت حسان بن ثابتؓ نے آتشیں اشعار کہنے شروع کیے۔ اس سے قریب تھا کہ مکے کے قریش میں خانہ جنگی شروع ہو جاتی لیکن عین دمِ آخر ابو سفیان نے دخل دہی کی۔ اور بڑے تدبر سے صورت حال کو یہ کہہ کر سنبھال لیا کہ دشمن (یعنی آنحضرتؐ) چوکس ہے، ایسے وقت خانہ جنگی کہاں کی عقلمندی ہے۔

۳۵۷۔ اصول کا استنباط ہی ہمیں مقصود ہے۔ انفرادی موقع پر کامیابی یا ناکامی سے یہاں غرض نہیں۔

۱۲۔ معزز دشمنوں کا اسلام میں بھی اعزاز

۳۵۸۔ اس مختصر تبصرے کے آخر میں اس اصول کا ذکر کیا جا سکتا ہے جو حدیث میں ہے کہ

خیارکم فی الجاهلية خیارکم فی الاسلام (غیر مسلم معزز اسلام لانے پر بھی معزز

Marfat.com

اذا فقھوا۔ رہیں گے اگر وہ اسلامی قوانین سے بھی

واقف ہو جائیں۔

یہی وجہ تھی کہ عمرو بن العاص رض کے اسلام لانے پر انھیں سابقین اولین کا سردار بنا کر فوجی مہموں میں بھیجا گیا۔ ابوسفیان نے اسلام قبول کیا تو نہ صرف انھیں انعام و اکرام دیا گیا بلکہ اُن کا گھر امن گاہ قرار دیا گیا۔ انھیں لشکروں کی سرداری اور صوبوں کی گورنری بھی فوراً دی جانے لگی۔ خالد بن الولید کو (باوجود اُحد میں مسلمانوں کی شکست کا واحد سبب ہونے کے) اسلام لاتے ہی سیف اللہ کے قابلِ رشک خطاب سے سرفراز کیا گیا۔

۲۵۹۔ یہ ظاہر ہے کہ ان موقتی سیاسی اصول کے ساتھ کچھ بنیادی اور دوامی اصول بھی تھے۔ مثلاً اپنے ہوں کہ غیر، سب کے ساتھ ہمیشہ بے لاگ انصاف کرنا، عدل میں احسان ملا کر سختی اور نرمی دونوں کا برموقع اور بروقت استعمال کرنا، نسلی اور دیگر امتیازات کو برخاست کر کے "اکرمکم عند اللہ اتقاکم" کو اساس الاساس بنانا وغیرہ۔

اگر سیرت النبیؐ کا اِن امور کی تلاش کے لئے مطالعہ کیا جائے تو نہ صرف مذکورۂ بالا اصولوں کی مزید نظیریں ملیں گی۔ بلکہ اور نئے سیاست کاری کے اصول بھی نظر آسکتے ہیں۔ یقین ہے کہ اہلِ علم ان سے مستفید ہو کر اوروں کو محروم نہیں رکھیں گے۔

(رسالۂ سیاست حیدرآباد دکن)

جنوری ۱۹۴۷ء

Marfat.com

تالیفِ قلبی

(عہد نبویؐ کی سیاست خارجہ کا ایک اہم اصول)

۳۶۰۔ پہلی اسلامی مملکت عہدِ نبویؐ میں قائم ہوئی۔ اس کی خارجہ سیاست کے بہت سے اصول تھے۔ ان پر الگ الگ بحث کیے بغیر نہ ان کی اہمیت سمجھ میں آسکتی ہے اور نہ ان کا صحیح مفہوم۔ یہاں صرف ایک چیز پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے، وہ غیر ممالک کے باشندوں کا دل موہ لینا ہے۔

۳۶۱۔ سوال کرنے والا پوچھ سکتا ہے کہ اس کا کیا ثبوت کہ مملکتِ اسلامیہ کی خارجہ سیاست میں یہ اصول عہدِ نبویؐ میں ملحوظ رہا؟ مگر نظری احکام اور عملی نظائر کی روشنی میں اس استنباط کے سوا چارہ نہیں رہتا۔

۳۶۲۔ اولاً قرآن مجید میں سرکاری موازنے کے لئے خرچ کے جو مدّات مقرر کیے گئے ہیں، ان میں عام محتاجوں، مسکینوں وغیرہ کے ساتھ ایک اہم مد "المؤلفة قلوبهم" کی دی گئی ہے کہ دلوں کے موہ لینے کے لئے خرچ کیا جانا چاہیئے۔

۳۶۳۔ جو چیز قرآن مجید میں موجود ہو اور جناب رسالت مآبؐ کا زندگی بھر اس پر عمل رہا ہو، اور اس کی منسوخی کے امکان کا اشارةً، کنایةً تک کسی حدیثِ نبویؐ میں ذکر نہ ہو تو محض بعض متاخر فقہاء کا بیان کہ یہ منسوخ شدہ حکم ہے، کسی راسخ العقیدہ مقلد کے لئے قابل قبول نہیں رہتا۔ ان فقہاء کو حضرت عمر فاروقؓ کے شاید ایک جملے سے دھوکا ہوا۔ سیاق و سباق سے بچھڑا ہوا بیان ایک خالص سیاسی معاملے

Marfat.com

کے متعلق بعض غیر سیاستداں (مگر نیک طینت و نیک نیت) فقہاء کی سمجھ میں نہ آیا ہو تو اس سے رسول اللہ ﷺ کے جاری و باقی رکھے ہوئے "حکم قرآنی کو منسوخ کرنے کی ذمہ داری لینی کم از کم مجھے تو پسند نہیں۔ اصل میں حضرت عمرؓ کی طرف یہ بیان منسوب ہے کہ اب اسلام نے خدا کو عزت دی ہے"، اس لئے کسی کو اسلام لانے کی ترغیب دینے کیلئے رقم خرچ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر یہ روایت صحیح بھی ہے تو کیا اذا فات الشرط فات المشروط کی بناء پر یہ" اگر یہ نہیں کہ دیگر زمانوں میں اور دیگر ممالک کی حد تک جہاں شوکت فاروقی کارفرما نہ ہو، یہ حکم پھر بحال ہو جائے! یوں بھی دل موہ لینے یا تالیف قلبی کی صرف یہی ایک شکل نہیں ہے کہ اسلام قبول کرنے کی ترغیب دینے کے لئے کسی کو انعام و اکرام دیا جائے [1]

۴۳۶۔ پانچویں صدی ہجری کے وسط میں وفات پانے والے مشہور حنبلی امام

---

[1] ایک روایت ملتی ہے جس کا غالباً ابن القیمؒ نے بھی ذکر کیا ہے کہ مملکہ بالیہ کے ایک غیر مسلم افسر نے مدینہ منورہ میں اسلام قبول کیا۔ اور بعض صحابہؓ نے خلیفہ حضرت عمرؓ سے اسے کچھ انعام دینے کی سفارش کی تو انھوں نے مذکورہ جملہ کہا تھا: "میں سمجھتا ہوں کہ اس سے مراد وہ یونانی شخص تھا جسے حضرت عمرؓ نے شام کے والی (گورنر) کو لکھ کر مدینہ بلایا تھا" (انساب الاشراف للبلاذری، مخطوطہ رئیس الکتاب استانبول ۲/۲۸۵: "ابعث الینا برومی یقیم لنا حساب فرائضنا" یعنی ہمارے پاس ایک رومی کو بھیج جو ہمارے مالی فرائض یعنی خراج ٹیکس وغیرہ کے حساب کی نظامت کر سکے"۔ حضرت عمرؓ کی فراست مشہور ہے۔ غالباً انھیں شبہ تھا کہ یہ شخص شاید انعام و اکرام کے لالچ میں مسلمان ہوا ہے، اس کی تعلیم و تربیت مقصود تھی۔ حضرت عمرؓ کی سیاست میں مجھے بارہا ایک اصول ملا ہے کہ عدل تو فوراً کریں، لیکن احسان کسی سفارش پر نہیں، بلکہ خواہشمند کو اس سے مایوسی پر۔ شاید یہاں بھی یہی اصول ملحوظ رہا ہو۔

Marfat.com

ابو یعلیٰ الفرّار نے اپنی کتاب الاحکام السّلطانیہ (ص۱۱۶ طبع مصر، میں) آیت" المؤلّفۃ قلوبھم" کی بڑی گہری اور دُور رس تشریح کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:۔

واما المؤلّفۃ قلوبھم وھم أربعۃ أصناف:	رہے مؤلفۃ القلوب، سوان کی چار قسمیں ہیں:۔
۱۔ صنف تتألف قلوبھم لمعونۃ المسلمین۔	ایک قسم ان لوگوں کی ہے جن کے دِل مسلمانوں کو مدد دینے کے لئے موہ لئے جاتے ہیں۔
۲۔ وصنف تتألف للکفّ عن المسلمین۔	ایک قسم ان کی ہے جن کی تالیفِ قلبی اس لئے کرنی ہے کہ وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے سے باز رہیں۔
۳۔ وصنف تتألف لیرغبھم فی الاسلام۔	ایک قسم ان لوگوں کی ہے جن کو اسلام قبول کرنے کے لئے ترغیب دی جاتی ہو۔
۴۔ وصنف یتألفھم ترغیبًا لقومھم وعشائرھم فی الاسلام۔	اور ایک قسم ان لوگوں کی ہے جن کی تالیف قلبی سے ان کی قوم اور خاندان والوں کو اسلام لانے کی ترغیب ہوتی ہو۔
فیجوز أن یعطی کل واحد من ھٰذہ الاصناف من سھم المؤلفۃ، مسلمًا کان أو مشرکًا۔	چنانچہ یہ چیز جائز ہے کہ ان اقسام میں سے ہر ایک کو مؤلفۃ القلوب کی مد سے حصّہ دیا جائے، چاہے وہ مسلمان ہو یا مُشرک۔

۳۶۵۔ ابنِ رشد نے اپنی مستند تالیف بدایۃ المجتھد (کی کتاب الزکاۃ، جملہ خامسہ، فصلِ اوّل، مسئلہ دوم) میں بیان کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی

Marfat.com

بھی اسی کے قائل تھے کہ یہ قرآنی حکم منسوخ نہیں ہوا بلکہ اب تک باقی ہے، اور امام وقت اس سے مصالح اسلامی کا کام لے سکتا ہے۔

۳۶۶- اہل سنت کے تین بڑے مذاہب کے مستند نمائندوں کی رائے معلوم کرنے کے بعد یہ عقلی دلیل اضافہ کی جاسکتی ہے کہ ہر زمانے میں اور ہر ملک میں متمدن سلطنتوں کو اس کی ضرورت رہتی ہے کہ :-

۱- دشمن کو دوست اور مددگار بنانے کے لئے۔

۲- یا کم از کم غیر جانبدار ہو جانے کے لئے۔

۳- اور دوستوں کو انعام دے کر مزید اور عظیم تر کارگزاریوں پر آمادہ کرنے کے لئے۔

۴- نیز دیگر دوستوں کو ترغیب و تشویق دلانے کے لئے۔

۵- یا ڈھلمل لوگوں کو تائید میں مستحکم کرنے کے لئے۔

۶- یا مماثل مصالح کے لئے۔

اس کی ضرورت رہتی آئی ہے کہ "سیکرٹ سروس" سے کام لیں۔ اس اجمال کی بیسیوں تفصیلیں ہو سکتی ہیں۔

۳۶۷- اب ہم سیرۃ النبیؐ کے حصہ نظائر پر نظر ڈالیں گے۔

۳۶۸- ابھی مکہ فتح نہیں ہوا تھا کہ ایک مرتبہ وہاں سخت قحط پڑا۔ آنحضرتؐ نے بروایت فقیہ کبیر، سرخسی (مبسوط ۱۰/۹۱، ۹۲ وغیرہ) ابو سفیان کے پاس پانچ سو اشرفیوں کی خطیر رقم بھیجی کہ مکے کے غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کرے۔ اس پر ابو سفیان نے بے بسی کے عالم میں جھنجھلا کر کہا کہ: "محمدؐ چاہتا ہے کہ اب مکے کے غرباء اور نوجوانوں کو ورغلا کر بھڑکائے اور ہمارے خلاف کھڑا کر دے"۔ اوپر ف ۳۰۵۔

۳۷۰- ابھی صلح حدیبیہ نہیں ہوئی ہے اور مسلمانوں کے معاشی دباؤ کے باعث قریش کی

تجارت بند ہوکر روزگار پر آفت لا چکی ہے۔ ابوسفیان کا روزگار بھی تجارت ہی سے تھا۔ آنحضرت اُسے مدینے کی اچھّے کھجوروں کی ایک بڑی مقدار بھیجتے ہیں اور معاوضے میں طائف کا چمڑا طلب فرماتے ہیں، جس کا اسٹاک شامی راستے کی بندش کی وجہ سے ابوسفیان کے پاس پڑا پڑا خراب ہو رہا ہوگا۔ (ابو عبیدہ، کتاب الاموال، ف ۶۳۱)۔

۴۷۰۔ ابوسفیان کی لڑکی بی بی امِّ حبیبہؓ سے آنحضرتؐ نکاح فرما لیتے ہیں۔

۴۷۱۔ کیا ان تمام خاموش دلدہیوں کا مجموعی اثر بالآخر کچھ بھی نہ ہوا ہوگا؟!

۴۷۲۔ مکّے میں مذکورہ بالا قحط کا زمانہ ہے۔ وہاں غلّے کی درآمد مشرقی عرب خاص کر یمامہ سے ہوا کرتی تھی، یمامہ کے ایک سردار ثمامہ بن اثال نے اسلام قبول کر لیا۔ اور آنحضرتؐ کی اجازت سے یہ حکم دیا کہ اس کے علاقے سے اب غلّہ مکّے کو برآمد نہ کیا جائے۔ مکّے والے پیٹ سے مجبور ہو گئے اور جناب رسالت مآبؐ کو اپنی رشتہ داری اور صلۂ رحمی کا واسطہ دے کر خط لکھا کہ یمامہ سے غلّے کی مکّے کو برآمد

ف۵ یہ لکھ کر عرصہ ہوا۔ اب اُس کی طباعت ثانی کے وقت ایک بڑے پرانے مؤلف کے ہاں اس کی تائید نظر سے گزری۔ محمد بن حبیب کی کتاب المحبر ص۸۸ تا ص۸۹ میں بی بی ام حبیبہ بنت ابی سفیان کے متعلق لکھا ہے:۔

"چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیۃ الضمری کو حبشہ بھیجا۔ اور انھوں نے بی بی ام حبیبہؓ کا (وہاں) رسول اللہؐ سے غائبانہ نکاح کروایا۔ یہ فتح مکہ کے زمانے کا واقعہ ہے اسی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی کہ "عسى الله ان يجعل بينكم وبين الذين عاديتم منهم مودة) یعنی ممکن ہے کہ (اس سے) خدا تم میں اور تمھارے ساتھ عداوت رکھنے والوں میں دوستی پیدا کردے" چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بی بی ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ سے نکاح کرنا ہی دوستی تھا۔ اور اسی باعث ابوسفیان رسول اللہ صلعم کے متعلق نرم پڑگیا۔ اور یہی دوستی تھی جسکا آیۃ میں اشارہ ہے"۔

Marfat.com

کی ممانعت منسوخ کر دی جائے۔ آنحضرتؐ نے ایسا ہی کیا۔ کیا یہ سب ہی اہلِ مکہ پر بے اثر رہا ہوگا؟

۳۷۳۔ یہ غیر مسلموں کو اسلام کے حق میں متاثر کرنا تھا۔ اس کے علاوہ نو مسلموں کو بھی بڑے بڑے انعام واکرام دیئے جاتے، ان کے اعزاز ملحوظ رکھے جاتے، اور ہر طرح ان کو محسوس کرایا جاتا کہ صرف روحانی اور اُخروی ہی نہیں، دنیاوی اور مادّی حیثیّت سے بھی ان کا جدید مذہب ان کے لئے سراسر مفید ہے۔ علاوہ اور مواقع کے فتح مکّہ کے بعد ابو سفیانؓ وغیرہ نو مسلموں کو سینکڑوں اُونٹ فی کس بطور انعام دیئے گئے۔ بخاری شریف میں ہے:۔

خیارکم فی الجاهلیة	جو زمانہ رجاہلیت میں معزز تھے، وہ اسلام
خیارکم فی الاسلام اذا	میں بھی ویسے ہی معزز رہیں گے جب وہ
فقهوا۔	اپنے دین سے واقفیت (میں کمال)
	پیدا کرلیں۔

اور یہ حدیث بھی کہ زمانہ رکفر کی بھی نیکیاں اسلام لانے کے بعد نامۂ اعمال کی نیکیوں میں شامل اور اضافہ کرلی جاتی ہیں۔

۳۷۴۔ حاتم طائی کا بیٹا مدینہ آیا تو آنحضرتؐ نے اس کے لئے مسند بچھائی۔ ایسی بیسیوں مثالیں ملیں گی۔

۳۷۵۔ سفیروں کو انعام واکرام دینے میں جناب رسالتؐ کو یہاں تک اہتمام تھا کہ مرض الموت کی وصیّتوں میں سے ایک اسی کے متعلق تھی کہ آپؐ کا طرزِ عمل مسلمان آئندہ بھی جاری رکھیں۔

۳۷۶۔ یہ ظاہر ہے کہ چادر دیکھ کر پاؤں پھیلائے جا سکتے ہیں۔ کبھی انعام فوراً دے دیا جا سکتا تو کبھی وعدے ہی پر اکتفا کرنی ہوتی۔ مثلاً ابو ثعلبہ خشنی نے آنحضرتؐ

Marfat.com

سے درخواست کی کہ اگر رومی (بیزنطینی) علاقہ فتح ہو تو مجھے فلاں علاقہ جاگیر میں دیا جائے۔ آنحضرتؐ نے اُسے منظور فرمایا۔ (کتاب الاموال لابی عبید ص۲۷۹)
اسی طرح ایک شیبانی شخص نے آکر اسلام قبول کیا اور کہا: "یا رسول اللہؐ! اگر شہر حیرہ فتح ہو تو مجھے وہاں کے امیر بقیلہ کی بیٹی مالِ غنیمت سے بطور انعام عطا فرمایئے۔" آنحضرتؐ کے وعدے کی خلافتِ راشدہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے تعمیل کی عزت حاصل کی۔ (ایضاً ص۲۸۵) ایسا ہی ایک معاملہ تمیم داریؓ کا ہے۔ کہتے ہیں ہجرتِ نبویؐ سے بھی قبل یہ آکر مسلمان ہوئے۔ اور وعدہ لیا کہ اگر فلسطین فتح ہو تو حبرون، عینون اور بیت ابراہیم نامی گاؤں ان کو جاگیر میں دیئے جائیں۔ بہ ترک تفصیل، مختصر یہ کہ اس کی تعمیل کا موقع خلافت فاروقی میں مل سکا۔ (الوثائق السیاسیۃ دستاویزات متعلقہ نیز مقریزی کی الضوء الساری لمعرفۃ خبر تمیم الداری، مخطوطہ پاریس و لائڈن)۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو بھی شام کی فتح پر سلیل نامی اراضی کے دینے کا ارادہ فرمایا تھا۔ (ابن سعد ۳/۱ ص۸۹)۔

۲۷۷۔ تالیفِ قلبی کے ایک اور پہلو سے بحث کر کے آج کی صحبت ختم کی جاتی ہے۔ شہر طائف کا وفد مدینہ آتا ہے، اور مسلمان ہونے پر آمادہ ہے۔ شرط یہ پیش کرتا ہے کہ انھیں نماز سے مستثنیٰ کیا جائے۔ اُن کے لئے زنا حرام نہ رہے، ان کے شہر کو بھی مکے کی طرح ایک حرم قرار دیا جائے، جہاں کے درخت کاٹنا اور جانوروں کا شکار کرنا ممنوع ہو۔ آنحضرتؐ نے جو عام جبری فوجی خدمت نافذ فرمائی تھی، اور جہاد کو فرض قرار دیا تھا اس سے ان کو مستثنیٰ کیا جائے، اور زکات سے بھی یہ بری رہیں۔ آنحضرتؐ نے نماز اور زنا کی شرطوں کو رد فرما دیا۔ اور آخری تین شرطیں منظور کر لیں۔ اور یہ رعایت بھی کہ طائف کا بت خانہ توڑنے کے لئے اہلِ طائف کو مجبور نہ کیا جائے بلکہ مدینے سے سرکاری افسر جاکر اُسے منہدم کرائیں ——— (اور جب وفد چلا گیا تو حیرت زدہ صحابہؓ

سے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جہاد اور زکات کی فرضیت منسوخ نہیں ہوئی ہے۔ یہ رعایت اِن کو دی گئی ہے، لیکن جب اسلام ان کے دل میں گھر کرے گا تو وہ خود بخود جہاد بھی کریں گے اور زکات بھی دیں گے۔ اور ہوا بھی بعد کو یہی) ــــ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ تالیف قلبی کس حد تک کی جا سکتی ہے۔ اور کن باتوں میں اسے مادی فائدوں کے باوجود روا نہیں رکھا جا سکتا۔

۳۷۸۔ غرض "والمؤلفة قلوبھم" اور "الأنفال للہ والرسول" کے ذریعے سے قرآن مجید نے عملی سیاسیات کی جو نہایت اہم اور دُور رس تعلیم دی، اور حکمران کو صوابدید کا جو وسیع حق دیا، اس کی عہدِ نبوی کی نظیروں سے کافی تشریح اور توضیح ہوتی ہے۔ زندہ قوموں میں اجتماعی مفاد کے لئے تالیف قلبی کے لئے خصوصی وزارت قائم ہوتی ہے تو مردہ قوموں میں رشتہ داری اور انفرادی مفاد کے لئے مملکت کا نقصان روا رکھا جاتا ہے۔ ایک جیتتا اور نفع حاصل کرتا ہے اور دُوسرا کھوتا اور نقصان اٹھاتا ہے۔ وما توفیقنا إلا باللہ۔

(رسالہ نظامیہ حیدر آباد دکن ربیع الانور ۱۳۵۷ھ)

Marfat.com

ہجرت!

(نو آباد کاری)

۲۷۹۔ جلا وطنی، توطن، تبادلۂ آبادی اور مماثل مفہوم رکھنے والی اصطلاحیں آج کل نہ صرف بین الاقوام اور بین الممالک سیاست میں روز افزوں اہمیت اختیار کرتی جا رہی ہیں بلکہ ایک جماعت کے سیاسی خیالات کے باعث یہ مسئلہ اب خود ہمارے گھروں میں منڈلانے لگا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں بنی اسرائیل نے اجتماعی طور سے مصر سے ترکِ وطن اور بعد میں فلسطین والوں کو نکال کر اُن کے مُلک میں خود توطن اختیار کیا تھا۔ پھر بخت نصّر کے زمانے میں انھیں فلسطین کے اس نئے وطن سے دیس نکالا ملا تو اس کی صدا ہائے بازگشت مختلف زمانوں میں یا مختلف ممالک میں آتی رہیں۔ اس تاریخ کا جدید ترین اعادہ یہودیوں کے فلسطین میں قومی وطن بنانے اور نازسی NAZI جرمنی سے اُن کے نکالے جانے کی صورت میں ہویدا ہوا ہے۔

۲۸۰۔ یہودیوں سے قطع نظر حالیہ سالوں میں ترکوں نے پچاس لاکھ سے زائد انسانوں کا ہمسایہ ممالک سے تبادلہ کیا ہے۔ جنوبی تیرول سے کئی لاکھ جرمن درہ بریز BRENNER کے اس پار چلے جانے پر حال میں اٹلی کی طرف سے مجبور کئے گئے۔ جن کی جائداد غیر منقولہ کی قیمت کا اندازہ پانچ تا بارہ ارب لیرا کیا گیا۔ اور ساڑھے سات ارب پر تو سب متفق ہیں۔ ۲۰۔ نومبر ۱۹۳۹ء کے لندن ٹائمز

کے مطابق پولینڈ میں لُبلن کے اطراف جرمنی، آسٹریا، چیکوسلواکیہ اور پولینڈ کے کوئی ڈیڑھ کروڑ یہودی یکجا کیئے جا رہے ہیں۔ اسی طرح بالٹک ممالک سے کئی لاکھ جرمن مشرقی جرمنی میں منتقل کیئے گئے ہیں۔ ۱۴ فروری ۱۹۴۰ء کے لندن ٹائمز کے مطابق بارہ دن میں چھ لاکھ روسیوں کو جرمن مفتوحہ علاقے سے روس منتقل کرنے کے انتظامات کیئے گئے ہیں۔ فرانسیسی مستشرق خاص کر حالیہ زمانوں میں قدیم عرب نوآبادکاری کا مطالعہ کرنے لگے ہیں۔ کیونکہ عربوں سے بڑھ کر کوئی نوآبادکار قوم نہیں گزری ہے جس نے جذب اور قلب ماہیت کے شام، مصر، عراق، شمالی افریقہ وغیرہ میں عجیب اور حیرت انگیز واقعات ثبتِ تاریخ کیئے ہیں۔ عربوں کی کارروائی جو زیادہ تر حضرت عمرؓ کے زمانے میں عمل میں آئی۔ دراصل عہدِ نبویؐ ہی کی تعلیم اور عمل پر مبنی ہے۔ تاریخ کے اس اہم گوشے پر بہت کم کبھی کسی نے لکھنے کی کوشش کی ہے۔ کم از کم میرے مطالعے میں کسی زبان میں ایسی کوئی چیز پڑھنے میں نہیں آئی[1]۔ پانچ چھ سال سے میں اس موضوع پر مواد جمع کرتا رہا ہوں۔ اب اس جمع شدہ مواد سے ایک سرسری خاکہ کھینچ کر اہلِ علم کی خدمت میں بغرض تنقید و اصلاح اور بغرض توسیع و امداد پیش کرنے کی جراءت کرتا ہوں۔

لغتی تحقیق:-

۱تا۳۔ لفظ "ہجرت" سامی زبانوں میں ایک دلچسپ تاریخ رکھتا ہے۔ یہ لفظ "ہجر" سے ماخوذ ہے جس کے معنے حبشی اور بعض دیگر سامی زبانوں بلکہ خود قدیم عربی میں "شہر" کے ہیں۔ چنانچہ لغت تاج العروس (مادہ ھ۔ج۔ر) میں لکھا ہے کہ "ہجر"

---

[1] اس مضمون کے مطبع کو جانے کے بعد لیکن شائع ہونے سے کوئی تین ماہ پہلے عبدالقدوس ہاشمی صاحب نے روزنامہ رہبر دکن میں البتہ ایک مختصر عام پسند مضمون لکھا ہے۔

Marfat.com

خمیری (یمنی) زبان میں "شہر" کے معنے رکھتا ہے ("ھجر بلغۃ حِمیر: القریۃ") اور مشہور بیس جلدوں والی بڑی عربی لغت "لسان العرب" میں ایک قدیم لغت نویس الازہری کے حوالے سے لکھا ہے:۔

قال الازھری:۔ واصل	الازہری کا بیان ہے کہ عربوں کے نزدیک
"الھجرۃ" عند العرب خروج	اصل میں "ہجرت" کے معنے یہ ہیں کہ کوئی
البدوی من بادیتہ الی المدن	خانہ بدوش صحرانشین (بدوی) اپنے صحرا
یقال "ھاجر الرجل" اذا	کو چھوڑ کر کسی شہر میں جا بسے۔
فعل ذٰلک۔	

(لسان العرب تحت کلمہ "ھجر" نیز دیکھو تحت کلمہ "عرب")

۳۸۲۔ ظاہر ہے کہ جب "ہجر" کے معنے شہر کے ہیں تو ہجرت کے معنے ابتداءً صرف یہی ہو سکتے تھے کہ کسی بستی، کسی شہر میں جا کر آباد ہو جانا اور خانہ بدوشی کی جگہ حضری زندگی اختیار کر لینا۔ اس سلسلے میں یہ بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ عرب میں خود "ہجر" نام کا ایک بڑا مشہور شہر گزرا ہے۔ یہ سلطنت بحرین کا پایہ تخت تھا۔ اور حالیہ صوبہ "الحسا" میں (جو عرب میں خلیج فارس پر واقع ہے) آباد ہوا تھا۔ کسی شہر کو "شہر" کا نام دینا سچ پوچھیے تو نیا نہیں بلکہ قدیم سے ہر قوم اپنے پایہ تخت کو "شہر" ہی کہتی رہی ہے۔ "مدینہ" کے معنے بھی شہر کے ہیں۔ مکّے کا قدیم نام "بکّہ" بھی یہی معنے رکھتا ہے۔ چنانچہ بُت بعل کا شہر بعلبک کہلاتا ہے۔ قرآن میں مکّے کو اُمّ القریٰ (شہروں کی ماں) اور "ھٰذا البلد الامین" کا بھی نام دیا گیا ہے۔ اور "بلد" کے معنے بھی شہر کے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں ان کے ملک کے صدر مقام کا نام "اُور" تھا۔ اور "اُور" کے معنی بھی شہر کے ہیں۔ اور کسی نہ کسی طرح ہندوستان بھی یہ لفظ پہنچ کر زیادہ تر دکّن میں بنگلور، میسور، ناگور، متوّر وغیرہ ناموں میں بطور لاحقہ

Marfat.com

موجود ہے۔ رُومی بھی اپنے شہر "روم" کو عام طور سے اُربس کہتے تھے۔ اس کے معنے بھی شہر کے ہیں (انگریزی لفظ اربَن بمعنی شہری، اسی سے ماخوذ ہے) بلدہ حیدر آباد اور مصر القاہرہ بھی قابلِ ذکر ہیں۔

۳۸۳۔ غرض ہجرت کے لغوی معنے شہر میں جا بسنے کے تھے [۱۵] اور آسان ہے کہ کوئی صحرا کی تکلیف دہ زندگی کو چھوڑ کر کسی نخلستان کی سرسبزی میں جا بسے تو لفظ "ہجرت" کو بعد میں یہ معنے دئے جائیں کہ کسی نعم البدل کو حاصل کرنا۔ کسی خراب جگہ کو چھوڑ کر کسی نخلستان کی سرسبز بستی میں جا بسے تو لفظ "ہجرت" کو بعد میں یہ معنے دیئے جائیں کہ کسی نعم البدل کو حاصل کرنا، کسی خراب جگہ کو چھوڑ کر اچھی جگہ رہنا۔ میں سمجھتا ہوں کہ رسولِ کریمؐ کے ترکِ وطن کرکے مدینہ جا رہنے کو اسی آخر الذکر مفہوم میں بلحاظِ ادب "ہجرت" کے نام سے موسوم کیا گیا جیسا کہ ہم آگے دیکھیں گے۔ سیرتِ نبوی اور خلافتِ راشدہ کے سلسلے میں ہجرت کے معنے صرف ہجرت مدینہ ہی نہ تھے۔ بلکہ نومسلموں کا اسلامی علاقے میں آکر اکٹھا ہونا اور مفتوحہ علاقوں میں مسلم نوآبادکاروں کا لے جاکر بسانا اسی نام سے یاد کیا گیا ہے۔ اب ہجرت کے مختلف پہلوؤں سے بحث کی جائے گی۔

---

[۱۵] فرانسوا نو (Francois Nau) نے اپنی فرانسیسی کتاب "عراق اور شام کے عیسائی عرب ساتویں سے آٹھویں صدی عیسوی تک" مطبوعہ ۱۹۳۳ء صفحہ ۱۲۹ تا صفحہ ۱۳۲۔

Les Arabes chretiens de Mesopotamie

میں ایک جگہ ضمناً لفظ ہجرت کو "ہاگر" یعنی بی بی ہاجرہ کے نام سے (جن کو بخاری شریف میں ہاجری کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور جو ابراہیمؑ کی بیوی اور حضرت اسمٰعیلؑ کی ماں تھیں) ماخوذ سمجھا ہے۔ مگر یہ توجیہ محض نا سمجھی تھی۔ اور ظاہر ہے کہ کسی نے قبول بھی نہیں کی۔

Marfat.com

۱۔ ترکِ وطن !

عہدِ نبوی میں ہجرت کا تاریخی مفہوم :۔

۳۸۴۔ مکّے میں تبلیغ اسلام کی رکاوٹوں سے مجبور اور دل برداشتہ ہونے کے بعد حضرت رسول کریمؐ نے اپنے ساتھیوں کو ابتداءً حبشہ ہجرت کر جانے کی ہدایت فرمائی ۔ چنانچہ کئی سو آدمی چھوٹی بڑی ٹکڑیوں میں بحری راستے سے نجاشی کے ملک میں جا بسے ۔ ایک ٹکڑی کی سرگزشت طبری نے لکھی ہے کہ یہ لوگ مکّے سے چل کر شعیبہ کی بندرگاہ پہنچے جو حالیہ جدّہ کے قریب تھی ۔ وہاں ایک جہاز لنگر اٹھانے کو تیار تھا اور ان لوگوں نے نصف دینار یعنی پانچ درہم کرایہ پیش کیا اور حبش جا اترے ۔ معلوم نہیں یہ کرایہ فی کس تھا یا جملہ جماعت کا ۔

۳۸۵۔ کچھ دنوں کے بعد "غرانیق"[۱] کے مشہور واقعے کے سلسلے میں چند لوگ مکّہ واپس

۱؎ قرآن مجید میں ایک جگہ لات ، عزّیٰ ، اور منات تین بتوں کا ذکر ہے اور اس کے بعد بتوں کی بے بسی اور بت پرستی کی برائی کا ذکر ہے ۔ قرآن کی تفسیروں میں ایک قصہ مشہور ہے کہ جب آنحضرتؐ نے ایک تیز "اللات والعزّیٰ ومنات الثالثۃ الاُخریٰ" کی آیتیں پڑھیں ۔ (۵۳ / ۱۹ ۔ ۲۰) تو کسی نے قافیہ ملاکر "تلک الغرانیق العلیٰ وانّ شفاعتھم لترتجیٰ (یعنی وہ بڑے سردار ہیں ۔ اور ان کی سفارش کی توقع کی جاسکتی ہے) کا عکس دیا ۔ اور شہر میں مشہور ہوگیا کہ آنحضرتؐ بتوں کے متعلق اس روایت کو منظور کرتے ہیں کہ وہ خدا تو نہیں ہیں لیکن وہ خدا کے پاس سفارش کر سکتے ہیں ۔ جب آنحضرتؐ کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے اصل آیتیں پڑھیں اور مکّے والوں کو کوئی دھوکہ نہ رہا ۔ مگر ابتدائی خبر کا ایک جزء حبشہ پہنچ گیا کہ آنحضرتؐ اور مکّہ والوں میں صلح ہوگئی ہے ۔ مجھے کبھی کبھی گمان ہوتا ہے کہ غرانیق کی آیتیں ممکن ہے ۔ آنحضرتؐ ہی نے تلاوت فرمائی ہوں ۔ لیکن سوال کے طور پر (یعنی کیا وہ بڑے سردار ہیں ، (باقی اگلے صفحہ پر)

آگئے۔ مگر بہت جلد وہ اور ان کے علاوہ بعض دیگر مسلمان دوبارہ حبش چلے گئے۔ یہ دونوں واقعے ہجرتِ حبشہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک غیر اسلامی مملکت میں پناہ گزین ہونا أهْوَنُ الشرّین (دو برائیوں میں سے چھوٹی) کو قبول کرنا تھا۔ اور اس زمانے میں کوئی اسلامی مملکت موجود تھی ہی نہیں۔ اور خود رسولُ اللہ غیر مسلم طائف تشریف لے گئے۔

۳۸۶۔ آنحضرت کو جب مُربّی و با اثر چچا اور شفیق بیوی کی وفات کے بعد آپ کے نئے بزرگ خاندان (ابولہب) نے جات باہر کر دیا۔ تو آپؐ اپنے ایک غلام کے ساتھ طائف تشریف لے گئے اور ارادہ فرمایا کہ اگر وہاں تبلیغ میں کوئی کامیابی کی صورت ہو تو وہیں بس جائیں۔ لیکن وہاں کے سے زیادہ تکلیف ہونے پر آپ واپس چلے آئے۔ مگر تاریخ نے اسے ہجرت کی اصطلاح سے یاد نہیں کیا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) اور کیا اُن کی سفارش کی توقع کی جاسکتی ہے؛) بغیر حرفِ سوال کے سوالیہ آیتیں قرآن مجید میں بکثرت ہیں۔ (مثلاً سورۃ اعراف آیت ۱۱۳ میں " اِنّ لنا لاجرًا؟) اور جب التباس کا شبہ ہوا تو یہ آیتیں منسوخ ہوگئیں، جس طرح قرآن میں اور جگہ بھی ہُوا ہے اور نئی آیتیں نازل کی گئی ہیں، جیسا کہ بعض مفسروں نے بیان کیا ہے۔ غرانیق کے قصے سے مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں نے دلچسپی لی ہے۔ چند مراجع یہ ہیں:۔ تفسیر ہائے طبری، ابن کثیر و واحدی وغیرہ میں سورہ ۲۲/۵۱ کے تحت؛ ابن سعد ۱/۱ ص ۱۳۷۔ تاریخ طبری، ۱/۱۱۹۲-۱۱۹۴۔ تاریخ ابن الاثیر ۲/۵۸۔ معجم البلدان یاقوت، مادہ غرانقہ۔ دمیری، حیاۃ الحیوان، مادّہ غرانیق وغیرہ۔

Noeldeke-schwally, GESCHICHTE DES QORANS, I, 100, N 4,

مگر یہ بحث ہماری کتاب کے موضوع سے غیر متعلق ہے۔

Marfat.com

۳۸۷۔ قدیم عرب بھی حج کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حج کے موسم میں جب مختلف انقطاع عرب کے حاجی آکر منا (قریب مکّہ) کے میدان میں جمع ہوتے تھے اور میلہ لگتا تھا تو اس اجتماع سے فائدہ اٹھا کر آنحضرتؐ مختلف قبائل کے پڑاؤں میں جاتے اور انھیں اسلام کی دعوت دے کر کہتے کہ مجھے اپنے ملک لے چلو۔ اگر تم میری بات مانو تو قیصر و کسریٰ کی دولتیں تم پر نچھاور ہونے کو تیار رہیں۔ تاریخ نے اس خواہش ترک وطن کو بھی ہجرت کا نام عام طور سے نہیں دیا۔ گو بعض وقت "ہجرت کا ارادہ" اسے ضرور سمجھا گیا ہے۔

۳۸۸۔ آخر مدینے والوں سے بیعتِ عقبہ ہوئی اور انھوں نے اقرار کیا کہ آنحضرتؐ اور دیگر مکّی مسلمانوں کے مدینہ آنے پر وہ اُن کی ویسی ہی حفاظت کریں گے جیسی اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی، اور چند سو مسلمان جو مکّے میں تھے، مدینہ چلے گئے۔ یہ وہ ہجرت ہے جس کی طرف منسوب ہو کر سنہ ہجری بھی رائج ہے۔ اور لفظ ہجرت سے اب عام طور پر دماغ فوراً اسی واقعے کی طرف رجوع ہوتا ہے۔

۲۔ نومسلموں کو اسلامی علاقے میں آرہنے کا حکم دینا

۳۸۹۔ لفظ ہجرت کے اس دوسرے مفہوم کے دو پہلو ہیں۔ ایک تو وہی جو آج کل "ملکی بننا" (نیچرالی زیشن) کہلاتا ہے، یعنی جب ایک قومیت والا دوسری قومیت اختیار کرنا چاہے تو آخر الذکر کے ملک میں جاکر مقیم ہو جائے اور حتی الامکان اسی کا تمدن اور تخیل بھی اختیار کرے۔ چونکہ اسلام ایک خاص قسم کی اور مستقل قومیت ہے جو دیگر جغرافی، نسلی، لسانی اور رنگی قومیتوں سے جدا ہے، اس لئے ظاہر ہے کہ اسلام اپنے گھر میں اپنے مخصوص اصولوں پر عمل چاہے گا۔ جو شخص اسلامی قومیت اختیار کرنا چاہے تو اس کے رنگ، اس کی نسل اور اس کی زبان سے بحث

Marfat.com

نہیں ہو گی۔ اسے صرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہونا، اور قرآن پر چلنے کا اقرار کرنا ہوگا۔ اسی لئے نہ تو ایسے شخص کو بارہ سالہ قیام کی ضرورت ہوتی ہے، نہ مقامی زبان اچھی طرح جاننے کا صداقت نامہ پیش کرنا ہوتا ہے اور نہ کسی خاص جگہ رہنے کی پابندی ہوتی ہے۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ اس پر وہ سب ذمہ داریاں فوراً عائد ہو جاتی ہیں جو عام مسلمانوں پر عائد ہیں۔ اور وہ سب حقوق بھی حاصل ہو جاتے ہیں جو عام مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ آج کل تو یہ ضروری نہیں رہا ہے کہ کوئی شخص جو اسلام قبول کرنا چاہے وہ اسلامی ملک میں بھی آ رہے۔ اور عہدِ نبوی میں بھی فتح مکہ کے بعد کوئی ایسی پابندی نہیں تھی۔ لیکن، ہجرت مدینہ کے بعد ابتدائی چند سالوں میں ہر مسلمان ہونے والے شخص کو اسلامی سرزمین میں آ کر مقیم ہونا پڑا تھا۔ کیونکہ گھر بار ترک کر کے ہجرت کر جانے کے بعد بھی مسلمانانِ مکہ کو مشرکینِ مکہ نے چین لینے نہ دیا۔ اور اہلِ مدینہ کو ایک نہائیہ (الٹی میٹم) بھیجا کہ آنحضرتؐ کو قتل کر دیں یا اپنے ملک سے نکال باہر کریں، ورنہ مناسب کارروائی (یعنی جنگ)، کی جائے گی۔ اس زمانے میں مدینے کی آبادی کم و بیش دس ہزار تھی۔ جس میں مسلمان بمشکل پانچ سو تھے (انصار و مہاجرین سب ملا کر)۔ اِن حالات میں شہر میں مسلمانوں کی آبادی کے بڑھانے کے لئے یہ تدبیر ناگزیر تھی۔ ۱۰ محرم ۲ھ جیسے ابتدائی زمانے میں مضافاتِ مدینہ میں بمقام یَیَن قبیلہ اَسلم کی ایک کالونی وجود میں آ چکی تھی جیسا کہ اسماء بن حارثہ اسلمی کی مشہور حدیث میں ہے کہ اس دن آنحضرتؐ نے ان کو عاشورہ کا روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا۔ (سمہودی، وفاء الوفاء ص۳۳۵، وغیرہ) بعد بہ کثرت قبیلہ دار محلّے مدینہ منورہ میں نظر آتے ہیں۔ جن کی سمہودی وغیرہ نے تفصیل دی ہے۔ مزید براں:۔

۳۹۰۔ اس مفہوم کا دوسرا پہلو وہ پالیسی ہے کہ مسلمان اسلامی علاقے میں رہیں۔ اور

Marfat.com

مرکز سے بچھڑے رہنے کے باعث نقصان نہ تو خود اٹھائیں اور نہ دیگر مسلمانوں کو پہنچائیں۔ اسلامی علاقے میں آ رہنے سے ایک تو "افتتان" سے بچنا ممکن ہے۔ ورنہ غیر مذہب والے ہمسائے بہلا پھسلا کر، ڈرا دھمکا کر خانگی یا اجتماعی یا سرکاری دباؤ ڈال کر فتنے میں مبتلا کرسکتے ہیں۔ (چنانچہ خود عہدِ نبویؐ میں مہاجرین حبشہ میں سے کم از کم دو باوجود نجاشی کی غیر متعصبانہ حکومت کے اس عیسائی ماحول میں عیسائی بن گئے۔ ایک بی بی سودہ کا شوہر سکران، دوسرا بی اُمِّ حبیبہ کا شوہر عبیداللہ بن جحش۔ اس آخرالذکر نے بقول طبری اپنی بیوی کو بھی عیسائی بننے کے لئے دباؤ ڈالا۔ مگر وہ ثابت قدم رہیں)۔ دوسرے اسلام کے جملہ اصول کا سیکھنا، اسلامی تہذیب اور اسلامی ماحول کا حاصل کرنا، غیر اسلامی ملک میں بڑی حد تک ناممکن ہے۔ جرمنی اور انگلستان میں چھوٹے چھوٹے دیہات میں بھی میں نے نومسلم دیکھے ہیں۔ اور ان کو سب سے بڑی تکلیف یہ محسوس ہوتی تھی کہ ان کے بچوں کی تعلیم عام مقامی مدارس کے غیر اسلامی ماحول میں کماحقہٗ نہیں ہوسکتی۔ تیسرے اگر مسلمان چوطرف بٹے رہیں تو ہر ٹکڑی کمزور ہوگی اور ہر کسی طاقت والے کا شکار بن جائے گی۔ اس لئے مسلمانوں کا عہدِ نبویؐ میں آپؐ کی ہجرتِ مدینہ کے بعد یہ فریضہ قرار دیا گیا تھا کہ وہ نہ صرف اسلام قبول کر کے اسلامی احکام پر چلیں بلکہ اسلامی علاقے میں بھی آکر آباد ہو جائیں۔ اس طرح مسلمانوں کی اجتماعی قوت زیادہ ہوگی اور وہ اپنے حریفوں کا نسبتاً زیادہ آسانی کے ساتھ مقابلہ کرسکیں گے، غرض "اوّلاً استحکام پھر توسیع" کا اصول کارفرما رہا۔

۲۹۶۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی کسی قبیلے کا وفد مدینہ آکر اسلام قبول کرنے کا اظہار کرتا تو آنحضرتؐ ان لوگوں کو مدینہ آبسنے کی ہدایت فرماتے۔ اسی طرح جب کبھی دورہ کرنے والے مبلغ بھیجے جاتے تو انھیں سمجھا دیا جاتا کہ نومسلموں سے کہہ دیں کہ وہ مدینہ جارہے ہیں، جہاں ان کے لئے روزگار کا انتظام کیا جائے گا۔ یہ لوگ زیادہ تر قابل

کاشت افتادہ زمینوں، بعض صورتوں میں معدنیات کی کانوں میں کام کرتے اور اپنی گزر بسر کا انتظام کر لیتے تھے۔

۲۹۲۔ سات سال تک اس اصول کی پابندی ہوتی رہی۔ اور جب مکّہ فتح ہوگیا اور اسلام کا پورے عرب میں بول بالا ہوگیا تو پھر اعلانِ نبویؐ شائع ہُوا کہ لاھجرۃ بعدالفتح (فتح کے بعد ہجرت کی ضرورت نہیں) اس مشہور و معروف حدیث شریف کا ایک تو یہ مفہوم ہو سکتا ہے کہ اہلِ حجاز کو ہجرت کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اب اُن کا پُورا علاقہ اسلامی سرزمین بن چکا ہے اور اسلامی قلمرو میں داخل ہوگیا ہے۔ یا اس کا مفہوم ایک عام حکم ہے کہ جب کسی علاقے پر اسلامی مملکت قائم ہو جائے تو پھر اس علاقے کے اندر مسلمان کا جبری تبادلہ آبادی غیر ضروری ہے، کیونکہ اس سرزمین کے ہر گوشے میں اسلامی حکومت ہوگی، اسلامی ماحول ہوگا اور اسلامی تعلیم و عبادت کی سہولت ہوگی۔

۲۹۳۔ عہدِ نبویؐ میں فتح مکّہ سے پہلے چند قبائل کو اس قاعدے سے مستثنیٰ بھی کیا گیا تھا۔ طبقات ابن سعد وغیرہ میں تلاش پر مجھے ایسی دو چار ہی نظیریں مل سکی ہیں۔ ان پر غور کرنے سے سیاستِ نبویؐ کی دور رس مصلحتوں پر روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ جب کبھی کسی قبیلے کا اِکّا دُکّا آدمی مسلمان ہوتا تو اسے اپنے سابقہ وطن میں رہنے نہیں دیا جاتا تھا بلکہ اسے لازمی طور سے مدینے آ رہنے کی تاکید کی جاتی اور وہ (مع بیوی بچّوں کے اگر کوئی ہوں) اسلامی علاقے میں آکر بس جاتا۔ اس کے برخلاف اگر کوئی پورے کا پُورا قبیلہ مُسلمان ہوتا تو یہ دیکھا جاتا کہ وہ کس جگہ پر رہتے ہیں۔ اگر ان کا علاقہ اسلامی سرزمین سے متصل یا بہت قریب ہوتا اور اس قبیلے کی قوت بھی کافی ہوتی تو اُسے وہیں اس کے سابق وطن ہی میں رہنے دیا جاتا۔ کیونکہ اس کے معنے دراصل اسلامی مملکت کی سرحد کی توسیع اور نئے علاقے کا الحاق

تھا۔ قبیلہ مُزینہ اس کی اچھی نظیر ہے جس کے حالات ابنِ سعد نے لکھے ہیں۔ ۵ھ میں یہ قبیلہ مسلمان ہُوا۔ اس قبیلے کے وفد ہی میں کئی سَو آدمی تھے۔ ان کا علاقہ مدینے سے صرف بیس میل پر واقع تھا۔ آنحضرتؐ نے ان سب کو ان کے سابقہ مسکن ہی میں رہنے کا حکم دیا۔ البتہ تعلیم و تربیت وغیرہ کا مناسب بندوبست کر دیا گیا۔ اس توسیع کی پالیسی کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ دشمن کو گھیر لیا جائے۔ چنانچہ مکّے کے چاروں طرف اسلامی قبائل آباد رہنے دیئے گئے۔ قبیلہ اسلم خاص طور پر اس سلسلے میں قابلِ ذکر ہے۔ اس قبیلہ کے لوگوں کو آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ تم لوگ اپنے ملک ہی میں رہو، اور تمھیں وہی حقوق اور وہی ثواب حاصل ہو گا جو مہاجرین کو حاصل ہوتا ہے۔ اس جگہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ آنحضرتؐ نے ہجرت کا حکم دے کر اُس کو مذہبی رنگ بھی عطا کر دیا کہ ہجرت کرنا ایک ثواب کا کام ہے۔ اور کسی مذہبی آدمی کے لیئے یہ بات کافی ہے۔ مزید برآں مہاجرین کے لیئے چند حقوق بھی تھے۔ مثلاً اسلامی مملکت کی آمدنی اسلامی سرزمین ہی پر خرچ ہوتی تھی، اور روزینے، تنخواہیں، انعام واکرام وغیرہ بھی وہیں کے باشندوں کو حاصل ہو سکتے تھے۔

۲۹۴۔ قبیلہ اسلم اصل میں قبیلہ خزاعہ کی ایک شاخ تھی۔ خزاعہ مکّے کے جنوب میں رہتے تھے۔ اور غالباً اسلم بھی وہیں رہتے ہوں گے۔ جب دشمن کے چاروں طرف اس طرح اسلامی بستیوں کا سلسلہ قائم ہو کر جال بن گیا تو زبردست دشمن کو بے خونریزی مطیع کرنے کا عام اسلامی اصول بہ آسانی روبعمل آ سکا۔ اور زبردست دشمن کے مطیع اور مسلمان ہو جانے سے اس کی پُوری قوّت اسلام کے کام آ سکتی ہے۔ اس کے محض تباہ کر دینے کے معنے ایک ممکنہ قوّت و مدد سے محروم ہونا ہے۔

۲۹۵۔ بہر حال اس طرح کی اجازت دینے میں اس کی سختی سے جانچ پڑتال ہوتی تھی۔

کہ آیا وہ لوگ اپنی ضرورتیں خود مہیا کرتے ہیں، ان کے پاس کافی ذرائع معیشت مثلاً جانور اور زمین وغیرہ ہیں یا نہیں اور یہ کہ حریف ان پر معاشی دباؤ ڈال کر انھیں مرتد تو نہیں کر سکتا ہے؟ ان سب کے علاوہ ایک اور صورت بھی ممکن تھی۔ اور اس کی بہ کثرت نظیریں ابن سعد وغیرہ نے محفوظ کی ہیں۔ وہ یہ کہ اگر کسی قبیلے کے چند خاندان مسلمان ہو جائیں، اور یہ نو مسلم بذاتِ خود کافی قوت رکھتے ہوں، اور معاشی حیثیت سے پختہ ہوں تو ایسے نو مسلموں کو آنحضرتؐ کا حکم "فارقوا المشرکین" ہوا کرتا تھا۔ یعنی اپنے غیر مسلم رشتہ داروں اور حلیفوں سے ہر طرح کے تعلقات منقطع کر لو۔ شادی، بیاہ، بین القبائل جنگیں اور مماثل معاملات میں مشرکین سے ان کا کوئی تعلق نہ رہے۔ وہ اسلامی تعلیم پر عمل کریں، نماز اور زکات کی پابندی کریں اور سیاسی حیثیت سے مدینے کے ساتھ ملحق ہو جائیں۔ ایسے دُور دراز قبائل کو مقامی خود اختیاری بھی حاصل ہو جاتی تھی۔ اور مدینے کے ساتھ ان کا تعلق میری نظر اور اندازے میں ایک عہدیہ (کنفی ڈریشن) سے بڑھ کر نہ تھا۔ چنانچہ آس پاس کے دیگر اسلامی قبائل یا بستیوں کی وقتِ ضرورت حفاظت کرنا، کمک اور مدد بہم پہنچانا اور دیگر غیر مسلم قبائل سے لڑ کر اپنی حفاظت و استحکام کے فرائض انجام دینا، یہ سب ایسے امور تھے جن کی ہدایت تو مدینے سے ہوتی تھی لیکن نگرانی اور تعمیل مقامی وحدت سے متعلق تھی۔ چنانچہ ایسی تفصیلی نظیریں متعدد موجود ہیں۔ اسی طرح کے نو مسلم قبائل میں سے یمن کی ایک دلچسپ نظیر ابنِ سعد نے محفوظ کی ہے کہ چند لوگ مدینہ آئے اور آنحضرتؐ سے کہا کہ آپؐ کے بھیجے ہوئے معلم ہمارے پاس آئے، اور انھوں نے ہم سے کہا کہ جو ہجرت نہ کرے اس کا اسلام قبول نہیں۔ ہمارے ملک میں ہماری جائداد اور معیشت کی چیزیں ہیں۔ کیا آپؐ کے معلم کا کہنا ٹھیک ہے؟ ہمیں اس کی تعمیل میں کوئی تامل نہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: نہیں، اسلام کا

قبول ہونا اس پر موقوف نہیں۔ تم جہاں رہو تمھیں مہاجرین ہی کے حقوق و فرائض حاصل ہوں گے۔ (دیکھو اوپر ف ۲۶۷)

۲۹۶۔ اس طرح کی دور دراز اسلامی بستیوں میں تعلیم کے بندوبست کے لئے دورہ کناں معلّم مقرر کئے جاتے تھے۔ ان مقاموں کے نوعمر اور ذہین لوگوں کو مدینہ بلا کر کچھ عرصہ اسلامی صدر مرکز میں رکھا جاتا، اور اسلامی تربیت سے آراستہ کر کے اُن کے ملک کو واپس کر دیا جاتا تھا۔ ان کے علاقوں میں مسجدیں بنانے کی خاص تاکید ہوتی تھی۔ عمان جیسے دور دراز مقام کے نومسلموں کے نام آنحضرتؐ کا ایک تنبیہی ہدایت نامہ بخاری وغیرہ نے محفوظ کیا ہے کہ مسجدیں بناؤ ورنہ فوج بھیج کر تمھیں سزا دی جائے گی۔ (الوثائق السیاسیۃ ۷۷)۔

۲۹۷۔ مختصر یہ کہ عہدِ نبویؐ میں ہجرت کا یہ مفہوم بھی تھا کہ نومسلموں کو اسلامی علاقے میں بسایا جائے۔ اور آیت ۱۰۰ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ اس طرح سے رفتہ رفتہ اسلامی علاقے کی توسیع ہوتی رہے گی، تاکہ اس بڑھتے والی آبادی کے لئے خدا کی زمین تنگ نہ ہو جائے۔ اصل منشا یہ تھا کہ خدا کے ملک میں خدا ہی کا راج ہو، اور عام فاتحین کے برخلاف جو فتح کا منشا لوٹ مار کرنا اور اپنوں کو نوازنا سمجھتے رہے ہیں، اسلامی فتح کا منشا یہ تھا کہ کسی انسان، کسی جانور تک کا بے ضرورت خون نہ بہایا جائے۔ اور کوئی درخت کوئی پودا تک رائیگاں ضائع نہ کیا جائے، جیسا کہ سپہ سالاروں کو دی ہوئی ہدایتوں میں آنحضرتؐ نے بارہا فرمایا ہے۔ منشا صرف یہ تھا کہ دنیا میں خدا کی حکومت اور خدا ہی کا بول بالا ہو، اور خدا کے احکام سے کوئی بھی مستثنیٰ نہ ہو یہاں تک کہ حکمرانِ ملک تک اپنے کئے کا مؤاخذہ دار ہو۔ سیرت شامی میں ایسے بکثرت نظائر ایک مستقل باب میں جمع کئے گئے ہیں۔ جب آنحضرتؐ نے اپنی ذات کے خلاف مقدمے سنے اور

Marfat.com

فریقِ ثانی کے حق میں فیصل کیے۔

۳۔ نوآبادکاری یا مفتوحہ علاقے میں مسلمانوں کو بسانا

۳۹۸۔ رسولِ کریم نے دس مصروف سال ایک مملکت کے قیام و استحکام میں نہ صرف صرف کیے بلکہ اپنے ہونے والے جانشینوں کو حکمرانی اور سپہ سالاری کی بھی ساتھ ہی ساتھ مکمل تربیت دی، یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ کی وفات کے چند ماہ بعد ہی جب آپؐ کے جانشین نے حضرت سیف اللہ خالد بن الولید کو ایرانی سرحد پر بھیجا تو اس وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں عربوں کا نہ سما سکنا اور سرحد پر نئی عرب بستیوں کا بسانا ایک طے شدہ مسئلہ تھا۔ چنانچہ امام ابو یوسف نے اپنی مشہور کتاب الخراج (صفحہ ۸۵) میں حضرت خالد اور حیرہ والوں کا ۱۲ھ کا جو طویل معاہدہ نقل کیا ہے، اس میں دارالاسلام اور دارالہجرت کا اس طور سے ذکر کیا گیا ہے کہ گویا وہ مشہور و معروف چیزیں ہیں، اور سباق و سیاق اس بات میں ذرا بھی شبہ نہیں کرنے دیتے کہ دارالاسلام سے مراد عرب ہے اور دارالہجرت سے مراد جنوبی عراق کا وہ مفتوحہ اسلامی علاقہ ہے جہاں عرب فوراً بسنے جا رہے تھے۔ اس سلسلے میں قادسیہ کی مشہور اور عہد آفریں جنگ کے بعد اسلامی سپہ سالار اور مرکزِ خلافت میں جو مراسلت ہوئی، وہ ایک مزید اہم تاریخی دستاویز ہے:۔

ثم کتب سعد الی عمر بما	(فیلڈ مارشل) حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ
فتح اللہ علی المسلمین فکتب	نے خلیفہ حضرت عمرؓ کو اس فتح کی کیفیت
الیہ عمر: أن قِف ولا	لکھ بھیجی جو خدا نے مسلمانوں کو (قادسیہ میں)
تطلبوا غیر ذلک فکتب	عطا کی تھی، تو حضرت عمرؓ نے انھیں جواب
الیہ سعد ایضاً انما ھی	دیا کہ ٹھہرے رہو اور کسی دوسری چیز کی

Marfat.com

سريّة ادركناها والارض بين ايدينا۔ نكتب اليه عمر: أن تقِفْ مكانك ولا تتبعهم واتخذ للمسلمين دارهجرة ومنزل جهادٍ و لاتجعل بيني وبين المسلمين بحرًا۔ (تاریخ طبری احوال ۱۶ھ نیز تاریخ دینوری بہ موقع)۔	تلاش نہ کرو۔ اس پر حضرت سعدؓ نے پھر لکھا کہ یہ تو (جانوروں یا عورتوں کا) ایک گلہ تھا جو ہمیں ملا۔ ورنہ زمین تو ہمارے سامنے پڑی ہوئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے پھر یہی جواب دیا کہ اپنی جگہ ٹھیرے رہو اور اُن کا پیچھا نہ کرو اور مسلمانوں کے لئے ایک جہاد کے لیے راستے میں ٹھہرنے کی منزل تیار کرو۔ لیکن مجھ میں اور مسلمانوں میں کوئی ندی سمندر حائل نہ ہو۔

۳۹۹۔ غرض اصول یہ تھا کہ ٹھوس اسلامی علاقے اور دشمن کے علاقے کے بیچ میں نو آبادیاں بسائی جائیں اور گھر سے ان کو کمک جانے میں کوئی موانع حائل نہ ہوں، اور اس نو آبادی کا منشا صرف ایک منزل اور اسٹیشن کا ہو تاکہ اور آگے جانے میں سہولت ہو۔ اور بغیر اس طرح کے استحکامی انتظامات کرنے کے محض آگے بڑھ جانا، چاہے اس میں کتنی ہی سہولت کیوں نہ ہو، نامناسب ہے۔ چنانچہ ان احکام کی تعمیل میں بصرہ اور پھر کوفہ بسائے گئے۔ اور سکندر، ہلاکو، کی سی بے اصول فتوحات کا باوجود ہر طرح کی للچاہٹ کے سدباب کیا گیا۔ نتائج ظاہر ہیں کہ کس کی فتوحات دیرپا رہیں۔

۴۰۰۔ جب اس طرح کی نو آبادیاں (یا اُس زمانے کی اصطلاح میں "دارِ ہجرت") چُن لی جاتیں تو پھر سینکڑوں ہی نہیں ہزاروں عرب مع خاندانوں، بیوی بچوں اور غلاموں کے وہاں جا بستے۔ نو آبادی کا ایک خصوصی افسر ہوتا تھا جو سڑکوں کی جگہ چھوڑواتا۔ مسجد اور بازار کی جگہ معیّن کرتا۔ اور پوری باقاعدگی سے دیکھتے کے دیکھتے ایک

عرب شہر آباد ہو جاتا۔ پروفیسر مارسے نے فرانسیسی اکاڈیمی کی رکنیت پر منتخب ہونے پر جو افتتاحی مضمون لکھ کر سنایا تھا، وہ "اسلام اور حضری زندگی" پر تھا۔ (دیکھو اوپر ف ۲۲۲)۔ اس میں وہ تسلیم کرتا ہے کہ نئے شہر بسانے میں عرب بڑے خوش نصیب رہے ہیں۔ ان کا بسایا ہوا تقریباً ہر شہر آج بھی آباد و سرسبز ہے۔ اور بعض کی اہمیت تو تیرہ سو سال گزرنے پر بھی روز افزوں ہے (مثلاً بصرہ)۔ شہر کوفہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں جس طور سے بسایا گیا تھا اس پر پروفیسر ماسینیوں MASSI GNON نے ایک دلچسپ مقالہ شائع کیا ہے، جس کے ساتھ اس ابتدائی بستی کا نقشہ بھی موجود ہے، جو اس عہد کی "تمصیر" یعنی شہر بسانے کے اصول پر اچھی روشنی ڈالتا ہے۔ (اس مقالے کا عربی ترجمہ بھی کتاب کی صورت میں چھپا ہے)۔

نظر بندی:۔

۴۰۱۔ اس عنوان سے میرا منشا یہ ہے کہ اپنے لوگوں کو فرار ہو کر دشمن سے جا ملنے سے جبراً روکا جائے۔ تاکہ عارضی اختلاف رائے کے باعث اپنے دل برداشتہ بھائیوں کو ایسی حرکت نہ کرنے دی جائے جس کے سبب سے قطع تعلق دائمی اور ناقابل اصلاح ہو جائے۔

۴۰۲۔ اس سلسلے میں ایک تو صلح حدیبیہ کا مشہور واقعہ ہے جس میں قریش نے آنحضرتؐ سے یہ اقرار لیا تھا کہ اگر کوئی قریشی اپنے ولی و سرپرست سے پوچھے بغیر آنحضرتؐ کے پاس چلا آئے تو قریش کے مطالبے پر آنحضرتؐ اسے واپس کر دیں، لیکن کوئی مسلمان قریش کے پاس چلا جائے تو اس کی تحویل نہیں ہو سکے گی۔ قریش کا اس سے ظاہر ہے وہی منشا تھا جو اوپر بیان ہوا۔ اس یک طرفہ شرط کی پابندی کو آنحضرتؐ نے

ف۵۱ دوسرے الفاظ میں بڑے قومی مفاد کے لئے چھوٹا نقصان قبول کیا جا سکتا ہے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

امام سرخسی کی رائے میں اس لیے قبول کیا تھا کہ اس وقت (سنہ ۶ھ میں) مسلمانوں کے وقت واحد میں دو دشمن تھے:۔ مدینے کے شمال میں خیبری یہود اور مدینے کے جنوب میں مکّی قریش۔ ان میں باہم حلیفی کی گفت و شنید ہو رہی تھی۔ اور مسلمانوں میں اتنی قوت نہ تھی کہ دونوں کے علاقوں پر فوجیں بھیج کر سانپوں کو انڈوں ہی میں کچل سکیں، اور مناسب معلوم ہوتا تھا کہ کسی ایک فریق سے صلح کر کے دوسرے کا قلع قمع کیا جائے۔ حسبِ صلح حدیبیہ کی یہ شرط منظور کی گئی۔ اور معاوضے میں قریش سے غیر جانبداری کا اقرار لیا گیا ہے۔ اور مہینے بھر بعد خیبر کے فتنے کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا گیا۔

۴۰۳۔ آنحضرتؐ نے حُدیبیہ کی شرطِ تحویل کی تعبیر یہ فرمائی کہ کوئی مرد اگر مکے سے آئے تو وہ مطالبے پر واپس کر دیا جائے گا۔ لیکن کوئی عورت اس طرح واپس نہیں کی جائے گی اگر وہ مسلمان ہو چکی ہو۔ معاہدہ ہو چکنے کے بعد بعض مقدمات میں اس تعبیر کی ضرورت پیش آئی تھی اور قریش نے بھی اسے تسلیم کر لیا تھا۔

۴۰۴۔ دوسری نظیر حضرت عمرؓ کے زمانے کی ملی ہے۔ چنانچہ ۱۵ھ کے حالات میں طبری نے حضرت عمرؓ کا ایک خط بنام قیصر ہرقل نقل کیا ہے:۔

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ ایک عرب قبیلہ ہمارے ملک کو چھوڑ کر تیرے ملک میں آ گیا ہے خدا کی قسم! اگر تو اُن کو نکال واپس نہ کرے تو ہم (ہمارے ملک میں رہنے والے) نصرانیوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) لیکن خود آنحضرتؐ نے اس کی توجیہ یہ فرمائی کہ کوئی سچا مسلمان ہم کو چھوڑ کر دشمن کے پاس جائے گا ہی نہیں۔ منافق جاتے تو خس کم جہاں پاک۔ باقی دشمن کے علاقے کے نومسلموں کا اعادہ، وہ کچھ مزید صبر کریں تو خدا انھیں اجر دے گا۔ ایک مزید فائدہ میری ناچیز رائے میں یہ بھی ہے کہ ایسے نومسلم دشمن کے علاقے میں "پانچواں کالم" بن سکتے ہیں۔ اور موقع ملنے پر دشمن کو اندر سے نقصان پہنچا سکتے، یا مسلمانوں کو مدد دے سکتے ہیں۔ اور ایسی کئی مثالیں سیرت شریفہ میں ملتی ہیں۔

Marfat.com

سے صلح توڑ دیں گے، اور ان سب کو تیرے ملک کی طرف جلا وطن کر دیں گے۔"

تبادلۂ آبادی:۔

۹۵م۔ عہدِ نبویؐ اور خلافتِ راشدہ میں سوائے جنگی قیدیوں کے دیگر طبقاتِ آبادی کے دوسرے ممالک میں تبادلہ کی مجھے کوئی نظیر نہیں ملی۔ فقہ کی کتابوں سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ کسی نو مفتوح علاقے کے باشندوں کو عام طور پر چھ مہینوں کی مہلت ہوتی تھی کہ وہ اپنے مسکن کے متعلق فیصلہ کر لیں کہ اسلامی رعایا اور ذمّی بننا چاہتے ہیں یا اپنے لئے کوئی اور ملک پسند کر کے چلے جانا چاہتے ہیں۔ مگر اسے مشکل ہی سے تبادلہ آبادی کہا جا سکتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو قومیت، نسل، زبان یا رنگ پر مبنی نہیں ہے، اس کے لئے اس زمانے میں غیر ممالک سے ہم قوم (یعنی مسلمان) تبادلے میں مل بھی نہیں سکتے تھے۔

تاریخِ طبری، ۱/۲۵۰۸۔ اس قبیلے کا نام معلوم نہیں۔ ذرا آگے (ص ۲۵۰۹، ۲۵۱۰) طبری نے بنی تغلب کے عیسائیوں کے بھی فرار کے ارادے کا ذکر کیا ہے مگر وہ اس سے باز رہے۔ اصل میں یہ اسلامی رواداری اور بہی خواہی سے ناواقفیت اور محض بدگمانی اور تعصب کے باعث تھا۔ پھر جلدی ہی جب عیسائی رعایا نے اسلامی برتاؤ کو دیکھا تو اتنا متاثر ہوئے کہ پھر ہزار سال سے زائد کے اسلامی تسلط میں نہ انھوں نے کبھی بغاوت کی اور نہ اسلامی خانہ جنگیوں سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ حتیٰ کہ بیرونی عیسائی حملوں کے وقت بھی وہ بیزنطینیوں اور حروب صلیبیہ کے یوروپیوں اور پوپ کی فرمائشوں پر یہ جواب دیتے رہے کہ تمھارے ہاتھ میں پڑنے پر ہم اسلامی حکومت کو ترجیح دیتے ہیں۔ ایسے متعدد "فضیحت انگیز" واقعات کا فرنگی مؤلف ذکر کرتے اور ان پر حیرت کا اظہار کرتے ہیں، مثلاً:۔

Barthold Mussulman Culture, p. 22.

Marfat.com

A. L. Maycock, The Papacy, p. 48

Vasiliev, Byzantium et Islam.

وغیرہ۔ اسلامی انصاف کی دو ایک مثالیں بے محل نہ ہوں گی:۔

ایک دن حضرت عمرؓ خانہ کعبہ کے سامنے جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ ایک عیسائی تاجر (بہ ظاہر رومی علاقے کا اجنبی) حرم کعبہ میں آکر خلیفے سے شکایت کرتا ہے کہ چُنگی کے افسر مجھ سے سرحد پر ایک بار نہیں، ہر شہر میں ایک ہی سامان پر بار بار چنگی مانگتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فوراً فرمایا: "ایسا نہیں ہو سکتا" اور پھر خطبہ اور نماز کو جاری رکھا۔ چونکہ انھوں نے مزید کچھ نہ فرمایا تھا۔ اس لئے تاجر مایوس ہو کر چنگی خانہ پہنچا مگر دیکھا کہ اس کے آنے سے بھی پہلے حضرت عمرؓ کا فرمان پہنچ چکا ہے کہ مکرر چنگی نہ لی جائے۔ (ابو یوسف، کتاب الخراج، صـ۷۹)۔

حمص کی فتح کے بعد دشمن کے جوابی حملے کے باعث مسلمانوں کو اس کا تخلیہ کرنا پڑا، اور انھوں نے سارے وصول کردہ ٹیکس غیر مسلم باشندوں کو یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ ہم اب تمھاری حفاظت نہیں کر سکتے ہیں۔ اس لئے تمھارے مال پر بھی ہمیں کوئی حق نہیں۔ حمصی عیسائیوں نے آنسو بہاتے ہوئے کہا: اللہ تمھیں جلد واپس لائے۔ (ابو یوسف، کتاب الخراج، ص ۸۱)۔

منتقلی و جلاوطنی:۔

۴۰۶۔ جلاوطنی کی البتہ بہت سی نظیریں ملتی ہیں۔

آنحضرتؐ نے مدینے کے یہودی قبائل "بنو قینقاع" اور بنو نضیر کو ان کی شرارتوں کی بنا پر حکم دیا تھا کہ مدینے سے چلے جائیں۔ ان میں سے اکثر خیبر میں جا بسے، جو اس وقت تک ایک آزاد شہری مملکت تھا۔ ۷ھ میں جب اس کا الحاق مملکتِ اسلامیہ سے ہوا تو ابتداءً سب یہودیوں کو وہاں سے بھی چلے جانے کا حکم

Marfat.com

دیا گیا۔ پھر انھیں تا حکم ثانی اس شرط پر وہاں رہنے کی اجازت دی گئی کہ وہ اپنے باغوں کی آدھی فصل مالگزاری میں دیں۔

۴۰۷۔ جلاوطنی کے سلسلے میں آنحضرتؐ کی وہ مشہور حدیث یہاں بیان کی جا سکتی ہے جو اپنی وفات سے کچھ ہی عرصہ پہلے آپؐ نے ارشاد فرمائی تھی کہ عرب میں دو دین والے نہ رہیں (یعنی صرف ایک ہی دین کے پیرو یعنی مسلمان رہیں) اور یہ کہ یہود و نصاریٰ کو عرب سے نکال دیا جائے۔ اس کی تعمیل میں حضرت عمرؓ نے نجران (یمن) سے عیسائیوں کو اور خیبر وغیرہ سے یہودیوں کو نکال کر دیگر اسلامی علاقوں یعنی عراق اور شام میں منتقل کر دیا[۱] اس پالیسی کا شائد یہ منشا تھا کہ صدر مقام اور مرکز میں اجنبی اور ناقابلِ اعتماد عناصر نہ رہیں اور یہ امر نیم جنگی اور نیم معاشرتی مصلحت پر مبنی تھا۔

۴۰۸۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں فیلڈ مارشل حضرت ابو عبیدہؓ نے بعلبک والوں سے جو معاہدہ کیا تھا (دیکھئے تاریخ طبری) اُس میں یُونانیوں کو چند ماہ تک ملک میں رہنے کی اجازت دی گئی تھی جس کے بعد انھیں وہاں سے جہاں جی چاہے نکل جانے کا پابند کیا گیا تھا، بجز اُن کے جو مسلمان ہو جائیں۔ شہر بیت المقدس سے جو معاہدہ ہُوا اُس میں حضرت عمرؓ نے مقامی عیسائیوں کی یہ شرط منظور کی تھی کہ اُن کے شہر میں یہودی نہ رہنے دیئے جائیں۔ (حوالہ ایضاً)۔

۴۰۹۔ مختصر یہ کہ "اوّلاً استحکام پھر توسیع" کا اصول اس عہد کی پالیسی کا ایک اہم ستون

---

[۱] آرنلڈ وغیرہ مستشرق تاریخی معلومات کی اساس پر بیان کرتے ہیں کہ بظاہر یہ جلاوطنی سارے یہود و نصاریٰ کی نہ تھی، بلکہ صرف عہد شکنی کرنے والے خاندانوں کی تھی، کیونکہ بعد کے زمانے میں خاص کر یمن میں کافی یہود و نصاریٰ نظر آتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ حتّٰی کہ ۱۹۴۶ء میں مجھے صنعاء میں یہودی محلّے نظر آئے۔ پھر یہ لوگ اسرائیل چلے گئے۔

اور "لا اکراہ فی الدین" (قرآن ۲/۲۵۶) کے حکم کے باعث جبراً کسی کو مسلمان بنانے کی تو کبھی بھی اجازت نہ ملی۔ لیکن حکومتِ الٰہیہ کا قیام ایک فریضہ قرار دیا گیا۔ اور "و قاتلوھم حتّٰی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ" (۸/۳۹) میں "دین" سے مراد غلبہ اور حکومت ہے) اور ذمی رعایا بننے کی اس شرط پر اجازت دی گئی کہ وہ اطاعت کریں، "صغار" قبول کریں یعنی حکومت میں شرکت نہ چاہیں اور شرائط معاہدہ کی تعمیل کرتے رہیں۔ ایسا ہو تو ان کو ہر کام کی آزادی رہے گی۔ اور ان کے مذہبی اور عدالتی مسائل انھیں کے ہم قوم افسروں کے سپرد رہیں گے، اور ان کی جان و مال کی اسلامی حکومت اتنی ہی حفاظت کرے گی جتنی مسلمان رعایا کی۔ یہی حال عہدِ نبویؐ میں شروع سے رہا جب کہ مدینے کے یہودیوں نے آنحضرتؐ کو اعلیٰ ترین عدالتی اور فوجی اور سیاسی اختیارات سپرد کر دیئے تھے۔ اور یہی اصول خلافتِ راشدہ میں بھی کارفرما رہا۔ (رسالہ سیاست حیدرآباد۔ جولائی سنہ ۱۹۴ء)

۱؎ ملاحظہ ہو اوپر باب "دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور" جس میں آنحضرتؐ کے مرتب کیے ہوئے تحریری دستور مملکت مدینہ بابت سنہ ۱ھ کی تحلیل کی گئی ہے۔ (ص ۹۳ و مابعد)۔

Marfat.com

آنحضرت صلعم اور جوانی!

۱۰۴ا۔ قرآن مجید کی پہلی آیت ہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" (ہر طرح کی تعریف اسی خدا کو سزاوار ہے جو تمام عالموں کا آقا ہے) انسان خدا کا نائب ہے۔ اور انسانوں میں مسلمان خَیْرَ اُمَّۃٍ (قرآن ۳/۱۱۰) اور خدا کے دین و مذہب کے پیرو ہونے کے مدعی ہیں تو آنکھیں یہ دیکھنے کی اور کان یہ سُننے کے منتظر تھے کہ دُنیا کی آقائی مسلمان ہی کر رہے ہوں گے۔ اگر ایسا نہ ہو تو دعویٰ غلط ہے یا اسلام کے مدّعی احکامِ اسلام پر عامل نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی تیسرا امکان ہی نہیں۔

۱۱۴۔ تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دعویٰ میں کوئی مبالغہ یا غلطی نہیں ہے۔ عہدِ نبویؐ میں وطن سے بے وطن ہونے کے بعد جب ۱ھ میں شہر مدینہ کے چند محلّے اسلامی مملکت کہلانے لگے تو اس میں دس سال تک اوسطاً روزانہ (۲۷۴) مربّع میل کی بے نظیر سرعت سے اضافہ ہوتا رہا اور جب ۱۱ھ میں رسولِ کریمؐ نے اس دنیاوی زندگی سے علیحدگی اختیار فرمائی تو دس لاکھ مربّع میل سے زائد یعنی تقریباً ہندوستان کے برابر علاقہ مسلمانوں کی آقائی میں آچکا تھا۔ اور ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کو پندرہ سال بھی نہیں ہوئے تھے کہ احکامِ اسلام پر عمل کرنے کے باعث مسلمان ایشیاء، یورپ اور افریقہ کے تین برّاعظموں پر پھیل گئے، اور یہ حضرت عثمانؓ کا زمانہ تھا۔ جب ایک طرف اسپین میں مسلمانوں نے قدم جمالئے اور دُوسری طرف قسطنطنیہ کا بحری محاصرہ کر لیا، اور قریب تھا کہ اسپین اور قسطنطنیہ

Marfat.com

دونوں طرف کی فوجیں آگے بڑھتی ہوئی یورپ کے وسط میں کسی جگہ باہم مل جائیں اور دوسری طرف ترکستان سے گزر کر چین کے مغربی صوبوں پر قبضہ حاصل کی ہوئی اسلامی فوجیں چین کو چیرتی ہوئی بحرالکاہل تک پہنچ جاتیں۔ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں صوبہ بمبئی پر (ہندوستان میں) جو چڑھائی ہوئی تھی، وہ جلد صوبہ بنگال تک اُتر آتی۔ لیکن مشیّتِ الٰہی یہ تھی کہ عین اس وقت مسلمانوں میں کاسستگی اور خانہ جنگی شروع ہو۔ اور "مشارق الارض ومغاربھا" (قرآن ۷/۱۳۶) کی تعبیر اتنی جلد آنکھوں کے سامنے نہ آئے۔ پھر بھی ترکستان سے تونس اور اسپین کے بعض ساحلی علاقوں تک مسلمان اس پہلے ہی ہلے میں چھا گئے۔

۴۱۲۔ جب یہ تاریخی اور ناقابلِ تردید واقعات ہیں تو ماننا پڑتا ہے کہ "اسلام" اور "دنیا کی آقائی" لازم وملزوم ہیں۔ جو اصولِ اسلام پر عمل کرے گا وہ برلجے گا، اور جو اُن سے غفلت کرے گا مغلوب بلکہ نابود ہوگا۔

۴۱۳۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اسلام حقیقت میں رسولِ عربی کی سیرت ہی کا دوسرا نام ہے۔ اس لئے اگر کوئی یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اصولِ اسلام کیا ہیں، تو اسے رسولِ عربیؐ کی سوانح عمری، آپؐ کا عمل اور آپؐ کی تعلیم —— انھیں تین چیزوں کو دیکھنا ہوگا اور یہ اس غرض کے لئے کافی ہیں۔

۴۱۴۔ قرآن مجید نے ایک اہم مظہر قدرت کو بڑے دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے۔ "آدمی کیا ہے؟ اوّلاً ایک ضعف و کمزوری اور بےبسی کا نام ہے۔ پھر قوت (جوانی) آتی ہے۔ اور قوت کے بعد پھر کمزوری یعنی بڑھاپا چھا جاتا ہے۔" دوسرے الفاظ میں کچھ کرنے کا زمانہ اوران دو "کمزوریوں" کا درمیانی مختصر وقفہ یعنی جوانی ہی ہے۔ یہی دن ہیں جب آدمی کو آخرت کا توشہ کما لینا چاہیئے۔ اور تاریخ بتاتی ہے کہ یہی وہ زمانہ ہے جب بڑی شخصیتوں کے بڑے کارنامے انجام پائے۔ کسی بچے یا بوڑھے

Marfat.com

کھوسٹ نے آج تک نہ تو کوئی کارنامہ دکھایا اور نہ آئندہ اس کی کوئی توقع ہے۔

۶۱۵- اسی اصول کے تحت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری کا وہ باب جو آغاز تا انتہائے جوانی سے متعلق ہے یہاں زیرِ بحث آتا ہے۔

۶۱۶- انسان کی کوتاہ نظری کو کیا کیجیے کہ وہ بڑے شخص کو تو بڑا مان لیتا ہے لیکن کسی ہونے والے بڑے شخص کو پہچان نہیں سکتا۔ بڑے شخص عموماً غیر متوقع مقام اور حالات سے اُبھرتے ہیں۔ اُن کے ساتھیوں اور ہمسایوں میں کسی کو خیال آتا ہے نہ پروا ہوتی ہے کہ ان کے حالات تفصیل سے قلم بند کرتے جائیں۔ اور جب یہ جاڑوں کا سورج افق سے ابھرنے کے بعد دھند اور کہر کو اپنے راستے سے صاف کر کے یک بیک آفتاب عالم تاب بن کر جگمگانے لگتا ہے تو اس وقت لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کہ سورج نکل چکا ہے۔ مگر کس طرح نکلا، کتنی دشواریوں پر کس کس طور سے غالب ہوا، اس کے جاننے والے بہت کم ہوتے ہیں۔

۶۱۷- یہی وجہ ہے کہ بڑے لوگوں کے بچپن اور آغاز جوانی کی مکمل سوانح عمری نہیں ملتی۔ اور خود ایسے بڑے بڑے لوگ اتنے خود نما کبھی نہیں ہوتے کہ بعد میں ان چیزوں کو خود مرتب کرائیں۔ رسول کریمؐ اس سے کیسے مستثنیٰ ہو سکتے ہ پھر بھی چند باتیں جو آپؐ کی ابتدائے عمر کے منتشر سالوں سے متعلق تاریخ نے محفوظ کی ہیں، وہ کافی سبق آموز ہیں۔

۶۱۸- یتیم پیدا ہونے اور ملکی رواج کے تحت آیا کے ساتھ اس کے گھر (ایک صحرا میں) جا رہنے کے متعدد اثرات کسی بچے پر پڑ سکتے ہیں۔ والدین کا لاڈ پیار اور چوچلے نہیں ملتے۔ بڑے شہر کے مخلوط اور کاروانی اسٹیشن ہونے کے باعث ہر روز بدلنے والی آبادی کے بُرے اثرات، دولت، آرام طلبی، سہولت بخش اسبابِ زندگی، مضر تفریحات، ناچ، گانا، عیاشی، شراب خواری بیسیوں

Marfat.com

رذائل سے بچہ بچ جاتا ہے۔ صحرائی زندگی جفاکش، محنت اور سادگی پسند ہوتی ہے۔ مصنوعاتِ انسانی کی جگہ مناظرِ قدرت سے لگاؤ اور محبت، ستاروں، کاریزوں، چشموں، سوتوں، شہابیات، سموم اور دیگر ہواؤں، طبی مفردات، نباتیات، حیوانیات اور اسی طرح کے انتظاماتِ فطرت کے کارآمد قواعد سے واقفیت آئندہ زندگی میں مفید ثابت ہوتی ہے۔ بڑے اور ہونہار لوگوں کی باتیں عامیوں کو بڑی عجیب لگتی ہیں۔ مگر بڑے لوگ خود بھی تو عجیب ہی انسان ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں رسولِ کریمؐ اپنی آیا کے صرف ایک طرف سے دودھ پیا کرتے تھے۔ اور اس کا دوسرا دودھ اپنے دودھ بھائی کے لئے چھوڑ دیا کرتے تھے۔

۴۱۹۔ ہونہار بچوں میں کم عمری میں بھی چھیلا پن اور شوخی ہوتی ہے۔ آنحضرتؐ کی معمّر تر دودھ بہن لڑکی شیمار کا بیان ہے کہ جب وہ آنحضرتؐ کے ساتھ بچپن میں کھیلا کرتی تو ایک دن آپؐ نے اُسے اس زور سے کاٹا کہ تمام عمر دانت کے نشان جسم پر باقی رہے اور یہ نشان ایک نعمت بھی ثابت ہوتے۔ چنانچہ بعد کو تاجدارِ مدینہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایک فوج چند لوگوں کو گرفتار کرکے لائی تو ان میں یہ بھی تھی اور اُس نے کہا: "محمدؐ میں تیری دودھ بہن ہوں، چنانچہ تیرے کاٹے کا نشان اب تک میرے کندھے پر موجود ہے"۔ آنحضرت بڑی محبت سے پیش آتے اور انعام واکرام دے کر اعزاز سے اس کے گھر بھجوا دیا۔

۴۲۰۔ ایک دوسرا واقعہ اس وقت کا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کوئی پچیس سال کی ہوگی۔ آپؐ کے شہر والوں سے بعض دیگر قبائل کی چل گئی تھی اور حربِ فجار پیش آئی۔ آنحضرتؐ اپنے چچاؤں کے ساتھ جنگ کو گئے اور ذرا نہ لڑے بلکہ تیر اٹھا کر اپنے چچاؤں کو دیتے گئے کہ ماریئے! اس جنگ سے واپس آتے ہی شہرِ مکہ کے چند انسانیت پرور لوگوں نے ایک جلسہ طلب کیا اور بتایا کہ ہم خدا کے

گھر کے پاسباں ہو کر ظلم اور زیادتی کیا کریں تو یہ بڑے شرم کی بات ہے۔ ہمیں دنیا کے سامنے ایک نمونہ اور مثال پیش کرنی چاہیئے" چنانچہ سب حاضرین اور ان کے رشتہ داروں نے حلف اٹھایا کہ آج سے ہم نہ تو خود کسی پر ظلم کریں گے اور نہ ہماری آنکھوں کے سامنے کسی پر ظلم ہوتا ہوا باقی رہنے دیں گے، اور اس وقت تک چین نہ لیں گے جب تک مظلوم کو اس کا حق ظالم سے نہ دلا دیں۔ اس حلف کا نام حِلف الفضول تھا۔ اور اس رضا کار جمعیت میں بڑے جوش و خروش اور خوشی خوشی وہ نوجوان بھی شریک تھا جو تمام کائنات سے ظلم کو مٹانے پر کمر باندھتا ہے، اور جس کی مہم اس کے جانشین چودہ سو برس سے اب تک لگاتار چلاتے ہیں۔ اس حِلف کے تحت آنحضرتؐ نے کئی ایک مرتبہ بڑے بڑے سرکشوں کا سر نیچا کیا، اور ابوجہل جیسے سرپھرے شخص سے ایک اراشی قبیلے والے کا حق دلایا، جس کا ذکر تفصیل سے ابنِ ہشام وغیرہ نے کیا ہے۔

۲۷ یہی انصاف پسند طبیعت تھی جس نے زبانِ خلق سے آپؐ کو "الامین" (امانتدار) کا قابلِ رشک خطاب دلایا۔ قریش آپؐ سے لڑتے تھے۔ آپؐ کے خون کے پیاسے تھے۔ آپؐ کا مال و متاع لوٹ لینے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ ... ایسے وقت میں بھی آپ کے پاس اپنا مال لاکر امانت رکھانے سے نہیں ہچکچاتے تھے، اور وہ ٹھیک کرتے تھے۔ چنانچہ ہجرت کے وقت جب ایک مکمل و منظم سازش ... کی جان لینے کی کی گئی اور کسی طرح آپؐ بچ گئے تو جاتے ہوئے اپنے چچا زاد بھائی کو تمام امانتیں دے گئے کہ انھیں اقدام قتل کرنے والوں میں سے اصل مالکوں کو واپس کر دیں کہ اب مزید عرصہ حفاظت ممکن نہیں۔ یہی وہ خصلت تھی جس سے وہ لوگ بھی رام ہوتے گئے جنھیں تلوار کچھ نہ سمجھا سکتی تھی۔ اپنوں ہی سے نہیں غیروں اور ذمیوں بلکہ دشمنوں کے ساتھ بھی بات کا پاس کرنا اور اعتماد

Marfat.com

شکنی سے اجتناب کرنا جس طرح پہلے مفید تھا آج بھی ویسا ہی واجب التعمیل اور یقیناً باعثِ برکت و فلاح ہے۔

۴۲۲۔ یہی امانت و راست بازی تھی کہ بڑے بڑے مشکل مسائل میں لوگ آپؐ کو ثالث بناتے تھے۔ اور آپؐ کے حکم کو کتنا ہی اپنی خواہش کے خلاف ہو ہنسی خوشی مان لیتے تھے۔ اور آنحضرتؐ موقع ملنے پر بھی کبھی ناحق اپنے رشتہ داروں، دوستوں کا ساتھ نہیں دیتے تھے۔ کعبے کی تعمیر میں حجرِ اسود کے نصب کرنے کا واقعہ سب جانتے ہیں۔ آنحضرتؐ حَکَم تھے۔ اگر چاہتے تو فیصلہ کر دیتے کہ حق بنی ہاشم یعنی اپنے خاندان کا ہے۔ مگر آپؐ نے اس قومی معبد کے ایک اعزازی کام کی انجام دہی کا اعزاز پوری قوم کو دلایا اور اس وسعتِ قلبی سے آپؐ کا اعزاز اس سے بہت بڑھ گیا جتنا محض ایک پتھر کو کسی معبد کی ایک دیوار میں لگانے سے حاصل ہوتا۔ حجرِ اسود کو اٹھانے والوں کے نام دوست بھی اور دشمن بھی عزت کے ساتھ یاد رکھتے ہیں۔

۴۲۳۔ اس امانت داری کے ساتھ ساتھ خودداری کا وصف بھی آپؐ میں بہت نمایاں نظر آتا ہے۔ آپؐ یتیم پیدا ہوئے۔ چند سال میں دادا بھی چل بسے تو چچا کے گھر جا رہے۔ چچا کا کنبہ بڑا تھا اور دل بھی بڑا تھا، اسی لئے گھر میں تنگی رہتی تھی۔ آج کل کس بھتیجے کو پروا ہے کہ وہ اپنے کفیل چچا کا روزگار کمانے میں ہاتھ بٹائے، خود آگے بڑھنا درکنار۔ اگر چچا حکم بھی دے تو ہزار طرح اُسے ٹالنے اور کام کو عملاً بگاڑنے کی کوشش کریں گے۔ مگر سچے معلّمِ اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم کہنے سے پہلے خود عمل کرتے تھے۔ ابھی آپؐ کی عمر پندرہ ایک سال ہی کی تھی کہ چچا روزگار کے دھندے میں کچھ اسبابِ تجارت لے کر فلسطین روانہ ہوئے۔ آنحضرتؐ رونے لگے کہ مجھے بھی ساتھ لے چلو، اور چچا کو مجبور کر دیا۔ راستے میں آپؐ چچا کی ہر طرح خدمت کرتے گئے۔ اسباب کی حفاظت اور دیکھ بھال کرنا اور اسی طرح کے سعادت مندانہ

Marfat.com

کام آپؐ نے اپنے ذمے لیئے۔ اور اپنی موجودگی سے چچا کو ہر فکر سے آزاد کر دیا اور وہ اچھے سے اچھے داموں اسباب فروخت کرنے میں کامیاب ہوتے۔

۴۲۴۔ چند سال بعد چچا ضعیف ہو گئے تو تنہا خود اپنا اور بعض شہر والوں کا سامان لے کر فلسطین گئے۔ اور کاروبار کے ذریعے سے اس قابل ہو گئے کہ نہ صرف اپنی آپ پرورش کرنے لگے۔ بلکہ چچا کو بھی مدد دینے لگے۔ اور چچا کے ایک بیٹے کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا کر پالنے لگے۔

۴۲۵۔ حرکت میں برکت ہے اور دیانت میں نفع ہی نفع ہے۔ آنحضرتؐ شام، یمن اور بحرین (احساء) وعمان جیسے دور دراز مقاموں کا سفر کرنے لگے، اور کاروانی کاروبار تجارت کے باعث شہر کے بڑے بڑے لوگ ساجھا کرنے کے لیئے بلانے لگے۔ آپؐ کے بعض ساتھی کہا کرتے تھے کہ "زمانہ جاہلیت میں ہم نے محمدؐ کے ساتھ تجارتی ساجھا کیا مگر ہمیں یاد نہیں کہ کبھی بھی آپؐ نے حساب کے بارے میں کچھ جھگڑا کیا ہو۔ اگر ہم آپؐ کا اسباب لے کر جاتے تو واپسی پر آپؐ ہم سے صرف خیریت اور مزاج کی کیفیت پوچھتے اور مال کا ذکر تک نہ کرتے۔ اور اگر خود اسباب لے کر جاتے تو سب سے پہلے اس کا ہم سے تذکرہ کرتے۔ اور حساب چکانے کے پہلے گھر تک نہ جاتے۔"

۴۲۶۔ اسی حسنِ سیرت نے آپؐ کو دولت کے ساتھ شفیق وحسین رفیق زندگی بھی مہیا کیا اور مکے کی لکھ پتی بیوہ بی بی خدیجہؓ نے خود ہو کر آپؐ سے نکاح کی خواہش کی۔ اس دولت سے آپؐ نے جو کام کیا، اُسے آپؐ کے چچا نے ؎

وابیض یستسقی الغمام بوجہہ ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

(وہ گورا چِٹّا جس کا واسطہ دے کر بارش کی دُعا مانگی جاتی ہے۔ جو یتیموں کا ملجا ہے تو بیواؤں کا ماوا) کہہ کر ثبتِ تاریخ کیا ہے۔

Marfat.com

آنحضرت صلعم کا سلوک نوجوانوں کے ساتھ

۴۲۷۔ سیرت نبویہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ذمہ داری کا کام اکثر نوجوانوں ہی کے سپرد کیا جاتا تھا۔ اس کی متعدد نظیریں تاریخ نے صراحت سے مہیّا کی ہیں۔

۴۲۸۔ چنانچہ جب کسی قبیلے نے اسلام قبول کیا تو آنحضرتؐ نے کسی ذہین و فطین نوجوان کو اس کا سردار مقرر کیا۔ اصل میں معیار یہ تھا کہ اسلامی اصول و شریعت سے کون زیادہ واقف ہے، نماز پڑھانے کے لیئے قرآن کی سورتیں کس کو زیادہ یاد ہیں، کون اپنے نئے دین سے زیادہ جوش اور دلچسپی کا اظہار کرتا ہے؛ اور یہ صفتیں عموماً نوجوانوں میں پائی جاتی ہیں۔ عموماً نوجوان مدینہ آکر زیادہ تیزی سے قرآنی سورتیں حفظ کر لیتے تھے۔ دیگر امور مثلاً مال و دولت، وجاہت و تجربہ زیادہ پیش نظر نہیں رہتا تھا۔ ایک صحابی سلمۃ الجرمی کا بیان ہے کہ جب میں اپنے قبیلے والوں کے ساتھ مسلمان ہوا تو میری عمر بہت کم تھی لیکن قرآنی سورتیں زیادہ یاد ہونے سے آنحضرت نے مجھے میرے قبیلے کا امام مقرر فرما دیا۔ ایک بہت چھوٹی (ناف سے گھٹنوں تک جانے والی) تہمد کے سوا میرے پاس کپڑے بھی کچھ نہ تھے۔ آخر ایک دن قبیلے کی ایک عورت نے ہمارے مجمع سے مخاطب ہو کر کہا:۔ اجی اس لونڈے کو کچھ کپڑے بنا کر دو ورنہ خواہ مخواہ ہماری نماز خراب ہوتی ہے[1]۔ اس پر قبیلے والوں نے چندہ کر کے مجھے ایک جوڑا بنا دیا، اور مجھے اس سے اس وقت اتنی خوشی ہوئی تھی کہ بیان سے باہر ہے۔

---

[1] اس سے سجدے کے وقت بے ستری ہو جاتی تھی۔ (صحیح بخاری ۶۴/۵۳ - ۲، ابن سعد ۱/۲ صفحہ ۶۳ تا صفحہ ۶۴ وغیرہ)۔

۲۹ہ۔ مدینہ ہجرت کر آتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کے سامنے ایک چبوترہ بنا دیا، جس پر سائبان بھی تھا، اُسے صُفّہ کہتے تھے۔ دن کو یہ مدرسہ (بلکہ جامعہ) بن جاتا تھا اور رات کو دار الاقامہ اور بورڈنگ۔ یہاں اعلیٰ تعلیم تو خود رسولِ کریم دیا کرتے تھے، لیکن ابتدائی تعلیم اور لکھنا پڑھنا سکھانا، یہ کام نوجوان رضا کاروں کے سپرد تھا۔ ہجرت کے ڈیڑھ ہی سال بعد بدر کی جنگ پیش آئی اور مکّے کے قیدیوں کا فدیہ آنحضرتؐ نے یہ مقرر فرمایا کہ ہر شخص مدینے کے دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائے۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے اسی طرح لکھنا سیکھا اور ان کی ذہانت اور خوشخطی کو دیکھ کر آنحضرتؐ نے انھیں اپنا میر منشی (چیف سیکرٹری) مقرر کر لیا۔ معاہدات کا لکھنا اور راز کی خط و کتابت انھیں سے متعلق تھی۔ ان کی ذہانت کا اندازہ اس سے کیجیے کہ فارسی، حبشی، یونانی اور عبرانی زبانیں بھی اپنے شوق سے مدینہ آنے والے مسافروں سے چند روز میں سیکھ لیں۔ اور جب آنحضرتؐ نے انھیں عبرانی خط سیکھنے کا حکم دیا تو پندرہ دن میں اس میں مہارت پیدا کر لی تاکہ یہودیوں سے خط و کتابت میں اسلامی محکمہ خارجہ کسی غیر مسلم یہودی کا محتاج نہ رہے۔ حضرت زید بن ثابتؓ کے علاوہ دیگر کاتب بھی اکثر نوعمر تھے۔ حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ، حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ سب نوجوان لوگ تھے۔

۳۰ہ۔ اس سے بڑھ کر، اہم اور ذمّہ داری کے کام بھی کثرت سے نوجوانوں کے سپرد کیے جاتے تھے۔ حضرت اسامہؓ بن زید کو بارہا فوج کا سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ جنگِ خیبر میں حضرت علیؓ کی عمر مشکل سے پچیس سال کی ہوگی۔ انھیں ایک بہت اہم معرکے کا افسر بنایا گیا۔ اس کے بعد کے سالوں میں انھیں گورنر اور قاضی جیسے عہدے بھی دیے گئے۔ حضرت عمروؓ بن حزم اور حضرت معاذؓ بن جبل بھی بہت

Marfat.com

نوعمر صحابہؓ تھے۔ انھیں یمن کے اہم صوبے کا علی الترتیب گورنر اور انسپکٹر جنرل تعلیم بنایا گیا۔ حضرت معاذ کے متعلق مؤرخ طبری نے لکھا ہے کہ ان کا یہ کام تھا کہ گاؤں گاؤں اور ضلع ضلع دورہ کریں اور وہاں تعلیم کی نگرانی اور بندوبست کریں۔

۴۳۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ذاتی صلاحیتیں دیکھ کر مختلف نوجوانوں کو یک فنّی تخصیص کا موقع دیا۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ حساب کے بھی ماہر تھے۔ اس لیے انھیں تقسیم ترکہ کے ریاضیاتی فن کا امام قرار دیا۔ کسی کو فن تجوید اور قرأت کا ماہر، کسی کو عام مسئلے مسائل اور فقہ کا مستند عالم قرار دیا اور حکم دیا کہ جس کسی کو ان فنون کے متعلق کچھ پوچھنا ہو تو ان ماہرین سے پوچھ لے۔

۴۳۲۔ آنحضرتؐ کے مشیرانِ خاص بھی اکثر نوجوان تھے۔ ایک حضرت ابوبکرؓ کو چھوڑ کر، جو آنحضرتؐ کے تقریبًا ہمعمر تھے، باقی تمام اکابر صحابہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت ابن مسعودؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت ابن الجراح سب ہجرت کے وقت نوعمر تھے۔ حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت زید بن ثابتؓ وغیرہ تو محض بچّے تھے۔

۴۳۳۔ آنحضرت حسبِ احکام قرآن ہر امر میں مشورہ فرمایا کرتے تھے، جس کا منشاء نوجوانوں کی تربیت تھا۔ وہ واقعات اور گتھیوں سے واقف ہوتے اور آنحضرتؐ کے فیصلے کو آخر میں سنتے اور اس طرح آیندہ اہم کاموں کے لئے تیار ہوتے جاتے[1]

---

[1] ابنِ کثیر کی الفصول فی سیرۃ الرسول (مخطوطہ ایا صوفیا، استانبول، ورق ۱۰۱ ب) میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے: "میں نے رسول اللہ سے بڑھ کر کسی شخص کو اپنے ساتھیوں سے (باقی آگے دیکھیے)

Marfat.com

۴۳۴۔ انتظامِ مملکت اور سیاستِ مدن کے لئے جہاں بہت سے عام ادارے (گورنری، عدالت، تحصیل مالگزاری وغیرہ) قائم ہوئے وہیں شہروں اور قبیلوں کا اندرونی نظام بھی درست کیا گیا۔ ہر گاؤں یا بڑے شہر کے ہر محلے میں ہر دس دس آدمیوں پر ایک عریف مقرر ہوتا تھا۔ اور جملہ مقامی عریفوں کا ایک نقیب ہوتا جو براہ راست عامل (گورنر) کے پاس جواب دہ ہوتا۔ اور عامل کے احکام کا نفاذ بھی اس کے ذریعے سے ہوتا۔ عریف کا کام عموماً نوجوانوں کو دیا جاتا اور وہ بڑی مستعدی اور پھرتی سے اپنے فرائض بجالاتے۔ ہوازن کے قیدیوں کی رہائی کے متعلق ہزاروں ہی آدمیوں سے رائے لینی تھی۔ یہ کام عریفوں نے دیکھتے کے دیکھتے انجام دے دیا۔ اور نتیجہ آکر آنحضرت کو سُنا دیا۔

۴۳۵۔ حوصلہ افزائی کے لئے نوجوانوں کو شاباشی اور انعام واکرام کی بھی کمی نہ تھی۔ اور نوجوانوں کی تربیت پر توجہ کرنا ہی وہ راز معلوم ہوتا ہے کہ وہ قوم جس نے ابتدائے آفرینش سے کبھی حکومت کا نام نہ سنا تھا، وہ پندرہ بیس سال ہی میں جب تین براعظموں کی مالک بن جاتی ہے تو ایسے اچھے مدبر اور سپہ سالار اور منتظم افسر بھی مہیا کرنے کے قابل ہو جاتی ہے جن پر تاریخ انسانیت فخر کر سکتی ہے۔ آج تہذیب و تمدن کے دعویداروں اور کمالات انسانی کے مالکوں میں سے کونسی گوری سے گوری قوم ہے جو اس اسلامی نظیر کا جواب پیش کر سکتی ہو کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں جب ایک شہر پر قبضہ ہوا اور حسبِ معمول شہریوں سے حفاظتی ٹیکس وصول کیا گیا لیکن جلدی ہی جنگی ضرورت

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ:۔ مشورہ کرتے نہ پایا۔" اور یہ بھی کہا ہے کہ امام شافعیؒ نے حسن بصری کا قول نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ مشورے سے مستغنی تھے۔ لیکن حضورؐ کا منشا یہ تھا کہ اپنے بعد آنے والے حاکموں کے لئے ایک سنت چھوڑ جائیں۔

سے شہر کا تخلیہ کر کے اسلامی فوج کو وہاں سے ہٹ آنا پڑا تو جملہ حفاظتی ٹیکس شہریوں کو یہ کہہ کر واپس کر دیا گیا کہ اب ہم تمہاری حفاظت کے قابل نہیں ہیں اور ہمیں یہ رقم رکھنے کا کوئی حق نہیں۔ آج مہذب سے مہذب قوموں میں سے کون اس نظیر کا جواب پیش کر سکتی ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک محصور شہر کے لوگوں نے بعض سابقہ تعلقات کی بناء پر محاصر کنندہ فوج کے ایک غلام سے امن نامہ حاصل کر لیا۔ اور فوج کا سپہ سالار مجبور ہو گیا کہ اس مسلمان کی بات کا پاس کرے جو چاہے کتنا ہی کم حیثیت اور ادنیٰ مرتبے کا غلام ہی کیوں نہ ہو۔

۴۳۶۔ اصل میں اعلیٰ تعلیم اتنی اہمیت نہیں رکھتی جتنی اعلیٰ تعمیل، اسلام نے کبھی دکھاوے کی خوشنما مگر ناقابلِ عمل تعلیم نہ دی کہ کوئی ایک طمانچہ لگائے تو دوسرا گال بھی ضرور ہی پیش کر دو۔ کوئی کوٹ چھین لے تو قمیص بھی ضرور ہی اتار کر دے دو۔ اسلام نے اوسط انسانوں کی قابلیت کا لحاظ کر کے قواعد بنائے اور اُن کی انتہائی تعمیل ادنیٰ اور اعلیٰ سب سے کرائی۔ اِن احکام کا بادشاہِ وقت بھی اتنا ہی پابند ہے جتنا کوئی غلام۔ اِیثار اور فرشتہ سیرت اعمال کی تعریف تو کی۔ مگر ویسا کرنا ہر کسی پر واجب نہیں کر دیا۔ یہ اصول اسلامی تعلیم کے ہر جُزء میں نظر آئے گا۔

اسپورٹ اور مردانہ کھیل

۴۳۷۔ مردانگی اور چُستی پیدا کرنے کے لئے جہاں ذہنی تربیت کی ضرورت پڑتی ہے وہیں جسمانی ریاضت بھی ناگزیر ہوتی ہے۔ اسی لئے یہ سوال دلچسپ ہے کہ عہدِ نبویؐ میں اسپورٹ کی کس حد تک سرپرستی اور حوصلہ افزائی کی جاتی تھی۔

۴۳۸۔ عالم کی آقائی چاہنے والوں کے لئے نشانہ اندازی اور شہ سواری کی جتنی ضرورت ہے وہ ظاہر ہے۔ اسی لئے ہمیں کوئی تعجب نہ ہونا چاہئے۔ جب ایک حدیث میں

یہ بیان کیا گیا ہو کہ "ہر کھیل کود بُرا ہے سوائے شہ سواری، نشان اندازی اور اہل و عیال کو خوش کرنے والی باتوں کے" یہ بیان کرنے کی حاجت نہیں کہ جب تک موٹر اور ریل اور ہوائی جہاز نہ تھے، تو شہ سواری سے مراد صرف گھوڑے کی سواری ہوتی تھی۔ اور اسی طرح جب تک توپ اور بندوق اور سنگیں اور تارپیڈو نہ بنے، نشانہ اندازی سے مراد صرف تیر اندازی ہوتی رہی۔

۴۳۹۔ عرب میں خاص کر حجاز میں تیرنے کی ضرورت کم پڑتی ہے۔ اس کے باوجود خود آنحضرتؐ نے کم عمری میں اپنی ننھیال کے کوئیں میں تیرنا سیکھا تھا۔ اور اس کی آئندہ اوروں کو ترغیب بھی دیتے رہے۔

۴۴۰۔ کشتی کا فن بھی اس ضمن میں بیان ہو سکتا ہے۔ آنحضرتؐ کا رُکانہ پہلوان کو مسلسل تین بار کشتی میں پٹکنا تاریخ کا ایک مشہور واقعہ ہے۔ مدینے میں بھی آپ اس کی اکثر سرپرستی فرماتے تھے۔ جنگِ اُحد کے موقع پر چند نو عمر رضا کارؓں کو کشتی لڑنے میں ماہر ہونے کے باعث باوجود کم عمری کے فوج میں بھرتی ہونے کی اجازت دی گئی تھی۔

۴۴۱۔ دَوڑ کے سلسلے میں آدمیوں کی، گھوڑوں، گدھوں اور اونٹوں کی دوڑ سب سے زیادہ مقبول تھی۔ آنحضرتؐ اس پر خود انعام دیا کرتے تھے۔ تربیت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ گھوڑوں کے لئے الگ الگ مسافتیں مقرر تھیں۔ وہ مقام اب تک مدینہ منورہ میں محفوظ ہیں جہاں سے شرط کے گھوڑے وغیرہ روانہ ہوتے تھے اور وہ مقام بھی جہاں کھڑے ہو کر آنحضرتؐ جیتنے والے کا تعین کرتے تھے۔ اس آخر الذکر مقام پر اب ایک مسجد ہے جو مسجد السبق (دَوڑ کی مسجد) کے نام سے موسوم ہے۔ دوڑ میں انعام اوّل دوم سوم چہارم متعدد افراد کو ملتے تھے۔ کبھی یہ انعام کچھ کھانے کی چیزیں مثلاً کھجور ہوتے تھے، اور کبھی کوئی چیز جن کی تفصیل سیرت شامی

بھی ملتی ہے۔

۴۴۲۔ نشانہ اندازی کے انعامات اور اس کی ترغیب و تحریص کا ذکر کثرت سے احادیث میں آیا ہے۔ ابن القیم نے اپنی کتاب الفروسیہ (ص ۷) میں ذکر کیا ہے کہ علاوہ اور چیزوں میں مسابقت کے، عہدِ نبویؐ میں وزنی پتھروں کے اٹھا سکنے کے بھی مقابلہ ہوا کرتے تھے۔ اور رسول اکرمؐ اسے روا رکھتے تھے۔ نیزہ بازی (دِرکلہ) کے علاوہ عہدِ نبویؐ میں کُجّہ اور کُرَّک کھیلوں کا بھی نوعمروں میں رواج نظر آتا تھا۔

۴۴۳۔ بچوں کے ساتھ عورتوں کا بھی اس سلسلے میں ذکر کیا جا سکتا ہے۔ بی بی عائشہؓ کے ساتھ خود آنحضرتؐ کا دو مرتبہ دَوڑ میں مقابلہ کرنا مشہور واقعہ ہے۔ جنگ ہائے بدر و اُحد وغیرہ میں زنانہ رضاکار زخمیوں کی مرہم پٹی، پانی پلانے، تیر چُن کر اپنے ساتھیوں کو دینے، بلکہ خود تلوار کھینچ کر لڑنے کے کام انجام دیتی رہی ہیں۔ بی بی عائشہ بی بی صفیہ وغیرہ خاندانِ نبویؐ کی افراد بھی ان میں برابر کا حصہ لیتی رہی ہیں۔ بعد کے زمانے میں حضرت خالد بن الولید کی لڑکیوں کی شہسواری مشہور ہے۔ اور فنون مدافعت عورتوں کو بھی ضرور سکھائے جاتے رہے ہیں۔

۴۴۴۔ یہ تو آپؐ کے عمل کا سرسری تذکرہ تھا۔ آخر میں آپ کی تعلیم پر بھی کچھ نظر ڈالنی ضروری ہے۔

۴۴۵۔ ایمان لانے کے بعد کسی شخص کو نماز، روزہ، حج اور زکات کا پابند کیا جاتا ہے۔

۴۴۶۔ نماز میں صف آرائی، اجتماعی ہمکاری، فوج کا گھروں اور بارکوں سے اذان کی آواز پر اجتماع گاہ میں پہنچ جانا۔ اثنائے نماز میں امام مرض یا حدث وغیرہ کی وجہ سے نماز سے الگ ہو جائے تو فوراً سینیر مقتدی کا اس کی جگہ لے کر بقیہ نماز کی تکمیل کرانا، نمازِ خوف کا انتظام، پنج وقتہ محلہ داری، ہر ہفتہ شہر داری اور ہر سال دو مرتبہ شہر و مضافات کے عام اجتماع، رکوع سجود کے ذریعے سے جسم میں لچک اور قوت

Marfat.com

پیدا کرنا ـــــ غرض روحانی کے ساتھ بیسیوں عسکری مصالح نظر آتے ہیں۔

۴۷ ۴۔ فوجوں کو کھانے پینے کی چیزیں ہر وقت کہاں مل سکتی ہیں۔ روزے اور تراویح کے ذریعے سے ہر موسم میں دن بھر اور رات کے خاصے حصے میں بھوکے پیاسے کام کو جاری رکھنے کی جو تربیت ملتی ہے، اس کے نتائج کا اعتراف گھر والوں سے نہیں حریفوں سے پوچھیے۔

۴۸ ۴۔ فوج کو کوچ اور پڑاؤ کی جتنی ضرورت ہوتی ہے، اس کے لیے حج اور میدان عرفات سے بہتر کیا مقام مل سکتے ہیں۔ تمام دنیا سے لوگ آئیں اور اس بے آب و گیاہ مقام پر کوچ اور کیمپ کی تربیت حاصل کریں۔ دن کو آئیں مغرب تک ٹھہریں۔ آگے جا کر رات گزاریں۔ علی الصبح پھر آگے بڑھیں۔ راستے میں کوئی بازار نہیں، کوئی ہوٹل اور کوئی مکان نہیں۔ ہر چیز خیمہ، توشہ سب ساتھ لینا پڑتا ہے اور عالمگیر اخوت و تنظیم کا مکمل مظاہرہ ہوتا ہے۔ ہم خیالی سے بہتر اتحاد کا کوئی ذریعہ نہیں۔ زبان، رنگ، ملک اور اسی طرح کے ذرائع اتحاد کچھ اتنے سطحی ہیں کہ اولادِ آدمؑ و حوّا کو ان خود ساختہ تفریحات کے ذریعے سے اپنی یک جہتی کو نقصان پہنچانا جتنا مضر اور خونریز ثابت ہوا ہے، تاریخ اس کے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔

۴۹ ۴۔ معاشیات کو سیاسی رفتار و حالات میں جتنا دخل ہے اس سے اب کسی کو انکار نہیں۔ سرمایہ داری اور سود خواری کی انسانیت سوز بے رحمیاں اور بالشوزم و کمیونزم کی لعنت اور بربادیاں ان دونوں انتہا پسندیوں کا علاج اسلام نے زکات و متعلقات کے ذریعے سے تجویز کیا۔ اس میں اخلاقی عناصر بھی ہیں، فطرتِ انسانی کا بھی لحاظ ہے۔ انفرادی ملکیت کو مکمل طور سے باقی رکھ کر اجتماعی ضروریات کی تکمیل کا پورا انتظام کیا گیا ہے۔ یہاں اس کی تفصیل ممکن نہیں۔ صرف اس امر کی جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ خانگی انتظامات ہوں کہ حکومتی، سب کیلئے

Marfat.com

روپے کی ضرورت ہے۔ اور کوئی سخت اور ناقابلِ برداشت بار ڈالے بغیر ضرورت سے زیادہ رقم والوں سے ان کی بچت کا ایک خفیف جز اس غرض کے لئے حاصل کر لیا جاتا ہے، اور محتاجوں اور ضرورت مندوں کے کام کے لئے اس کو معیّن کیا جاتا ہے۔

۵۰۔ جب نماز، روزہ، حج اور زکات کے ارکان چہار گانہ کی پوری تعمیل ہوتی ہے تو پھر نوجوانوں کے لئے ممکن ہوتا ہے کہ اپنے فرض کفایہ یعنی جہاد کو انجام دے سکیں جس کا مقصد دُنیا میں ربُّ العالمین کی حکومت قائم کرنا اور روزِ ازل میں اپنے سرلی ہوئی امانت الٰہی کی تکمیل کرنا ہے کہ :۔

۵۱۔ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۔

(نشریہ انجمن مسلم نوجوانان ۔ سکندر آباد دکن)

Marfat.com

اشاریہ

حوالے کے ہندسے نمبروں (پیراگراف) کے ہیں، صفحوں کے نہیں۔

(ح) = حاشیہ (ف) = فقرہ (ق) = قبیلہ، قوم (م) = مقام، ملک۔

(رضؓ) = رضی اللہ عنہ/عنہا (ؑ) = علیہ/علیہا السلام (ﷺ) = صلی اللہ علیہ وسلم۔

آبِ حیات ۲۸۹ح

آبادی، مدینے کی ۹۹

آبرو ۲۲۶

آبنائے باب المندب ۳۲۱ح

آبنائے جبل الطارق ۳۲۱ح

آبنائے داردانیل ۳۲۱ح

آبنائے طرابلس ۳۲۱ح

آبنائے عمان ۳۲۱ح

آبنائے ملاقہ ۳۲۱ح

آتش زدگی ۶۹

آدابِ قضاءت ۲۲۱۔ قضاءت

آدمؑ ۱۲۶۔ ۲۲۶۔ ۳۱۹

آرمینیا ۳۱۷

آرنلڈ ونک، مستشرق ۴۰۷ح

آرنلڈ، مستشرق ۱۵۴

آسٹریا (م) ۳۸۰

آکسفرڈ (م) ۲۱۲۔ ۲۴۲ح

آلِ مسروق (ق) ۶۴ ـ ۳۰۶

آنحضرتﷺ کی ذات کے خلاف مقدمے ۱۰۳

آنکھ کے بدلے آنکھ ۱۹۰ ـ ۲۰۲ح

آیا صوفیا، مسجد ۳۳۴ح

ابراہیمؑ ۲۵۔ ۲۵۔ ۱۲۳ح ـ ۱۲۷ ـ
۲۰۲ح ـ ۳۱۰ ـ ۳۸۲ ـ ۳۸۴ح ـ
۳۸۵ ـ

اَبرہہ ۲۷ ـ ۶۴ح

الاِبشیہی ۱۸۷

ابن ابی اُصَیبعہ ۹۰
ابنِ اسحاق ۹۵-۱۱۴
ابن الجرّاحؓ ۳۲۴-ابُوعبیدہ
ابن الجوزی ۱۹۸ح-۲۱۷
ابنِ حَبیب ۹۴ح-۴۶ح-۶۸
۳۱۳ح-محمد بن حبیب
ابنِ حنبل ۱۹۵ح-۲۰۶ح-۲۰۸
ح-۲۵۰ح-۲۸۷
ابن خَلدون ۱۴۲-۳۰۲
ابن دُرید ۴۶-۴۷ح-۵۲ح-۸۲
ابنِ رُشد ۳۶۵
ابنِ سعد ۲۵ح-۴۰ح-۴۴ح-
۶۱ح-۱۹۵ح-۲۶۱ح-۲۶۷-
۲۸۷ح-۳۰۶-۳۳۷-۳۹۵-
۴۲۸-
ابنِ سُنی ۲۸۲ح
ابنِ سیدالنّاس ۱۹۲ح
ابنِ عباسؓ ۳۲۴
ابنِ عبدالبَر ۲۹۰ح
ابنِ عبدربہ ۴۰ح-۴۱-۴۵ح-
۵۸-۶۳ح-۶۴ح-۶۶ح-۸۰
ابن العربی ۱۷۲ح
ابنِ عساکر ۴۶ح-۲۱۸
ابن عُمرؓ ۳۲۴
ابنِ فضل اللہ العُمری ۹۳ح-
ابنِ فہد ۲۵ح
ابنِ قُتَیبہ ۲۵ح-۳۹-۱۸۹-۲۳۷-
۳۰۶-۳۵۶-
ابنِ القَیّم ۱۹۹ح-۲۰۶ح-۳۶۳ح
ابنِ کثیر ۱۸۹ح-۱۹۲ح
ابنِ ماجہ ۱۹۵ح-۲۰۶ح-۲۰۸ح
۲۵۴ح-۲۸۲ح-۲۸۹ح-۲۹۰ح
ابنِ مسعودؓ ۲۹۴-۳۲۴
ابنِ مَندہ ۲۸۲ح
ابنِ ہِشام ۲۴-۲۹ح-۳۰-۳۱ح
۴۰ح-۴۸ح-۵۳ح-۵۴ح-۶۱-
ح-۶۳ح-۶۴ح-۹۸ح-۹۹ح
۱۰۰-۱۸۹ح-۱۹۰-۱۹۵-۲۰۱ح-
۲۱۴ح-۲۱۶ح-۲۲۶ح-۳۱۳ح
۳۳۷-۳۴۳ح-۳۵۴
ابوالزبیر ۱۸۹-۳۵۶
ابوبکر صدیقؓ ۷۵-۲۰۶ح-۲۱۱-۲۱۶-۳۲۴

ابو ثعلبہ خشنیؓ ۳۷۶
ابو جہل ۶۴ - ۲۰۴
ابوالحکم ہانی - ۲۱۰
ابو حنیفہ ۳۴ ۱۴۳ - ۱۷۱ - ۳۶۵ - امام اعظمؒ
ابو داؤد ۱۰۸ - ۱۹۵ح - ۱۹۹ح -
۲۰۶ح - ۲۰۷ح - ۲۰۸ح - ۲۱۵ح
۲۵۰ح - ۲۶۱ح - ۲۸۲ح - ۲۸۹ح
ابو سفیانؓ ۳۱ح - ۵۲ح - ۷۸ح -
۸۸ - ۹۰ح - ۱۸۹ - ۳۲۸ - ۳۵۵ -
۳۵۶ - ۳۵۸ - ۳۶۸ - ۳۶۹ - ۳۷۰
۳۷۳ -
ابو شاہ ۲۰۱
ابو طالب ۲۹۰ح
ابو عامر راہب ۲۵ - ۱۸۹ح
ابو عُبید (القاسم بن سلّام) ۹۴ -
۵۲ح - ۱۱۴
ابو عُبیدہ بن الجراحؓ ۸۳ - ۹۵ - ۱۸۹
۲۱۲ح - ۴۰۸ - ابن الجراح
ابو لؤلؤہ ۱۷۲ح
ابو لہب ۱۸ح - ۳۸۶
ابو موسیٰ اشعریؓ ۲۱۲
ابو نُعیم ۳۱ح - ۲۸۲ح -
ابو ہریرہؓ ۳۴۳ح
ابو یعلیٰ الفراء ۳۶۴ -
ابو یوسف ۱۴۳ - ۳۹۸ -
اُبی بن کعبؓ ۲۸۰
اٹلی (م) ۱۲۱ - ۲۳۲ - ۳۸۰ -
اثینہ (م) ۶۶ح - ایتھنس
اجازہ، عہدہ ۴۰ - ۴۲ - ۵۹ - ۳۱۰ -
اجتہاد ۱۶۲ - ۱۹۸ح - ۱۹۹ - ۲۱۰ -
۲۲۵ - استنباط
اجماع ۱۶۲ - ۲۲۶
اجنبی ۸۵
اجنبی زبان ۲۸۱
اجنبی زبان کی تعلیم ۲۶۰
اَجیاد (م) ۲۳
اَحابیش (ق) ۴۴ - ۴۷ - ۳۲۴
اُحد، غزوۂ ۳۱ح - ۴۶ - ۳۱۵ - ۳۵۸
۴۴۰ - ۴۴۳
اِحرام ۳۲
احسان وعدل ۱۹۵ح - استحسان
الاحساء (م) ۲۵۴، البحرین، الحساء

Marfat.com

احمد امین ۲۳۸
احمد بن محمد الخزاوی ۳۲ ح
اخبار رہبر دکن ۳۰۲ ح - ۳۸۰ ح
اخبار کانٹی ننٹل ڈیلی میلی ۲۰۳ ح
اخبار لندن ٹائمز ۳۸۰
اخبارِ ہندو (مدراس) ۱۸۰ ح
اخلاق ۱۴۶ - ۱۶۸
اُخوت ۱۱۰
ادبیات ۹۰ - ۲۳۲ - ۲۳۴ - ۲۴۴
اڈوکیٹ ۲۰۷
اَذرُح (م) ۳۱۶
اَذرِعات (م) ۳۰۸
اَراش (ق) ۱۸۳ ح ۲۰۴
ارتداد ۳۹۰
ارِسطو ۹ - ۶۶ ح - ۸۵ ح - ۹۴
ارض موعود ۱۲۸
ازرقی ۲۴ ح - ۲۹ ح - ۳۰ - ۳۱ ح
۳۲ ح - ۴۰ ح - ۴۶ - ۵۴ ح - ۶۱ ح
- ۳۰۵
اَزلام، عہدہ - ۵۵ - ۷۳
الاَزہری ۳۸۱
اُسامہ بن زیدؓ ۳۰۴
اسباب (جزءِ بیت) ۹۰
اِسپارٹا (م) ۶۴ - ۸۹
اسپورٹ ۳۷۴
اسپین (م) ۲۳ - ۳۰۷ - ۳۱۷ - ۴۱۱ -
اِستبداد ۱۳۸ - ۱۵۴
اِستثنار از نماز وغیرہ ۳۷۷
اِستثنار ہجرت سے ۳۹۳
اِستحسان ۲۰۲ - ۲۲۵ - احسان
اِستصلاح ۲۰۲ ح
اِستصواب ۲۰۴
اِستنباط ۱۶۴ - اجتہاد
اِسرائیل، سلطنت ۲۰۷ ح
اسلام کا آغاز ۱۸۲
اسلامی مملکت ۱۳۷
اَسلم (ق) ۳۵۰ - ۳۸۹ ح - ۳۹۳ -
۳۹۴ -
اَسماء بن حارثۃ الاسلمیؓ ۳۸۹ ح
اسماعیلؑ ۲۵ - ۱۲۳ ح - ۳۰۶ - ۳۱۰ -
۳۸۳ ح
اسواق العرب ۳۰۸ - میلہ - بازار

Marfat.com

الاسود بن المُطَّلِب ۲۵ح
اِشپنگر، مستشرق ۲۵ح-۵۴-۹۶
اشتراکیّت ۱۱۷-۳۲۱ح
اشجع (ق) ۳۱۵-۳۴۸
اَشناق، عہدہ - ۴۲-۷۳-۷۵
اَشہرِ حُرُم ۶۱-۳۱۱- حرام مہینے
اَشیَمُ الضَبابیؓ ۲۰۴ح
اصحاب الفیل ۱۴ح- ہاتھی
اطاعتِ حکمران ۱۵۱
اعزاز نومسلم کا ۳۵۸
اعظم گڑھ (م) ۶۷ح
اَعِنّہ، عہدہ ۴۲-۶۵-۶۶- لگام-
اَعیانیّت ۵۴
اِفاضہ، عہدہ ۴۰-۵۹-۳۱۰
افریقا، افریقہ (م) ۱۷-۲۳-۱۱۵-
۳۲۰-۴۱۱
اَلاَفعیٰ بن الحُصَین ۱۸۹
افغانستان (م) ۳۲۱ح
افلاطون ۹
اقامت خانۂ طلبہ ۲۶۰
اقامت گاہ ۲۶۲
اقتدارِ اعلیٰ ۱۳۸-۱۴۴
اَقلیّت ۱۹۵
اَقیال، یمن کے ۳۰۵
الگزنڈر شاہ یوگوسلاویہ ۲۴ح
اللہ کا تصوّر ۸۷
الواحِ موسیٰؑ ۱۳۵- تختیاں
اُمِّ حبیبہؓ ۳۷۰-۳۷۱ح-۳۹۰
اُمّ القُریٰ (م) ۲۹-۳۰۵- مکہ
اِمام ۲۷۴
امامِ نماز ۴۴۶
امامِ اعظم ۱۴۲- ابوحنیفہ
امان دینا، دشمن کی جان ومال کو ۱۰۶
-۴۳۵
امانت کی واپسی ۲۲۶-۴۲۱
امانت داری ۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-
امانتِ الٰہی ۴۵۰
اُمّت ۱۶۹
اُمّتِ واحدہ ۱۱۰
امریکہ (امیرکہ) (م) ۱۷-۲۲-۳۳۰
اِمرؤ القَیس ۲۳۳
امن وصلح ۱۶۳

اموال مجرّہ، عہدہ ۴۲ - ۷۰ - ۷۴

اُمّی قوم ۲۳۲ح - ۲۴۹ - ۲۵۵

امیل تیان: تیان

الامینؐ ۴۲۱

اُمیّہ ۷۸ح

اُمیّہ بن ابی الصّلت یہودی شاعر ۲۴۴

انارکارس ۲۷۳

انتظامِ مملکت ۴۳۴

انتقام ۱۲۱ف۱۹ - ۱۶۵ - ۱۹۰

انتقام در انتقام ۱۱۵

انتقام کی حد ۲۲۷

انجمن قرضۂ حسنہ ۱۶۷ح

انجیر ۳۰۳

اِنجیل: کتاب

انجیل کا ترجمہ ۲۴۱

اَندلس (م) ۱۱۵

اِنڈونیشیا ۳۲۱ح

انصارؓ ۱۰۶ - ۱۰۸ - ۱۱۰ - ۱۱۱ - ۱۱۲ - ۱۱۴ - ۱۹۳ - ۱۹۷ -

اِنصاف رسانی ۱۰۳ - ۱۱۱ - ۲۰۱ - ۲۰۸ - عدل گستری

انعام و اکرام ۲۷۵ - ۳۳۵ - ۴۱۴

اِنفرادی ملکیّت ۴۴۹

اِنکار کرنا حکم بننے سے ۱۸۹ح

اِنگلستان (م) ۲۰۳ح - ۳۹۰

اَوتاد (بیت کا جزء) ۹۰

اُدھار تجارت ۲۷۵

اُور (م) ۳۸۲

اوراکل ۵۵ - دیوبانی

اورینٹل کانفرنس، آل انڈیا ۲۲ح

اَوس (ق) ۱۰۰ - ۳۳۰

الاَوس (ق) ۱۰۰ - ۳۳۰

الاَوس (ق) ۱۲۱ ص۲۶۴

اوطاس (م) ۲۷۷

اولینڈر مستشرق ۴۶ح

اولین مخلوق، قلم ۲۵۰

اونٹ ۲۲۶ - ۳۰۱ - ۳۷۳

اونی لباس ۱۸۹ح

اہلِ بیت نبویؐ ۲۲۶

اہلِ کتاب ۱۹۵

اہلِ کتاب کا طریق عمل ۱۲۴

Marfat.com

اِیاد (ق) ۲۵
ایتھنس (م) ۵۱ - ۹۴ - ۲۳۲ - اثینہ
ایرانی، ایرانی ۲۴ - ۲۵ - ۲۶ - ۲۸ -
۹۰ - ۹۸ - ۲۲۸ - ۲۹۰ ح - ۳۰۱ -
۳۰۵ - ۳۰۸ - ۳۱۵ - ۳۲۰ ح -
۳۲۲ - کسریٰ -
اَیسار، عہدہ ۴۲ - ۵۵ - ۷۳ -
ایشیا (م) ۱۱۵ - ۳۲۰ - ۴۱۱
اِیلاف ۲۵ - ۳۰۵
اِیلیوہ ۳۰۸
اَیلہ (م) ۳۰۱ - ۳۱۶
اَیلیوس گالوس، بادشاہ ۲۵
ایوانِ بالا وزیرین ۵۰
ترجمۂ انجیل ۲۴۱
توریت، کتاب
تیان، امیل ۱۸۷ ح - ۱۸۹ ح -
۲۱۱ - ۲۱۱ ح
بابل (م) ۲۰۲ ح
بات کا پاس ۳۵۱
بادبان ۱۵۳ ح
بادشاہ، بادشاہی ۱۰۰ - ۱۲۷ - ۱۳۰ -
۱۳۱ - ۱۳۲ - ۱۳۴ - ۱۳۶ - ۱۴۱ - ۱۴۱ - ۱۴۵
۲۱۶ - ۳۰۷ - ۳۰۸
باڈلین کتب خانہ ۲۱۷ ح، اوکسفرڈ
باربار (وحشی) ۸۴
بارتولد، مستشرق ۱۷۶ - ۴۰۵ ح
بارِ ثبوت ۲۰۸ - ۲۱۲ ثبوت
بارش ۵۹ - ۳۵۴ - ۴۲۶
بازار ۲۲۹ - ۲۳۸ - اسواق العرب،
میلہ -
بازی گاہ ۳۳
بالٹک (م) ۳۸۰
بالشویزم ۴۴۹
بائبل ۹۳ - توریت، انجیل
بُت پرستی ۱۵ - ۲۳ - ۳۱ - ۶۵ - ۶۶ -
۸۷ - ۲۹۵ - ۳۱۰ -
بُت خانہ ۷۳ - ۳۰۵ - ۳۷۷
بچے ۴۴۳
بحرالکاہل ۴۱۱
بحری سفر ۳۰۸ - سمندری سفری
بحرین (م) ۴۴ - ۶۴ - ۳۰۰ - ۳۰۱ -
۳۰۵ - ۳۰۶ - ۳۰۸ - ۳۱۵ - ۳۲۴

۳۲۵-۳۴۴-۳۸۲-۴۲۵-الاحساء
بخاری، امام ۴ح-۱۰۰-۱۱۰-۱۲۴
۱۹۵ح-۲۰۱ح-۲۰۶ح-۲۰۸ح
۲۶۳ح-۲۶۴ح-۲۷۲ح-
۲۸۱ح-۲۸۶ح-۲۹۰ح-۲۹۶
۴۲۸-
بخت نصر ۳۷۹
بدر، غزوہ ۵۲-۸۸-۱۰۷-۱۰۸-
۱۱۰-۱۱۴-۲۶۱-۳۱۵-۳۲۵-
۳۳۷-۴۲۹-۴۳۴-
بذرقہ ۲۳-۶۱-۶۳-۶۴-۲۲۹-
۳۰۶-۳۲۴-خفارہ
بدل، فوجی خدمت کا ۸۱
بدل، مجرم کا ۱۹۰
بدوی ۸۹-۳۸۱
بدوی وحشی ۱۷۷
بدھ مت ۱۴۵
برآمد غلہ ۳۴۴
برتن ۳۰۱
بردی کاغذ ۴۹
برہنہ طواف ۱۷-۱۷ح

بریز، درہ (م) ۳۰۰
البزانہ ۲۹۰ح
بزم ادب ۳۱ح
بسل ۶۱ح-۳۱۱
بَصرہ (م) ۲۱۲-۲۱۷-۴۰۰
بَصرہ کی بسائی ۳۹۹
بُصری (م) ۳۰۸
بِطانہ ۱۱۴ (قبیلہ)
بطحاء مکہ (م) ۳۱
بطن ۸۶-۱۱۴ (قبیلہ)
بطحاء مکہ (م) ۳۱
بطن ۸۶-۱۱۴-قبیلہ-بطانہ
بُعاث (م) ۳۳۰
بعل، بت ۳۸۲
بعلبک (م) ۳۸۲-۴۰۸
بغاوت ۴۰۵ح
بغداد (م) ۲۳۲
البَغوی ۲۱۱
بُقیلہ ۳۷۶
بکریاں ۳۰۱
بکہ (م) ۳۰-۳۸۲-مکہ

Marfat.com

البَلاذُری ۴ ۲ح - ۲۹ح - ۳۰ح - ۵۹

بلجیم (م) ۲۱۳ح

البلدالامین (م) ۳۸۲ - مکّہ

بلدہ حیدرآباد (م) ۳۸۲ - حیدرآباد دکّن۔

بَلسان، روغن ۳۰۱

بلوچ، بلوچستان (م) ۳۰۱ - ۳۲۱ح

بلوغ پر رسمیں، عورت کے ۴۸

بمبئی (م) ۲۹ - ۳۱۷ - ۴۱۱

بندرگاہ ۳۰۸

بندوق ۴۳۸

بنگال (م) ۳۲۱ح - ۴۱۱

بنگلور (م) ۳۸۲

بنی آکل المرار (ق) ۴ - ۶۴ - ۳۰۶ - ۳۲۴ -

— اَسد (ق) ۶۳ - ۳۰۶ - ۳۲۴

— اِسرائیل (ق) ۴۵ - ۱۲۸ - ۱۲۹ - ۱۳۰ - ۱۳۵ - ۳۷۹ - یہود

— اُمیّہ (ق) ۷۸ - ۱۸۴ - ۲۱۶

— اُمیّہ، خلافت ۱۱۵

— الأوس ۱۲۱ ف۱۱، ف۳۰

— تَغلِب (ق) ۴۰۵ح

— تَمیم (ق) ۳۱۰

— ثَعلبہ (ق) ۱۲۱ ف۳۱، ف۳۲، ف۳۴

— جَحش (ق) ۹۹ح

— جَذیمہ (ق) ۲۰۴

— جُشَم (ق) ۱۲۱ ف، ف۲۹

— الجُشَم (ق) ۶۳ - ۳۲۴

— الحارث (ق) ۱۲۱ ف۲۷

— الحارث بن الخزرج (ق) ۱۲۱ ف۵

— خلیفہ (ق) ۲۲۵

— الدّیان (ق) ۱۸۹

— زُہرہ (ق) ۴۷

— سَہم (ق) ۴۰ - ۷۷

— ساعِدہ (ق) ۱۲۱ ف، ف۲۸

— الشُّطیبہ (ق) ۱۲۱ ف۳۳

— ضَمرہ (ق) ۱۰۷

— عبّاسؓ (ق) ۲۱۶

— عدی (ق) ۷۶

— عَمرو بن عوف (ق) ۱۲۱ ف۹

— عَمرو بن مَرثَد (ق) ۴ - ۶۴ - ۳۰۶ - ۳۲۴

Marfat.com

— عوف (ق) ۱۲۱ ف، ف ۲۵ تا ۳۴
— نُفیم (ق) ۶۰
— قُریظہ (ق) ۱۰۰-۱۱۴-۱۹۵ح
— قینُقاع (ق) ۱۹۵ح-۲۳۸
— ۲۴۴-۴۰۶
— مُحارِب (ق) ۶۴-۳۲۴-
— النبیت (ق) ۱۲۱ ف۱
— النَّجار (ق) ۱۲۱ ف، ف۲۶
— النَّضیر (ق) ۱۰۰-۱۱۰ح-۱۹۵ح
۴۰۶
— ہاشم (ق) ۸۰-۴۲۲
بواہیر (ق) ۲۹
بورڈنگ ۴۲۹
بوسفورس (م) ۳۲۱ح
بُول، مستشرق ۹۶
بہادری ۱۳۱
بھائی چارہ، معاہداتی ۱۱۱-۱۹۱-مولیٰ
بھڑوچ (ق) ۳۱۷
بھوک پیاس ۳۴۰-۳۴۷
بھینٹ ۵۵-چڑھاوا
بئر معونہ، جنگ ۲۶۸

بیت (شعر) ۹۰
بیت ابراہیم (م) ۳۷۶
بیت اللہ ۳۷-۴۷-کعبہ
بیت المال ۱۱۰ح-۱۶۷ح
بیت المدراس ۲۴۴
بیت المقدس (م) ۴۰۸
بیٹی کا قتل ۲۰۲
بیٹے کی قربانی ۱۸۸
بیزنطہ (م) ۹۸-۲۲۸-۳۲۰ ح۳۷۶
قسطنطنیہ
بیزنطینی سلطنت ۱۷۴-۱۷۶-روم
بیعت ۱۳۹-۱۴۰-۱۹۴ح
بیعتِ عقبہ ۱۰۰-۱۰۲-۲۵۷-۳۰۵
۳۲۵-۳۴۷-۳۸۸-عقبہ
بیعتِ نبوی ۱۴۲
بیمہ ۱۱۰
بین المالک قانون ۱۶۵
بیوی ۲۲۶
البیہقی ۲۸۲ح-۲۸۷ح
پادری ۱۷۴-۱۷۶-۱۹۶
پارلیمان ۵۰

Marfat.com

پارلیس (م) ۲۳-۲۹۰ح-۳۲۱ح

پاسپورٹ ۳۲۴

پاقوا ۸۰ح

پالمیرا (م) ۴۱-۴۵-۵۸

پانی پلانا، حاجیوں کو ۲۲۶-سقایہ

پٹھان ۳۲۱ح

پجاری ۴۳-۱۸۷

پرتگال (م) ۳۰۷

پڑاؤ ڈالنا ۴۴۸

پلوٹارک ۴۶ح

پناہ دہی ۸۵-۱۱۱-۱۱۴-۱۱۵-۱۲۱
ف۱۵، ف۲۲ب، ف۲۲-۱۹۱ح-۱۹۳-
۳۴۷-جوار۔

پناہ دہی کا حق ۱۱۰

پناہ گزینی ۳۸۵

پنجاب (م) ۳۲۱ح

پنچ، پنچایت ۴۳ح-۱۸۶-۲۳۴-
ثالث۔

پوپ ۳۱۱-۴۰۵ح

پولینڈ (ح) ۳۲۱ح-۳۸۰

پہاڑی خطبہ ۲۲۶

پہلوان ۴۰۴

پھوٹ ڈالنا، دشمن میں ۳۵۲-۳۵۳-
۳۵۶-

پیراکی ۲۸۲-۲۸۵-تیرنا

پیغمبر و نبی ۱۳۵-۱۴۱

تابع و لاحق ۱۱۰

تاتاری وحشی ۱۷۷

تاج ۵۴-۱۰۰

تاج کیانی ۳۱۲

تاجر ۱۵-۶۳-۶۸-۳۰۸-۴۰۵ح
تجارت

تارپیڈو ۳۸۴

تاڑ کا پتا ۲۴۶

تالیف قلبی ۳۶۰-۳۶۳-۳۶۴-
۳۷۷-دل موہ لینا۔

تبادلۂ آبادی ۳۸۰-۴۰۵

تبلیغ رسالت ۳۲۸

تہنیت ۹۴

تبوک، غزوہ ۳۴۲

تجارت ۲۹-۳۹-۴۹-۸۳-۲۸۴-
۲۸۷-۳۲۲-۳۳۲-۳۴۳-۳۴۹-تاجر

Marfat.com

تجارتی راستہ ۳۱۵

تجویدِ قرآن ۲۷۹-۲۸۲-۴۳۱

تحریف ۱۹۵ح

تحکیم ۱۸۹-۱۹۵ح-حَکَم

تحویلِ ملزمین ۴۰۳

تخت ۱۸۹-تاج

تختیاں ۱۳۵-الواح

تخصصِ علمی ۲۷۹

تخلیہ، مقبوضہ علاقے کا ۴۰۵ح

تدارک ۲۲۲-۲۲۳

تراضی ۴۴

تراویح، نماز ۴۲۷

تربوز ۳۴۸

ترجیح دینا، عیسائیوں کا عیسائیوں کی
حکومت پر مسلمانوں کی حکومت کو ۴۵ح

ترجمہ، انجیل کا ۲۴۱

ترکِ دنیا ۱۴۵-۱۴۶

ترکِ وطن ۴۲-۲۶۶-۲۶۷

ترکستان (م) ۳۰۱-۳۱۷-۳۲۱ح ۱،۲

ترکہ ۴۱-تقسیم ترکہ

تُرکی (م) ۳۲۱ح-۳۸۰

الترمذی ۱۲۴-۱۹۹ح-۲۰۲ح-۲۰۶ح
۲۰۷ح-۲۰۸ح-۲۵۰ح-۲۷۲ح
۲۸۲ح-۲۸۹ح-۲۹۰ح

تزکیۂ گواہاں ۲۰۹

تشریعیہ ۱۸۲

تصحیح فیصلۂ عدالت ۲۰۴

تعبیرِ قوانین ۱۶۲

تعبیرِ معاہدہ ۴۰۳

تعلقات خارجہ ۹۹-وزیرِ خارجہ

تعلیم ۲۳۱-۲۳۲-۲۵۴-۲۵۵-۲۶۴
۲۶۵-۲۷۱-۲۸۶-۲۸۷-۴۳۰-

تعلیم قرآن و شریعت ۱۹۸

تعمیرات ۲۱۹

تعمیلِ فیصلۂ عدالت ۲۱۲-تنفیذ

تغلیب، جنگ ۱۹۰-

تفتیش ۱۹۴-۲۱۳-

تفسیر ۱۴۷

تقریرِ نبوی (برقرار رکھی ہوئی اور گوارا کی
ہوئی چیز) ۳

تقسیم ترکہ ۲۷۹-۲۸۲-۴۳۱-ترکہ

تقویٰ، متقی ۱۸-۱۵۶

Marfat.com

تقویم ۲۲۶۔کیلنڈر
تقی الدین الفاسی ۳۶۔الفاسی
تلوار ۸۲۔ ۱۰۱ح۔ ۳۳۷: ہتیار
تمیم (ق) ۱۸۹۔ ۳۰۶۔ ۳۱۰
تمیم الداری ۳۷۶
تنخواہ وماہوار ۲۱۴۔ ۲۲۰
تنفیذیہ ۱۸۲۔ ۱۸۷: تعمیل
توپ ۳۸۴
توحید ۱۹
توریت: کتاب
توریت کا ترجمہ ۲۱۴
توریہ ۳۴۲۔ دکھاوا
توشہ ۴۴
تونس (م) ۳۲۱ح۔ ۴۱۱
توہم ۱۸۷
تھانہ (م) ۳۱۷
تہدید ۱۸۷۔ ۱۸۹۔ ۲۲۲۔ تدارک
تہمد ۲۸۴
تیان، امیل ۱۸۷ح۔ ۱۸۹ح۔ ۲۱۱ح
تیر ۳۳۷۔ ہتیار
تیراندازی ۲۰۴۔ ۳۸۴۔ ۴۴۳۔
تیرنا ۳۹۴۔ پیراکی
تیرول (م) ۳۸۰
تیسیوس بادشاہ ۵۱
تیماء (م) ۲۴۔ ۳۰۱
تین سو برس کی عمر ۱۸۹
ٹارٹ ۲۰۲۔ ۲۱۶۔ ضمان
ٹارے مستشرق ۱۱۴ح۔ ۱۹۵ح
ٹاون ہال ۲۱۸
ٹرونڈرم (م) ۲۲ح۔ ۹۹
ٹوٹکہ ۳۷۔ ۲۰۵ح
ٹیکس ۱۰۳۔ ۱۹۳ح
ٹیکس کی واپسی ۵۰۴ح۔ ۳۵۴
ثالث ۳۷۔ پنچ
ثبوت ۲۰۵۔ ۲۰۸
ثمامہ بن اثال ۴۴۳۔ ۳۷۲
جات باہر کرنا ۹۴۔ ۱۹۱۔ ۳۸۶۔ طرد
الجاحظ ۶۳ح
جادو ۲۰۵ح
جادو بیانی ۲۰۶
جادر الکعبہ، عہدہ ۴۲
جاکوبائٹ عیسائی ۱۷۵ یعقوبی

Marfat.com

جاگیر ۱۷۴-۱۹۶-۳۷۶
جالوت ۱۳۲
جان ومال ۲۰۵-۲۲۶-جسم
جانور ۷۲-۳۷۷-۳۹۵-۳۹۷
جانور کی ذمہ داری ۲۰۳
جاویٹ، مؤلف ۵۱
جاہلیت کا زمانہ ۲۰۳-۲۱۰-۲۲۶-
۲۳۰-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۹
۲۴۴-۳۱۱-۳۲۵-۴۲۵-
جائداد کا غصب ۹۹
جائداد مہاجرین ۳۱۳-۳۴۳-
جبل الرحمہ (م) ۲۲۶-۳۱۶
جبیل عبداللہ بن عمر (م) ۳۶
جدہ (م) ۶۹-۳۸۴
جرح، گواہ پر ۲۱۳
جُرش (م) ۳۰۱
جُرم کو دفن کرنا ۱۸۶
جُرم کا مالی معاوضہ ۱۹۰
جرمن وحشی ۱۷۷
جرمنی (م) ۱۲۱-۳۰۱-۳۷۹-۳۸۰-
۳۹۰-

جُرہم (ق) ۲۵-۵۸-۶۸-۱۸۳-
الجزائر (ق) ۳۲۱ح
جِسم ۱۳۰-۱۳۱-جان ومال
جفنہ، یہودی قبیلہ ۱۲۱ ف۳۲
جُفَینہ۔ ۱۷۲ح
جلاوطنی ۴۰۴-۴۰۶-۴۰۷
جُلندیٰ بادشاہ ۳۰۸
جماعہ (اہلِ مملکت؛ قوم) ۴۴
جمعہ، روز ۲۸۷
جمعہ کا خطبہ ۴۰۵ح
جمیل الرحمٰن ۲۱۶ح
جَنَد (م) ۱۹۸-۲۸۸
جنگ ۸۴-۷۶-۸۵-۱۱۰-۱۱۵-۱۲۱
ف۴۲۔ ۱۴۵-۱۶۵-۳۰۱
جنگ کا اثر ۱۱۴
جنگ کا پیغمبر۔ رحمت کا پیغمبر ۳۳۵
جنگی قیدی ۲۶۱-۴۰۵
جنگل ۲۹
جنوبی ہند (م) ۳۲۱ح
جُوا کھیلنا ۱۵
جِوار ۱۱۵-۱۹۳-پناہ دہی

Marfat.com

جوانی وشباب ۱۰۴-۱۴۴-۱۵۴-۱۶۴

جوڑا، کپڑوں کا ۴۲۸

جوفِ مدینہ (م) ۱۱۵-۱۲۱-و ۳۹

جہاد ۱۹-۱۶۴-۳۷۷-۵۰۴

جہاز ۶۹-۳۸۴

جھتّی ۲۴۶

جھنڈا ۷۸-۷۹

جھوٹا دعویٰ ۲۲۱

جھوٹی گواہی ۲۱۲-۲۲۱

جُہَینہ (ق) ۱۰۷

جے نوا (م) ۳۰۷

چابی ۵۶

چاند ۳۲۸

چالیس سالہ اہلِ شہر ۴۶

چتر (سائبان) ۱۸۹

چراگاہ ۲۹-۳۳-رائد

چراگاہ، محفوظ ۴۰۳-چرواہا

چَرب زبانی ۲۰۶

چرخہ کاتنا ۲۸۶

چرواہا گری ۲۴

چڑھاوا ۷۰-۷۴-بھینٹ

چشتیہ سِلسلہ ۱۷۰

چشمہ ۱۸۹

چکوسلواکیہ (م) ۳۸۰

چمڑا ۳۳۹-۳۶۹-کھال

چندہ جمع کرنا ۶۵-۶۶-۷۵-۴۲۸

چُنگی ۳۰۵-۳۱۲-۴۰۵ح

چنگیز خان ۹۳

چوری ۱۹۵ح

چین (م) ۱۷-۲۹۰-۳۰۸-۳۱۷-۴۱۱

حاتم طائی ۴۷۳

حاجی، حُجاج ۳۲-۵۸-۲۲۶-حج

الحارث بن کَلَدة ۹۰

حافظ، شاعر ۲۳۳

حَبرون ۳۷۶

حَبش (م) ۲۸-۳۰۵-۳۰۶-نجاشی، حبشہ۔

حبشی ۲۷

حبشی تاجر ۶۸

حبشی زبان ۲۸۱-۴۲۹

حبشی سلطنت ۲۴-۲۵

حبشی غلام ۸۳

Marfat.com

حبشہ (م) ۲۱۲-۲۸۴-۲۸۵-۳۸۵ح-۳۹۰-حبش۔
حج ۱۹-۵۷-۵۹-۶۱-۶۲-۶۷-۹۸-۱۰۳-۲۰۴-۲۸۷-۳۰۵-۳۰۸-۳۲۵-۳۴۰-۳۵۳-۳۸۷-۴۴۵-۴۴۸-۴۵۰-حاجی۔
حجۃ الوداع۔
حج کا زمانہ ۳۱۰
حج اصغر ۶۳-عُمرہ
حج اکبر ۶۳
حجابہ، عہدہ ۴۲-۵۵-۵۶
حُجّاج ۲۷-حاجی
حجاز (م) ۳۵-۶۳-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۶-۳۰۸-۳۲۱-۳۲۴ح-۳۹۲
حجرِ اسود ۲۵
حجرِ اسود کو نصب کرنا ۲۲۴
حجۃ الوداع ۶۶-۶۳-۲۲۶-۳۱۶
حُدَیبیہ (م) ۷۶-۳۱۵-۳۴۹-۳۶۹-۴۰۲-۴۰۳
حدیث ۱۴۲-۱۴۷-۱۶۲-۱۶۸-۲۲۶-۲۳۳-۲۸۷-قولِ نبی
حرام مہینے ۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۳۵۳
اَشہرِ حُرم
حَرب بن اُمیّہ ۷۸ح
حَرَم (م) ۳۲-۱۱۵-۱۲۱-۳۹ف-۳۷۷
حَرَمی ۷۲
حروبِ صلیبیہ ۳۱۱-۴۰۵ح
حَریم ۷۲
حساب وکتاب ۱۵۴-۲۲۴-قیامت
حساب (ریاضی) ۲۳۲ح-۲۸۹-۳۱۴
حسابِ تجارت ۲۵۴
حَسّان بن ثابتؓ ۷۴-۳۵۶-ملک الشعراء
الحسا (م) ۳۸۲-الاحسا-بحرین
حسب ونسب ۱۳۱-۱۵۷
حسنؓ، امام ۲۱۴
حسنؒ بصری ۳۳۴ح
حشر ونشر ۱۹-۱۵۴-۲۲۳-حساب و کتاب-قیامت
حَضرَموت (م) ۶۴-۳۰۰-۳۰۶-۳۰۸-۳۲۴
حضری زندگی ۷۳-۳۸۲
الحُطیئہ شاعر ۱۸۷
حفصہؓ اُمّ المؤمنین ۲۸۶

Marfat.com

حق تنسیخ ۱۶۱
حکم ۱۸۷-۱۸۹-۲۳۴-تحکیم
حکم عورت ۱۸۹ح
الحکم بن ہشام الاندلسی، خلیفہ ۲۱۶ح
حکیم بن حزام ۴۶
حکومتِ الہیہ ۱۶۴
حکمرانی ۲۹۸
حکومہ، عہدہ ۴۲-۴۳-۴۷
حل وعقد، اصحابِ ۱۳۹-۱۴۲
حِلف الصلاح ۴۷
حِلف الفضول ۴۷-۱۸۳-۱۸۴-۲۰۰ح
حلوان النفر، عہدہ ۴۲-۷۷-۸۰-۸۱
حلیف ۱۰۰-۱۹۱-۳۵۱
حلیف قبائل ۷۹
حلیفی ۴۱۱-۳۰۶-۳۱۴-۳۳۳-۳۴۷
حماد راویہ ۲۴۲
حِمص (م) ۵۰۴ح
حمل ونقل، مفت ۳۰۶
حمورابی بادشاہ ۲۰۲-۲۰۲ح
حِمٰی ۳۴-چراگاہ
حمیداللہ ۸۴ح
حنفی فقہاء ۱۴۳
حنفی مذہب ۱۹۳ح
حنفی مصلّی ۳۸
حواری ۱۹۵ح
حوالات ۲۱۵
حوض ۵۸
حیا (ق) ۶۴-۳۲۴
حیدرآباد دکن ۱۳ح-۱۸۰-۲۱۶-۲۲۴ بلدہ حیدرآباد
حیرہ (م) ۲۴۲-۳۰۰-۳۰۷-۳۱۲-۳۹۸
خالد بن الولید ۶۶-۸۳-۲۰۴-۳۵۸-۳۷۶-۳۹۸
خالد بن الولید کی لڑکیاں ۳۴۴
خانہ بدوشی ۴۳-۷۳-۳۰۲
خبررسانی کا نظام ۳۴۱
خثعم (ق) ۶۳-۶۴
خدائی امن ۳۱۱-حرام مہینے
خدیجہؓ امّ المؤمنین ۲۵-۶۷ح-۹۹ح-۴۲۶
خُراسان (م) ۳۱۷

خرّاص ۲۱۹ح

خرّیت ۵۵

خُزاعہ (ق) ۲۵-۳۹-۲۵۰-۲۹۴

خزانہ ۱۱۰

خنزر (م) ۳۱۷

خزرج (ق) ۱۰۰-۳۳۰

خضر ۲۸۹ح

خط اور مراسلت ۲۴۷-۲۷۷

خطا، قاضی کی ۱۹۸ح۔غلطی

خطاب اور اعزازی لقب ۳۵۸

خُطبہ ۲۳۴

خطبۂ حجّۃ الوداع ۲۲۶-۳۱۱۔ حجّۃ الوداع

خفارہ ۲۳-۶۱-۶۴-۲۲۹-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۲۴-بدرقہ

خُفیہ نامہ نگار ۲۷۷

خلافت ۱۳۹

خلافتِ راشدہ ۱۴۴-۱۴۷-۱۷۷-۱۹۵-۲۱۵ح-۳۱۲-۴۰۵

خَلع ۹۴-جات باہر کرنا۔طرد

خُلع (طلاق) ۱۷ح

خلیج فارس (م) ۳۸۲

خلیفہ ۱۴۱-۱۶۹-۱۷۰

خلیفۃ اللہ ۱۳۶-۱۳۸-۱۴۴

خلیفہ بلافصل ۱۷۰

خنجر ۱۷۲ح

خندق، غزوہ-۶۶-۱۹۵ح-۳۱۵-۳۳۷-۳۴۲-۳۵۲-۳۵۳

خودداری ۲۲۴

خود مختاری، ذمّیوں کی قانونی ۱۹۵

خون بہا ۷۵-۱۱۰-۱۲۱-ف۱۱۱تا۱۱۳، ف۲۱-۱۹۰-۲۰۳-۲۰۴ح-۲۲۶-دیت

خون خرابہ ۱۸۹-۲۲۶-قتل

خیبر (م) ۲۷۷-۳۰۱-۳۰۶-۳۰۸-۳۱۱-۳۱۵-۳۳۸-۳۴۹-۴۰۲-۴۰۶-۴۰۷-۴۳۰

خیر و شر ۱۹

خیمہ ۳۷

دارالاسلام ۳۹۸

دارالاقامۃ ۲۹۴-اقامت خانہ۔اقامتگاہ

دارالترجمہ جامعۂ عثمانیہ ۳۰۷ح

دارالعدل ۲۱۸

Marfat.com

دار القواریر ۹۰
دار الندوہ ۳۱ - ۳۸ - ۴۰ - ۴۶ - ۴۸ -
۴۹ - ۲۴۳
دار الندوہ کا مکے میں آغاز ۴۷
دار ہجرت ۴۰۰
دار الہجرۃ ۳۹۸
الدار قطنی ۲۸۲ ح
الدارمی ۱۹۵ ح - ۲۸۹ ح - ۲۹۰ ح
داؤدؑ ۱۳۱ - ۱۳۲ - ۱۳۳ - ۱۸۱
دائرۃ المعارف العثمانیہ، ہوتر ۹۶ ح
دبا (م) ۲۹۰ ح - ۳۰۱ - ۳۰۸ - ۳۱۱ -
دبابہ ۳۳۸ - ۳۳۹، ہتیار
دخویے مستشرق ۱۹۶ ح
دخیل ۱۹۱ - مولا
درآمد ۳۷۲، برآمد - تجارت
درب الیمن (م) ۳۶
دربان ۵۶
درخت ۱۸۹ - ۲۵۲ - ۳۷۷ - ۳۹۷ -
درخت، قاتل ۲۰۳ ح
درخت تحکیم ۱۸۹ ح - تحکیم
دروازۂ فصیل ۳۶
دس فی صد محصول ۳۰۵ - ۳۰۸ - عشر
دستورِ مملکت ۱۳ - ۲۳ - ۲۳ - ۴۴ - ۹۳ - ۹۴
۱۰۱ - ۱۰۳ - ۱۱۵ - ۱۶۹ - ۱۹۲ - ۳۳۲ -
۳۴۷ -
دستور مدینہ ۷۵
دستور مدینہ کے متن کے مصادر ۱۱۸ - ۱۱۹
- ۱۲۰ -
دستورِ مکہ ۲۲۹
دشمن ۸۴
دعایہ کاری ۳۵۲
دعوی ۲۰۵
دفن کرنا، حرم کو ۱۸۶
دکن (م) ۳۸۲
دکھاوا ۲۴۳ - توریہ
دل موہ لینا ۴۲۵ - تالیف قلبی، مؤلفۃ
القلوب
دُنیوی معاملات اور نبی ۱۴۱
دوات ۲۳۷ - ۲۴۶
دو سینگوں والی ٹوپی ۴۲ ح
دوجے، عہدہ ۵۴
دودھ بھائی ۱۸۴

Marfat.com

دُودھ بہن ۴۱۹
دَورہ کُناں معلّم ۳۹۶-۴۳۰
دوڑ، گھوڑے اونٹ، گدھے وغیرہ کی ۴۰-۳۴-۴۱۴
دَولت ۲۲-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۱-
دولت کی تقسیم وگردش ۱۴
دُومۃ الجَندَل (م) ۴-۲۴-۶۳-۳۰۱-۳۰۶-۳۰۸-۳۲۴-۳۲۵-۳۴۲
دُہائی اور فریاد ۴۹-۵۲-
دہریہ ۸۷
دِیَت ۱۱۰-۱۱۱-۱۱۵-۱۷۲ح-۱۹۳-
خونبہا
دِیش (ق) ۴-۶۴-۳۲۴
الدَّیلَمی ۲۷۲ح-۲۸۲ح
دِین و دُنیا ۱۹- دنیوی معاملات
دینی جنگ ۴۱۱-
دیوانی مقدمے ۷۳-۱۸۹-۲۱۶
دیوبانی ۵۵-۷۳ح-۲۰۵ح-اوکل
دیورژسے مستشرق ۱۳ح
دیوستہان ۳۱
دیہات ۴۳
ڈرامہ ۲۴۳
ڈلفی (م) ۷۳-ڈیلفی
ڈھال ۸۰-ہتیار
ڈھنڈورا ۵۲
ڈیرہ ۶۵-۹۰
ڈیکورین ۸۶-۱۹۷ح-عریف
ڈیلفی کا مندر ۵۵-ڈلفی
ذات الفرون ۲۴ح
ذِمّی ۱۵۹-۱۹۳ح-۴۰۵-۴۰۹
ذمّہ داری ۲۰۳
ذمّہ داری، نیابتی ۲۰۲
ذوالاُقیَنع ۱۸۹
ذوالاعواد ۱۸۹
ذوالخلصہ، بت ۶۴ح
ذوالقرنین سکندر ۲۴-۴۲ح
ذی قار (م) ۳۱۲
ذی المجاز (م) ۳۰۸
رابیہ (م) ۴-۶۴-۳۰۶-۳۰۸-۳۲۴
راس الحجر الخشنی ۸۲
رانکے، مؤرّخ ۹۶
رائد ۲۳۴-چراگاہ

Marfat.com

رِبا ۲۰۴ح ۔سود

رباط البواہیر ۲۹

رُبع خالی، صحرائے (م)، ۳۰۰

رَبیعہ (ق) ۶۳-۶۴-۳۰۶-۳۰۷-
۳۱۱-۳۲۴-

رَجب ربیعہ، ماہ ۶۳

رجبِ مُضَر، ماہ ۶۳-۳۱۱

رَجم (پتھراؤ کرنا) ۱۹۵ح

رِحلۃ الشتاءِ والصّیف ۳۰۱

رحم وکرم ۲۰۲

رحمت کا پیغمبر، جنگ کا پیغمبر ۳۳۵

رسالہ اِسلامک کلچر (حیدرآباد۔انگریزی)
۹۹ح-۱۶۵ح۔

رسالہ اشوریات (اشتراسبورگ برمن)
۴۰ح۔

رسالہ البلاغ (اردو۔کراچی) ۲۰۵ح

۔جرنل پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی۔
(کراچی انگریزی) ۲۵ح-۵۹ح۔

۔جرنل رایل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن
انگریزی) ۲۱۲ح

۔دراِسلام (جرمن) ۱۹۵ح

۔ ژورنال آزیاتیک (فرانسیسی، پاریس)
۵۹ح-۶۱ح-۸۳ح

۔ سیاست (حیدرآباد۔اردو) ۴۰۹ح

۔ فرانس اسلام (فرانسیسی، پاریس)، ۲۹۰

۔ مجلۂ طیلسانیین (حیدرآباد۔اردو)
۱۶۷ح

۔ مجلۃ کلیۃ الآداب (مصر۔عربی) ۲۳۸

۔ معارف (اعظم گڑھ۔اردو) ۵۹ح۔
۶۷ح

رسم ورواج ۲۳

رشتہ دار ۱۹۳

رشتہ دار، رسول اللہؐ کے ۹۸

رشوت ۲۱۴-۲۲۱

رضا کار انصاف رسانی ۲۰۴

رضا کاروں کی فہرست، فوجی ۲۷۷

رضی الدین سَرَخسی ۱۴۳

رفادہ، عہدہ ۔۴۰-۴۲-۶۷-محصول

رقبۂ مملکتِ نبوی ۲۷۷-۲۸۰-۳۲۵

سرعتِ فتوحات

رُکانہ ۴۰۴

Marfat.com

رنگ ۱۸-۴۴۸
رنگین لباس ۱۸۷
رواج ۱۲۴
رواداری ۱۶۵
روٹ، جرمن مستشرق ۴۸ح
روٹی ۲۹۳-۲۹۴-۳۱۷
روداد مقدمہ ۲۰۶
روزہ ۱۹-۲۸۷-۲۹۵-۳۴۰-۴۴۵
۴۴۷-۴۵۰
رُوسو ۲-۱۰۲-۱۹۲ح
روس (م)، روسی ۱۷۶-۳۸۰
رُوم ۹۸-۲۲۸-۳۰۵-۳۰۸-۳۱۵
۳۲۲- بیزنطہ (یونان)
رُوم (شہر روما، اٹلی) ۳۸۲-روما
روما (م) ۱۹۷ح-۲۱۱-۲۳۲
روما، جامعہ ۱۳۸-۱۳۹-
رومی (یونانی) ۳۶۳ح
رومی (یونانی) زبان ۲۸۱
رومی سلطنت ۲۴-۲۵
رومی قانون ۱۴۵
روئی ۳۰۸

رہزن ۲۹۵
ریاضت وعبادت ۹
ریاضی ۲۸۲-حساب
ریشم ۲۹۰ح
زانی ۲۲۶-زنا
زبان ۱۸-۴۴۸
زبان، اجنبی ۲۸۱-۲۹۴
زبان، اجنبی ۲۸۱-۲۹۴
زبان، عربی ۲۳۳
زُبیدہ، نہر ۲۹ح
زُبیر بن بکّار ۴۰ح
زخم کا قصاص ۱۲۱ ف ۳۶/ب
زِرار بن الخطّاب الفہری ۸۲
زراعت ۲۱۹-۲۸۷-۳۳۲
زعفران ۳۰۸
زکات ۱۴-۱۹-۱۰۳-۱۶۷-۱۹۳ح-
۲۸۷-۲۹۵-۳۷۷-۳۹۵-۴۴۵-
۴۴۹-۴۵۰
زِیلبربرگ، مستشرق ۲۳۴
زمزم، چشمہ ۲۵-۲۹-۵۸-۱۸۸
زنا ۱۹۵ح-۳۷۷-زانی

Marfat.com

زنا محصنہ ۱۹۵ح

زنانہ رضاکار ۳۴۴

زندگی کا مقصد ۹۱

زید بن حارثہؓ ۹۴

زید بن ثابتؓ ۲۸۱-۲۹۴-۳۱۰-
۳۲۴-

زیور ۱۹۵ح-۳۰۱

سات سالہ عمر ۲۸۵

ساٹھا پاٹھا ۶۴ح

ساٹھ سالہ اہلِ شوریٰ ۶۴

ساول بادشاہ ۱۳۰-۱۳۱

سبا (م) ۴۲-۴۵-۴۸-۱۳۴-۳۳۲

سبا، ملکہ ۴۴ح

سپاہی ۲۷۸-۲۹۵

سپہ سالار ۶۶-۳۰۴

سِدانہ، عہدہ ۴۲-۵۵-۵۶-

السرخسی، شمس الائمہ ۱۴۲-۴۹ ۳ح
۳۵۵-۳۶۸-۴۰۲

شرعیت فتوحات ۱۱۴-رقبہ مملکت

سرمایہ داری ۱۶۷-۲۲۱ح-۵۴۴

سُرنگ ۳۰۸

سُریانی زبان ۱۴۲ح

سعد بن ابی وقاصؓ ۸۳-۲۹۸-۳۳۲

سعودی خانوادہ ۵۶

سعی، صفا و مروہ کے درمیان ۵۹

سعید بن العاصؓ ۲۶۱

سفارت ۷۶

سفارتوں کا سال ۳۲۶

سفارہ، عہدہ ۴۲

سفیرہ ۷۶-۳۷۵

سِقایہ، عہدہ ۴۲-۵۵-۵۷

سَقیفہ ۱۰۰-۱۱۰

سُکران ۲۹۰

سکندرِ اعظم ۹-۲۴-۲۴ح-۳۹۹

سلام بن مشکم ۱۱۰ح

سَلمہ الجرمی ۲۲۸

سَلیل (م) ۳۷۶

سُلیمانؑ ۴۵-۱۳۱-۱۳۳-۱۳۴

سلیمان ندوی، سید ۷۷ح

سلیمان بن ربیعہ الباہلی ۲۱۴

سماج ۸۶

سَماوہ (م) ۳۱۶

Marfat.com

السمعانی، عیسائی پادری ۱۹۶ح

سمندر ۱۵۳ح

سمندری سفر ۳۰۸

سَمَوأل بن عادیا ۲۴۴

السَّمہودی ۲۳۸ - ۳۸۹ح

سُنار ۱۰۰ - زیور - تاج

سُنّت ۲۱۰ - ۲۱۲ - ۲۲۶ - ۲۷۴ - ۲۸۲ - حدیث

سنّت کا قانون ساز ہونا ۳ - ۴ - ۵

سُنّتِ انبیاءِ سلف ۱۲۳ - ۱۲۷

سنطورین ۸۶ - ۱۹۷ح - نقیب

سِندھ (م) ۲۹۰ح - ۳۰۱ - ۳۰۸ح - ۳۱۲ - ۳۲۱ح

سُنّی ۱۷۰

سنیٹ ۱۴۱

سوارِقیہ (م) ۳۰۳

سوارہ فوج ۶۶ - ۶۶ح

سود ۱۴ - ۱۶۷ - ۲۲۶ - ۳۲۱ح - ربا

سود خواری ۲۹۵ - ۴۴۹

سُودان (م) ۳۲۱ح

سَودہؓ امّ المؤمنین ۳۹۰

سوربون (م) ۲۳

سوسج ۳۲۸

سوق ۴۴ - میلہ - اسواق

سوق بنی قَینُقاع ۲۳۸

سویڈن (م) ۵۹ح

سویز (سوئس) نہر ۳۲۱ - ۳۲۱ح

سُہروردیہ، سلسلہ ۱۷۰

السُّہیلی ۲۵ح - ۲۹ح - ۳۰ح - ۱۸۹ - ۲۴۶ - ۲۶۱ح

سیاست ۱۲۱ - ۱۴۶ - ۱۶۸

سیاستِ مُدن ۴۳۴

سیاہی ۲۴۶ - ۲۵۲

سیدالنّاس ۵۴ - قُصَیٰ مُجمّع

سَیف اللہ ۳۵۸ - خالد بن الولید

سیکرٹ سروس ۳۶۶

سَیل عَرِم ۲۵

سِینا، صحرائے (م) ۲۰۱

سینگوں والا ۲۴ح - ذات القرون - دوسینگوں والی ٹوپی

سینٹ ہیلینا، جزیرہ (م) ۲۳ح

السیوطی ۲۷۲ح

Marfat.com

شابو مستشرق ۴۱-۵۸ ح
شادی بیاہ ۴۸
شاعر، شاعری۔ ۵۵-۲۸۶، شعر
الشافعی، امام ۳۶۵-۳۳۴ ح
شام (م) ۲۵-۲۹-۵۲-۶۱-۱۹۶-
۳۰۱-۳۰۱ ح-۳۰۶-۳۰۸-۳۱۲
۳۱۴-۳۱۵-۳۲۱ ح-۳۴۳-۳۶۳ ح
۳۸۰-۴۰۷-۴۲۵
شامیانہ ۶۵-۷۷
شامیانہ، مقدّس ۶۶
شاہراہ ۲۷۶
شب خون ۹۹-۳۳۷
شبلی نعمانی ۲۸۶ ح
شبہِ عمد، قتل ۲۲۶ مشابہِ عمد
شبہے کا فائدہ ملزم کو ۲۰۲
شجر (م) ۳۰۸
شخصی قانون ۱۱۵-۱۹۵
شُدّاخ ۱۸۹
شراب ۱۵-۲۵-۵۶
شراب خواری ۲۹۵
شُریح، قاضی ۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۲ ح
۲۱۴۔
شریعتِ اسلام ۱۸۰
شِعار ۳۳۷۔ واچ ورڈ
شعب ۸۶۔ قبیلہ
الشَّعبی ۲۱۰
شِعر و شاعری ۹-۷۱-۹۰-۱۸۹-۳۵۶
شاعر
شُعَیبہ (م) ۶۹-۳۸۴
شِفاء بنت عبداللہ العَدَویہ ۲۸۶
شکار ۳۰۲-۳۷۷
شمالی افریقہ (م) ۳۱۷-۳۸۰
شمسی سال ۶۰
شُوالی مستشرق ۲۴ ح
شوریٰ ۱۶۰
شوقی، شاعر ۲۲۳
شوہر ۲۲۶
شہادت (گواہی) ۱۵۹-۲۰۵-۲۱۲-
شہادت (گواہی) کا مقصد ۲۷۵
شہ سواری ۴۳۸-۴۴۳
شہر ۲۲-۳۴-۳۸۱۔ بلدہ
شہر بسانا ۴۰۰

شہرپناہ ۴۲ ۔ فصیل
شہری مملکت ۲۳ - ۲۴ - ۲۵ - ۳۴
۴۳ - ۶۸ - ۷۳ - ۷۵ - ۸۵ - ۹۴ - ۹۹ -
۱۰۱ - ۱۰۸ - ۱۱۴ - ۱۱۵ - ۱۸۹ - ۲۲۹ -
۳۰۱ - ۳۱۴ - ۳۳۲ - ۴۰۶ -
شیبانی رض (صحابی) ۳۷۶
شیرینی ۸۰ - ۸۰ ح ۔ حلوان النفر
شیطان ۲۷۲
شیعہ ۱۷۰
شیماء ۴۱۹
صُحار (م) ۲۴ - ۳۰۱ - ۳۰۸ - ۳۱۱
صحرا ۸۹ - ۴۱۸
صُراط جاباسب (م) ۳۰۰
صَرف ونحو ۲۳۳
صَف بندی ۳۳۷ - ۳۴۰
صف آرائی ۴۴۶
صَفوان بن اُمیّہ ۲۱۵
صُفّہ (مدرسہ) ۲۶۱ - ۲۶۲ - ۲۶۳ - ۲۶۹ -
۲۷۰ - ۲۸۰ - ۲۹۴ ۔ ظُلّہ
صَفی ۸۲ ۔ غنیمت
صفیہ رض (رسول اللہ کی پھوپھی) ۳۴۴

صلح ۱۱۴ - ۱۱۵ - ۱۲۱ ۔ ف ۱، ف ۵
۳۰۱ -
صلح، مدّعی ومدّعا علیہ کی ۲۱۲
صلاح (م) ۲۹ ۔ مکّہ
"صلّی اللہ علیہ وسلّم" کا استعمال ۱۱۴
صَفا (م) ۵۹
صَنعاء (م) ۳۰۱ - ۳۰۸ - ۴۰۷ ح
صَنعت ۳۳۲
صَنیعہ ۶۷ ۔ ضیافت
ضُباعہ ۱۷ ۔ برہنہ طواف کرنے والی ۔
الضحّاک بن سُفیان ۲۰۴ ح
ضَرب المثل ۲۳۴
ضمان ۷۵ - ۲۰۲ ۔ ہرجانہ
ضیافت ۴۸ - ۶۷ ۔ صنیعہ
طارق فاتح اُندلس ۲۳ - ۱۱۵
طالوت بادشاہ ۱۳۰ - ۱۳۱
طائف (م) ۲۴ - ۲۹ - ۳۱ - ۵۸ - ۹۸ -
۱۱۵ - ۲۲۹ - ۳۰۱ - ۳۰۳ - ۳۰۵ - ۳۲۲
۳۳۸ - ۳۶۹ - ۳۷۷ - ۳۸۵ - ۳۸۶ -
طائی (یعنی عرب) ۱۷۴ - ۱۹۶
طِب ۹۰ - ۲۸۴ - ۲۸۶ -

طباعت، فن ۲۳۲
الطّبرانی ۲۸۲ح
الطّبری ۲۳ح ۔ ۲۵ح ۔ ۲۹ح ۔ ۳۱ح
۳۷ح ۔ ۴۰ح ۔ ۴۵ح ۔ ۵۶ح ۔ ۶۳ح
۱۱۵ ۔ ۲۰۱ح ۔ ۳۹۰ ۔ ۴۰۴ ۔ ۴۳۰
طرابلس (دم) ۲۲۱ح
طرد ۹۴ ۔ ۱۹۱ ۔ جات باہر کرنا
طغیانی ۶۹ ۔ سیل العرم
طلبِ علم ۲۵۹ح
طلبہ کی غذا ۲۶۲
طواف ۵۹ ۔ ۷۱
طوفان ۶۹
الطّیالسی ۲۵۰ح
طی، (ق) ۶۳ ۔ ۶۴ ۔ ۳۰۵ ۔ ۳۰۶ ۔
۳۲۴ ۔
ظلم ۱۳۶
ظلمہ ۲۳۷
ظُلّہ ۲۶۳ ۔ صُفّہ
ظواہر مکّہ (دم) ۳۱
عابد و عالم میں فرق ۲۷۲
عاشوراء کا روزہ ۲۸۹ح

عالم بطور وارثِ پیغمبر ۲۹۰
عامر بن الطّفیل ۱۸۹ح
عامر بن الظرب ۔ ۱۸۹ ۔ ۱۸۹ح
عامل ۲۰۴ ۔ ۲۳۴ ۔ گورنر
عائشہؓ ام المؤمنین ۱۲۲ ۔ ۲۸۶
عائشہؓ کی دوڑ رسول اللہ کے ساتھ ۲۴۴
عائف ۵۵ ۔ ۷۳
عبادت ۱۴۵ ۔ ۲۷۱
عبادت گاہ ۳۱ ۔ ۳۷ ۔ ۳۸ ۔ معبد
عُبادہ بن الصامت ۲۶۱ ۔ ۲۸۰
عبّاسؓ ۵۸ ۔ ۸۰ ۔ ۲۴۶ ۔
عبداللہ بن اُبَیّ بن سلول ۵۴ ۔ ۱۰۰
عبداللہؓ بن الزُّبیر ۲۸۱
عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ ۲۷۱
عبدالرحمٰن بن الاصم البکّائیؓ ۲۶۳
عبدالرحمٰن بن عوفؓ ۲۷۶ ۔ ۳۷۶ ۔ ۲۳۴ ۔
عبدشمس ۸۷ح
عبدالقدوس ہاشمی ۲۸۰ح
عبدالمُطّلب ۵۸ ۔ ۱۸۸
عبدالملک، خلیفہ ۲۱۰ح ۔ ۲۱۶
عبدمناف ۸۷ح
عبدالوہاب الخلّاف ۲۱۱ح

Marfat.com

عِبرانی خط ۴۲۹
عِبرانی زبان ۲۸۱-۴۲۹
عُبیداللہ بن جحش ۳۹۰
عبیداللہ بن الحسن العنبری ۲۱۷
عبیداللہ بن عمر ۱۷۲ح
عَتّاب بن اَسید ۲۰۴ح - ۲۱۴
عُتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس ۹۰
عِتق (غلامی سے آزادی) ۹۴
عثمان بن الحُوَیرِث ۲۵-۵۴
عُثمان بن عفانؓ ۲۳-۱۱۵-۱۷۲ح -
۱۷۴ح - ۲۱۶-۳۱۷-۴۱۱ -
عَجم، عجمی ۸۴ - ۲۲۶ - ۲۳۵-۳۱۶
عدالت ۷۳ - ۲۰۲
عدل و اِحسان ۱۹۵ح
عدل گستری ۹۹ - ۱۱۰ - ۱۳۲ - ۱۴۵ -
۱۵۸ - ۱۸۰ - ۱۸۲ - ۱۹۰ - ۱۹۴ - ۱۹۹ -
۲۲۲ - ۲۳۹ - ۲۹۸ - انصاف رسانی
عدل گستری یہودی ۱۱۵
عدن (م) ۲۴ - ۳۰۱ - ۳۰۸ -
عَدنان (ق) ۳۰۷ -
عُدوان (ق) ۳۱۰
عَرّادہ ۳۳۹ - ہتیار
عَرّاف ۵۵ - ۲۰۵ح
عِراق (م) ۱۱ - ۲۱۰ - ۳۰۱ - ۳۰۶ - ۳۱۲
۳۱۵ - ۳۲۱ ح - ۳۴۳ - ۳۴۴ - ۳۸۰ -
۳۹۸ - ۴۰۷ -
"عرب" کے معنے، لفظ ۲۳۵
عرب ۱۸۳ - ۱۸۷ - ۱۸۹ - ۱۹۰ - ۲۳۱ -
۲۴۷ - ۳۰۱ - ۳۰۵ - ۳۰۶ - ۳۰۷ - ۳۰۸ -
۳۱۱ - ۳۱۲ - ۳۱۶ - ۳۱۹ح - ۳۲۱ح -
۳۲۴ - ۴۰۷
عرب (م) ۱۱ - ۱۶ - ۲۳ - ۲۴ - ۲۹ - ۳۹
۶۱ - ۶۳ - ۶۴ - ۷۴ - ۸۵ - ۱۰۳ - ۱۲۲ -
۱۸۱ - ۲۲۸ - ۲۹۳ - ۳۰۰ - ۳۹۸ -
عربی زبان ۲۳۳
عَرَفات (م) ۶۳ - ۳۰۸ - ۳۱۰ - ۳۴۰
عرم، سَیل ۲۵
عَریف ۸۶ - ۱۱۰ - ۱۹۷ - ۲۰۴ - ۳۴۴ -
عزت، استاد کی ۲۸۲
عُزّیٰ، بُت ۳۱ - ۳۸۵ح
عزیز مصر، عُہدہ ۵۴
عُشر (چُنگی) ۶۱ - ۶۹ - ۳۰۸ - دس فی صد

Marfat.com

عَضَل (ق) ۶۲-۶۴-۳۲۴
عطر ۳۰۸
عُقاب، عہدہ ۴۲-۷۷-۷۸-۷۹
عَقَبہ، بیعت ۱۰۰-۱۹۲ ح-۱۹۷-۲۵۷
۳۰۵، بیعت
عَقیق کا پتھر ۳۰۱
عُکاظ کا میلہ ۴۲-۶۴-۱۸۹-۲۳۸-۳۰۵
۳۰۸-۳۱۰-۳۱۱-۳۲۴
عِکرمہؓ بن ابی جہل ۶۶
عَلقَمہ بن عُلاثہ ۱۸۹
عِلم ۹۰-۱۳۰-۱۳۱
عُلماء ۱۴۲
علوم وفنون ۲۳۰
علیؓ بن ابی طالب ۱۰۰-۱۷۰-۲۰۷-۲۰۹-
۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۲۰-۲۹۴-۳۰۴
۳۳۲-
عِلّیین (جنّت) ۱۰۲-۱۰۲ ح
عمارۃ البیت، عہدہ ۴۲-۵۵-۵۷
عَمالِقہ (ق) ۶۸
عمامہ ۱۸۹
عُمان (ق) ۳۰۰-۳۰۱-۳۰۵-۳۰۶-

۳۰۸-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۹۶-۴۲۵
عُمر، اہلِ شوریٰ کی ۶۴
عمرؓ بن الخطّاب ۷۶-۱۶۷ ح-۱۷۲-۱۷۴
۱۹۶-۲۰۴-۲۰۶-۲۰۶ ح-۲۱۰-۲۱۲-
۲۱۴-۲۱۵-۲۲۰-۲۵۸-۳۶۳-۳۸۰
۳۹۸-۴۰۰-۴۰۴-۴۰۵ ح-۴۰۷-۴۰۸
۴۱۱-۴۳۵-
عمر بن عامر ۲۱۷-
عمرو بن امیّہ الضمریؓ ۱۷۳ ح
عمرو بن حزم الانصاریؓ ۶۲ ح-۲۰۰-
۲۸۷-۳۰۰-۳۰۴-
عمروؓ بن العاص ۶۶-۱۹۸ ح-۲۵۸-
عمرہ ۵۷-۶۳-حجِ اصغر
عمل، علم پر ۲۸۲
عنایت اللہ، شیخ ۳۰۱ ح
عورت ۱۴-۱۹۰-۲۲۶-۴۰۳-۴۴۲-
عورت، برہنہ ۱۷
عورت حکم، جاہلیت میں ۱۸۹ ح
عورت قاضی ۲۱۷
عورت کی تعلیم ۲۶۰-۲۸۶
عہد شکنی ۱۶۵

Marfat.com

عہدے، نظم ونسق ۴۰-۴۱-۴۲-۴۴-۵۴-
۹۹-

عہدیہ ۳۹۵-کنفڈریشن

عیاض، قاضی ۲۸۶ح

عید ۶۵

عیسائی ۸۷-۱۷۴-۱۹۵ح-۱۹۶-نصرانی

عیسائی تاجر ۴۰۵ح

عیسائی یورپ ۳۱۱

عیسائیوں کا عیسائیوں کی حکومت پر
مسلمانوں کی حکومت کو ترجیح دینا ۴۰۵ح

عیسیٰؑ ۱۲۳ح-۱۲۵-۱۹۵ح-۳۱۰-
مسیح-

عینون (م) ۳۷۶

العینی ۴۲ح

غاربین ۱۶۷ح

غائبانہ نکاح ۱۳۷ح

غذا ۲۲

غرانیق ۳۸۵-۳۸۵ح

الغزولی ۹۰

غسل ۲۸۷

غصہ وغضب ۲۲۱

غطفان (ق) ۶۴-۳۲۴-۳۴۲-۳۵۲

غلام ۱۴-۸۳-۸۵-۱۹۰-۲۸۱-

غلام کا مرتبہ ۳۵۴

غلطی بادشاہ کی ۲۱۶

غلطی عدالت کی-۴۰-۲۰۴-۲۰۳-خطا

غلہ ۲۱۹-۳۱۱-۳۴۴-۳۵۴-۳۷۲

غنیمت-مال ۱۴۱

غنیمت میں حصہ ۱۱۴

غوث بن مُرّ (ق) ۳۱۰

غیر جانبدار ۱۰۶-۱۶۳-۱۶۵-۱۹۴-۲۱۴-
۳۳۳-۳۴۹-۴۰۲

غیر مسلم ۱۹۳ح

غیر مسلم کا مسجد میں آنا ۴۱۸

غیر مسلم رعایا ۱۵۹-۱۹۵-ذمی

غیر مسلم کا قصاص ۱۱۱-۱۱۲ ف۱۲

غیر مسلم گواہ ۲۱۳

غیلان بن سلمہ ثقفی ۱۸۹-۲۳۹-

فاحشہ عورت ۲۳۷

فارسی زبان ۲۸۱-۴۲۹

فاس ۱۴۵-رومی قانون

الفاسی ۲۵ح-۴۵ح

الفاکہی ۲۱۴ح
فال ۲۳-۷۳-۲۰۵ح
فاولر، وارڈ ۳۲ح-۶۴ح-۱۵ح
فتح وظفر ۹-۱۲
فتوحات نبویؐ ۳۳۵
فجار، جنگ ۸۰-۱۸۳-۲۰۴
فخذ ۸۶۔ قبیلہ
فدک (م) ۳۰۱
فدیہ ۱۱۰-۱۱۵-۱۲۱ و ۱۳ تا ۱۱ -۱۹۳-
۲۶۱-۲۹۴۔ قیدی
فرانسوانو۔ نو (فرانسوا)
فرعون ۴۴ح-۴۵-۱۲۸-۱۳۵
فروخت، بیوی کی ۲۰۳ح
فصیلِ شہر ۴۳-۳۶۔ شہرپناہ
فضول ۸۲۔ غنیمت۔ نشیط
فطرت کا مطالعہ، مظاہر ۲۸۹
فعلِ نبیؐ ۳۔ تقریر، سنّت
فقہ ۱۷۴-۲۸۶-۲۸۷
فقہا ۱۶۴
فقیر و مسکین ۳۵۵
فِلپسَن ۳۲ح
فلسطین (م) ۱۱-۲۵-۳۰۸-۳۱۱-۹۱ح
۳۴۳-۳۷۶-۳۷۹-۴۲۳-۴۴۴
فلنسک ۱۹۵-۲۲۱ح- وینسک۔
فنونِ حرب ۳۳۶
فنونِ لطیفہ ۹۰
فواصل ۹۰۔ اسباب۔ اوتاد، بیت
فوج ۸۵-۹۹-۱۳۴-۴۷۴
فوج قائمہ (مستقل فوج) ۸۳-۳۰۶
فوجی حلیفی ۳۱۴۔ حلیفی
فوجی رضاکاروں کی فہرست ۲۷۷
فوجی شرکت (فوج میں بھرتی) ۱۱۴
فوجی نظام ۸۲
فوجداری مقدمے ۴۳-۷۳-۱۸۹-۲۱۵-
فَید (م) ۳۰۱
الفیروزآبادی ۶۱ح
فینیقیہ (م) ۹۰
قلنسک۔ وینسک
فینیس (م) ۴۱-۴۴-۳۰۷-۳۰۵
قاتل ۱۱۱-۱۲۱-۲۲ط قتل
قادریہ سلسلہ ۱۷۰
قادسیہ (م) ۳۹۸

Marfat.com

قاضی ۱۹۸-۲۰۰-۲۰۲-۲۰۴-۲۰۶-۲۰۷-
۲۱۱-۲۱۲-۲۱۴-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-
۲۲۰-۲۲۱-۲۲۵-۲۳۰-
قانون ۱۳۵-۱۴۱-۲۲۲
قانون کی برتری ۱۵۴
قانونِ روما ۲۱۱-روما
قانون سازی ۱۶۲-۲۲۵
قانونِ شہادت ۲۱۳-شہادت، گواہی
قانون کا سرچشمہ ۲۲۳
قانونی خودمختاری۔ ذمیوں کی ۱۹۵
قائد ۸۶
قائف ۱۹ح۔ قیافہ شناسی
قُباء (م) ۲۷۰
قبائل ۱۹۴۔ قبیلہ۔ بنی (فلاں)
قبرستان ۳۱
قبلہ ۱۰۳-۳۱۶
قُبّہ، عُہدہ ۴۲-۶۵
قبیلہ ۸۵-۸۶۔ قبائل۔ بنی (فلاں)
قبیلہ سازی ۱۱۱
قتل ۱۲۱ ف۲۲-۲۹۵۔ قاتل
قتل خطا ۲۰۲

قتل عمد ۱۱۱-۱۲۱ ف۲۱-۱۹۳-۲۰۲ح-
۲۲۶-
قتل مشابہ عمد ۲۰۲ح
قحط ۳۵۴-۳۵۵-۳۶۸-۳۷۲
قحطان (ق) ۳۰۷
قرآن، کتاب
قرآن کا حفظ ۴۲۸
قرآن کی تعلیم ۲۵۷
قربان ۵۵-۱۸۸۔ بھینٹ
قرض ۱۲۱ ف۱۲/الف-۱۸۹-۱۹۸-۲۱۵-
۲۲۶-مدیون
قرضہ حسنہ ۱۶۷
قرطاس ۲۶۴-کاغذ
قُرطبہ (م) ۲۳۲
القرطبی ۲۰۶ح-۲۱۵ح
قُرعہ ۷۳-۸۰-۲۰۵ح
قرقروب بادشاہ ۵۱
قریتین ۳۰۔ مکہ۔ طائف
قریش (ق) ۳۸-۵۲-۵۳-۶۱-۶۳-
۶۴-۷۳-۷۶-۷۹-۸۲-۸۳-۹۰-
۱۰۰-۱۰۶-۱۱۰-۱۱۴-۱۲۱ ف۱۱، ف۳،

Marfat.com

ف۲/ب، ف۱۳ - ۱۹۳ - ۲۳۷ - ۳۰۲ -
۳۰۵ - ۳۰۷ - ۳۰۸ - ۳۱۱ - ۳۱۳ - ۳۱۴
۳۱۵ - ۳۱۶ - ۳۲۴ - ۳۲۵ - ۳۲۸ -
۳۴۲ - ۳۴۳ - ۳۴۴ - ۳۴۵ - ۳۴۷ -
۳۵۰ - ۳۵۲ - ۳۵۳ - ۳۵۴
۳۶۹ - ۴۰۲ - ۴۲۱ -
قُسطنطنیہ (م) ۱۷۶ - ۴۱۱ - بیزنطہ
قسم وحلف ۲۰۸ - ۲۱۲ - یمین
قِصاص ۱۱۱ - ۱۲۱، ف۲۱ - ۱۷۲، ح - ۱۹۰ -
۱۹۳ - ۱۹۵ح - ۲۰۲ - ۲۲۶
قصہ گو، پیشہ ور ۲۴۳
قُصَی ۲۵ - ۲۹ - ۳۱ - ۳۸ - ۳۹ - ۴۰ -
۴۶ - ۴۷ - ۵۳ - ۵۴ - ۶۷ - ۶۸ - ۶۹ -
۷۷ - ۱۸۹ - ۳۱۰ مُجمّع
قضا وقدر ۲۷۳
قُضاعہ (ق) ۲۵ - ۳۹ - ۱۸۹
قضاءت ۲۱۲
قطب الدین ۲۹ح - ۳۱ح - ۳۶ح -
۳۷ح
قَطورا (ق) ۲۵ - ۶۸
القعقاع التیمی ۸۲

قلعہ ۴۴ - ۳۳۸ -
قلم ۲۳۷ - ۲۴۶ - ۲۴۹ - ۲۵۰ - ۲۷۸
قَلَمّس ۶۰ - ۶۲ - ۳۱۰ -
قَلَنبَس ۶۰
قمری سال ۶۰ - ۲۲۶
قمری مہینے ۲۳۲ح
قمیص ۴۸
قَودالجَیش، عہدہ ۷۷، قیادہ ۔ قائد
قول وفعل نبوی ۲۲۴، سنّت، احادیث
قوم ۴۴
قِیادہ، عہدہ ۴۲ - ۵۴ - قودالجیش
قِیاس ۱۶۲ - ۲۲۶ - اجتہاد ۔ استنباط ۔
قیافہ شناسی ۲۱۹ - قائف
قیامت ۱۱۱ - ۱۲۱ - ف۲۲ - ۱۳۸ - ۱۵۹
۲۲۴ -
قیدخانہ ۱۲۷ - ۲۱۵
قیدی ۱۲۱، ف۱۱۳ - ۱۶۵ - ۲۹۴ ۔ فدیہ ۔
قیدی، جنگی ۴۳۴
قیصرِ روم ۲۵ - ۲۵ح - ۲۷ - ۳۹ - ۱۲۵ -
۱۸۹ح - ۳۰۵ - ۳۸۷
کاتب ۲۷۶

کاتبِ وحی ۲۵۸

کارالفسکی ۱۹۵ح

کاروان ۴۹-۵۲-۸۸-۲۸۴-۳۰۵-
۳۰۶-۳۲۴-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۸

کاروانِ تجارت ۲۵-۲۲۹

الکاسانی ۲۴۱ح

کاغذ ۲۴۶-۲۷۸-قرطاس

کالا جنگل، جرمنی کا (م) ۳۰۱-

کان (معدن) ۲۰۳

کاہن ۵۵، ۱۸۷-۱۸۸-۲۰۵ح-
۲۳۴-

کاہنہ عورت ۱۸۹

کائتانی مستشرق ۹۶

کبیسہ سال ۵۹ح-۶۱-۲۲۶-۳۱۰

کپڑا ۳۴۸

"کتاب" کا مفہوم، عربی لفظ ۹۳-۱۰۲

کتاب حوالہ:

— آئین گیمائن ویزن اونے اوبرش
کایت (جرمن از وستن فیلڈ) ۵۴، ۱۸۱ح

— الاحکام السلطانیہ از ابویعلی ۲۶۴

— الاحکام السلطانیہ از الماوردی ۲۱۶

— اخبار الاطباء از ابن ابی اصیبعہ ۹۰

— الاخبار الطوال از الدینوری ۳۹۸
تاریخ دینوری

— اخبارِ مکہ از الازرقی ۴۲ح وغیرہ

— اخبارِ مکہ از الفاسی ۵۴ح

— اخلاق ارتقا کی حالت میں (مارتس
ان ایوالوشن) از ہاب ہاوز ۲۰۳ح

— الاذکیاء از ابن الجوزی ۲۱۷ح

— ارتھ شاستر از کوتلیا ۹۴

— اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۴ح

— ارمغان لاوست (مسے لانشر لاوست)
۲۹۰ح

— الازمنۃ والامکنۃ از المرزوقی ۶۳-
۱۸۹ح-۲۳۹ح

— اسباب النزول از الواحدی ۲۵ح
۳۸۵ح

— الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب از
ابن عبدالبر ۱۹۸ح وغیرہ

— اسلام اور حضری زندگی از ولیام مارسے
۳۰۲ح

— اسلامی سیاست خارجہ (فرانسیسی:

Marfat.com

لا دِ پلو ماسی موز لمان) از حمید اللہ ہر ح
۸۵ ح ۔ ۳۱۹ ح ۔ ۳۲۳
— الاشتقاق از ابن دُرَید ۶ ہر ح
وغیرہ۔
— الاصابہ از ابن حجر ۳۵۳ ح
— الاصنام از ابن الکلبی ۳۱ ح
— الإعلام بأعلام بلد اللہ الحرام،
۲۹ ح
— اعلام الموقّعین از ابن القیّم،
۱۹۹ ح وغیرہ
— الاغانی از ابو الفرج الاصبہانی،
۲۹ ح وغیرہ
— اقضیۃ رسول اللہ از القرطبی ۶ ح
— إمتاع الاَسماع از المقریزی ۱۰۰
۳۴۳ ح
— الاموال از ابو عبید القاسم بن سلّام
۵۲ ح وغیرہ
— انجیل ۱۴۵ - ۱۹۵
— انجیل یوحنّا ۱۹۵ ح
— انحطاط و زوال روما انگریزی:
ڈیکلائن اینڈ فال آف رومن امپائر)
از گبن ۲۳ ح ۔ ۱۱۵
— اَنساب الاشراف از البلاذری
۳۰ ح وغیرہ
اَنساب قریش از زبیر بن بکّار ۱۰ ح
— انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ۱۸۷۔
اُردو دائرہ معارف
— انسائیکلو پیڈیا آف سوشل سائینیس،
۲۲ ح وغیرہ
— الاوسط از الطبرانی ۲۰۲ ح
— بائبل ۹۳ - انجیل، توریت تثنیہ
خروج ۔ لیوی ٹیکس ۔
— بت خانے اور مذہبی جلوس زمانۂ
جاہلیت کے عربوں میں (فرانسیسی) از
لامنس ۶۵ ح
— بدایع الصّنایع از الکاسانی ۲۱۴ ح
۲۱۱ ۔
— بدایۃ المجتہد از ابنِ رُشد ۱۹۳ ح
وغیرہ
— البدایہ والنہایہ از ابن کثیر ۱۱۴ ح
— البیان والتبیین از الجاحظ ۴۳ ح

وغیرہ۔
— پالمیرا کے کتبے (فرانسیسی) از شابو
۴۱ ح
— تاج العروس از مرتضیٰ البلگرامی الزبیدی
۵۳ ح وغیرہ
— تاریخ ابن الاثیر (الکامل) ۱۰۳ ح
— تاریخ بالدینوری (الاخبار الطوال)
۳۹۸
— تاریخ طبری (الرسل والملوک) ۲۳ ح
وغیرہ
— تاریخ از الیعقوبی ابن الواضح ۲۵ ح
وغیرہ۔
— تاریخ الخلفاء از السیوطی ۲۸۱ ح
— تاریخ دمشق از ابن عساکر ۶۴ ح
— تاریخ مکہ (فرانسیسی): لامیک از
لامنس ۲۵ ح
— تاریخ مکہ از الازرقی: اخبار مکہ
— تاریخ مکہ از قطب الدین ۳۶
— تثنیہ (ڈیوٹیرونومی) ۱۹۵ ح۔ بائبل
توریت۔
— التراتیب الادارية، نظام الحکومۃ
النبویہ از عبدالحی الکتانی ۱۰۸ ح
— تریوم قیرا (فرانسیسی) از لامنس ۴ ح
— تفسیر قرآن از ابن کثیر ۲۱۵
— تفسیر قرآن از الخازن ۲۰۴ ح۔
۲۶۴ ح۔
— تفسیر قرآن از الطبری ۲۵ ح وغیرہ
— تفسیر واحدی: اسباب النزول۔
— التنبیہ والاشراف از المسعودی
۵۴ ح وغیرہ
— توریت ۱۹۵-۲۰۲۔ بائبل، تثنیہ
— توسیدیدیس ۱۵
— التیجان از ابن ہشام ۲۴
— جامع بیان العلم از ابن عبدالبر:
العلم، مختصر جامع بیان العلم
— جدول ہائے نسب (جرمن) از
وستن فیلڈ ۸۶
— جغرافیہ یاقوت: معجم البلدان
— جدید قانون بین الممالک کا آغاز
از نیس ۳۷ ح
— جمع الجوامع از السیوطی ۲۷ ح وغیرہ
— جوئش فاؤنڈیشن آف اسلام

Marfat.com

(انگریزی) از طامس ۱۰۴ح وغیرہ
— حجۃ اللہ البالغہ از شاہ ولی اللہ دہلوی ۲۲۱ح
— حیاۃ الحیوان از الاًمیری ۲۸۵ح
— الخبر عن البشر از المقریزی ۱۴ح۔ ۷۵ح۔
— الخراج از ابو یوسف ۲۱۲ح ۲۹۸ ۴۰۵ح
— الخراج از قدامہ بن جعفر ۲۴۲ح۔
— خروج (ایگزوڈس) ۱۹۵ح۔ بائبل۔
— خلافت (انگریزی: کیالیفیٹ) از آرنلڈ ۱۵۴
— خلافتؑ کی عام نوعیت (فرانسیسی) از نالینو ۱۳۹ح
— دستور اثینہ (انگریزی) از ارسطو ۶۶ح۔
— دیوانِ حسان بن ثابتؓ ۲۴ح
— الرسالہ از امام الشافعی ۱۶۲ح
— الروض الانف از السہیلی ۲۵ح وغیرہ۔
زوال و انحطاط: انحطاط و زوال
— ژئیس دلا پرویغث (فرانسیسی) از حمید اللہ ۲۴۳ح
— سبع معلقات ۲۴۰
— سُنن از ابوداؤد ۱۰۸ وغیرہ
— سُنن از الدارمی ۲۵۹ح
— سُنن از النسائی ۲۰۱ح۔ ۲۱۰ح
— سیاسی اجتماعیت بغیر سرداری کے: آین گیمائن ویزن
— السیاسۃ الشرعیۃ از عبد الوہاب الخلاف ۲۱۱ح
— سیاسیات (انگریزی) از ارسطو ۸۵ح وغیرہ
سیرۃ رسول اللہؐ از ابن ہشام ۱۳۱ح وغیرہ
— سیرۃ شامی (: سُبُل الہُدیٰ از محمد بن یوسف الشامی) ۱۰۳ح۔ ۱۱۰ح۔ ۱۴۱ح ۳۹۷۔ ۱۴۱۴۔
سیرت و تعلیمات محمدی (جرمن: داس لیبن اونہ دی لیرے) از اشپرنگر ۲۵ح۔ ۴۵ح۔

Marfat.com

— سینٹ ہیلینا کی یادداشتیں از
نپولین (فرانسیسی) ۲۲۹
— شرح اصول البزدوی از عبدالعزیز
البخاری ۱۶۲ح
— شرح السیر الکبیر للامام محمد از السرخسی۔
۲۴۹ح۔
— شرح صحیح البخاری از العینی ۴ح
۲۷۰ح
— شعب الایمان از بیہقی ۲۹۰ح
— الشمائل از الترمذی ۲۰۳ح
— شوکنگ از کنفوشیوس (فرانسیسی
ترجمہ) ۹۳
— شہری مملکت (انگریزی: سٹی
اسٹیٹ) از فاولر ۳۲ح - ۴۶ح
— صبح الاعشیٰ از القلقشندی ۱۸۶ح
۱۸۷ح
— صحاح ستہ (حدیث کی چھ صحیح کتابیں)
۲۰۲ح - ۲۰۶ح
— الصحیح از البخاری ۵۴ح وغیرہ
— الصحیح از مسلم ۲۰۴ - ۳۳۵ح
— الضوء الساری لمعرفۃ خبر تمیم الداری
از المقریزی ۲۷۶
— الطبقات از ابن سعد ۲۵ح وغیرہ
— الطرق الحکمیۃ از ابن القیم ۲۰۶ح
وغیرہ
— عراق اور شام کے عیسائی عرب
(فرانسیسی) از نو ۲۸۳ح
— عرب (فرانسیسی: عرابی) از دے ورژے
۳۱ح
— العقد الثمین فی فضائل البلد الامین۔
از احمد الخفراوی ۳۲ح
— العقد الفرید از ابن عبد ربہ ۴۰ح وغیرہ
— العلم از ابن عبد البر ۲۶۴ح وغیرہ۔
جامع بیان العلم
— العواصم من القواصم از ابن العربی۔
۱۷۲ح
— عہد نبوی اور خلافت راشدہ:
اسلامی سیاست خارجہ
— عیون الاخبار از ابن قتیبہ ۲۳۷
— غریب الحدیث از ابو عبید القاسم بن
سلام ۹۴ح
— فتوح البلدان از البلاذری ۴۲ح وغیرہ۔

Marfat.com

— الفصول فی السیرۃ از ابن کثیر ۱۹۳ح
— الفہرست از ابن الندیم ۲۴۲ح
— القاموس از الفیروز آبادی ۱۷۱ح۔
۲۱۵
— قاموس تاریخ وجغرافیۂ کلیسا،
(فرانسیسی) ۱۹۵ح۔ کلیسائی تاریخ
— قانون بین الممالک کے اصول (انگریزی)
از لارنس ۵۰ح
— قدیم یونان اور روما میں بین الممالک
قانون اور رواج (انگریزی) ۳۲ح
— قرآن مجید ۲۹ح وغیرہ
— الکامل از ابن الاثیر ۱۰۳ح وغیرہ
— کلیسائی تاریخ وجغرافیہ ۱۷۵۔
قاموس تاریخ وجغرافیہ
— کندہ کے حکمران خانوادۂ آکل المرار
(انگریزی) از اولنڈر ۴۶ح
— کنز العمال از علی المتقی ۲۱۰ح
— گریمر آف پالیٹکس (انگریزی) از
لاسکی ۹۳ح
— گہوارۂ اسلام (فرانسیسی) از لامنس
۵۲ح۔
— گیشیشتے دربیز، نقیفش لیتیراتوار ربین
از کردم باخر ۱۰۶ح (یہ تاریخ ادبیات بزنطہ)
— گیشیشتے دیس قرآنس (تاریخ قرآن۔
جرمن) از نولدیکے / شوالی ۲۴ح
— لسان العرب از ابن منظور ۲۵ وغیرہ
— لیوی ٹیکس ۱۹۵ح۔ بائبل (کتاب
الاحکام)
— المبسوط از السرخسی ۹۹ح وغیرہ
— محاضرۃ الاوائل ۲۰۹ح
— المحبّر از ابن حبیب ۶۰ح وغیرہ
— المحیط از رضی الدین السرخسی ۱۴۳
— مختصر جامع بیان العلم ۲۳۲ح وغیرہ
جامع بیان العلم
— المراسیل از ابو داؤد ۲۷۰ح
— مرآۃ الحرمین ۳۶ح۔ ۶۸ح
— مرآۃ الزمان از سبط ابن الجوزی۔
۲۸۱ح
— مروج الذہب از المسعودی ۴۵ح
— مسالک الابصار از ابن فضل اللہ
العمری ۹۳ح
— المستطرف از الابشیہی ۱۸۹ح

Marfat.com

— مسلم کانڈکٹ آف اسٹیٹ (انگریزی) از حمید اللہ ۱۶۵ح ۲۱۶ح

— مسلمان کلچر (انگریزی ترجمہ) از بارتولد ۱۷۶-۱۷۶ح

— المسند از ابن حنبل ۴،ح وغیرہ

— مطالع البدور از الغزولی ۹۰

— المعارف (عربی) از ابن قتیبہ۔ ۲۵ح وغیرہ

— معجم البلدان از یاقوت ۴۰ح وغیرہ۔ جغرافیہ

— المغازی از الواقدی ۴۴ح۔ ۴۸ح

— مغربی عرب (فرانسیسی) از لامنس ۸۳ح۔

— مفتاح کنوز السنۃ از فنسنک ۱۹۵ح وغیرہ

— المفضلیات ۵۲ح

— المقارنات ۲۱۰ح۔ ۲۱۷ح

— مکہ ہجرت سے پہلے (فرانسیسی) از لامنس ۲۵ح وغیرہ

— ممالکِ اسلامیہ کی تاریخ نظامِ عدلیہ (فرانسیسی) از تیان ۱۸۷ح

— مناقب ابی حنیفہ از الموفق ۱۷۱

— منائح الکرم ۶۸ح

— المنتقی من دلائل النبوۃ از ابو نعیم۔ ۱۳۱ح۔ ۹۸ح

— المنتقی فی اخبار امّ القری از الفاکہی ۲۱۴ح

— المنمق از ابن حبیب ۵۸ وغیرہ

— منوسمرتی (انگریزی ترجمہ) ۹۴

— الموطا از امام مالک ۱۹۸ح۔ ۲۰۱

— نسب قریش از زبیر بن بکار ۲۵ح ۵۹ح۔ ۴۷۔ انساب قریش

— نسبِ اسلامی روایت میں (جرمن) از موریگ ۵۹ح

— نظام الحکومۃ النبویہ از عبد الحی الکتانی ۲۶۱ح۔ ۲۷۰ح۔ التراتیب الاداریہ

— نفح الطیب از المقری ۲۱۶ح

— نقائض جریر والفرزدق از ابن حبیب ۱۸۹

— نہایۃ الارب از النویری ۱۸۹ح

— نیلگری از حمید اللہ ۸۴ح

— الوثائق السیاسیۃ للعہد النبوی والخلافۃ

الراشدۃ از حمید اللہ ۴ ح وغیرہ
— وفاء الوفاء فی اخبار دار المصطفیٰ
از السمہودی ۲۳۸
— وفیات الاعیان از ابنِ خلکان
۲۱۰ ح
— ولاۃ مصر از الکندی ۲۱۶ ح
— الہدایۃ از المرغینانی ۲۱۴ ح
— ہسٹری آف دی لا آف نیشنس
(تاریخ قانون بین الممالک) از
واکر ۲۱ ح - ۱۷۷ ح
— ہسٹری آف دی ورلڈ (تاریخ عالم)
از رانکے ۳۲ ح - ۴۳ ح
— یادداشت سینٹ ہیلینا از
نپولین (فرانسیسی) ۲۳ ح - ۸۳ ح
۲۲۹ سینٹ ہیلینا۔
— یادداشت فتوح شام (فرانسیسی)
از دخویے ۱۹۶ ح
کتاب اللہ ۲۱۰ - ۲۲۴ - قرآن
کتاب الہامی ۱۳۵
کتانی، عبدالحی ۲۰۷ ح - ۲۱۴ ح وغیرہ
کتبے ۲۳۲

کراچی (م)، ۳۰۵ ح
کرایہ ۳۸۴
کُرد (ق)، ۳۲۱ ح
کرشتما چاریہ ۱۸۰ ح
کِراماً کاتبین ۱۵۹
کرم باخبر ۱۷۱
کرسٹل پالیس ۹۰ - دارالقواریر
کسان ۲۲ - زراعت
کسریٰ، کسرائے ایران ۳۰۵ - ۳۱۴ - ۳۸۷ -
ایران -
کشتی لڑنا ۴۴
کعبہ ۲۴ وغیرہ
کعبہ، تولیت ۲۲۶
کفالتِ شخصی ۱۹۸
کلام، علم ۱۴۷
کَلب (ق)، ۴۳ - ۳۰۵ - ۳۰۶ - ۳۲۴ -
۳۲۵
الکلبی ۳۱ ح
کلیسا ۱۴۵ - ۱۴۳ - ۱۷۶ - ۱۹۶ - گرجا
کمان ۲۸۰ - تیر
کمبل اوڑھنا ۱۸۹

Marfat.com

کمیشن ۶۱ - ۳۰۷

کمیونزم ۴۴۹

کمیونسٹ ۱۷

کنانہ (ق) ۳۱۰

کندہ (ق) ۶۴ - ۳۰۰ - ۳۲۵

کنز ۱۱۰ - خزانہ، قبیلہ

کنفوشیس ۹۳

کنفی ڈریشن ۳۹۵ - عہدیہ

کواں ۲۰۳

کوتلیا ۹۴

کوچ کرنا ۴۴۸

کوچ کی مشق ۳۴۰

کوفہ (م) ۲۱۰ - ۲۴۲ - ۴۰۰

کوفے کی بسائی ۳۹۹

کونسلیم ۲۱۱ -

کھال ۳۰۸ - چمڑا

کھجور ۳۰۱ - ۳۶۹ - ۴۴۱

کہف، سورۂ ۲۵۸

کھیت ۴۳ - زراعت

کیلنڈر ۶۰ - تقویم

کیوڑہ ۲۴۶

گاڑی ۲۰۳ ح

گاؤں ۴۳

گبن ۲۳ ح - ۱۱۵

گرجا ۱۷۴ - ۱۹۶ - کلیسا

گریمے مستشرق ۹۶

گڑھا جو باعثِ قتل بنا ۲۰۲

گلگامیش بادشاہ ۲۸۹ ح

گوا (م) ۳۲۱ ح

گواہ ۱۵۹ - ۱۸۱ - ۲۷۵

گوبی، صحرا (م) ۳۰۱

گوتم بدھ ۹

گورنر ۱۹۸ - ۲۰۰ - ۲۰۴ ح - ۲۲۵ - ۴۳۰

عامل

گورنر کے فرائض ۲۸۷

گوند ۳۰۱

گھوڑا ۳۳ - ۶۵ - ۴۳۸

گھوڑ دوڑ ۳۳

گھی ۳۴۸

گیہوں ۲۹۳ - ۲۹۴

لات، بُت ۳۱ - ۳۸۵ ح

لاحق و تابع ۱۱۰

لارنس ۸۵ح

لاسکی ۹۳ح

لاش ۴۴ح

لاطینی تسلط ۱۷۶

لامنس مستشرق ۵۴ح وغیرہ

لائی کرگس ۴۶ح - ۸۹

لباس ۱۷۰ - ۱۸۷ - ۳۰۱

لُبلِن (م) ۳۸۰

لَخمی خانوادہ ۲۴۲

لڑکیاں تعلیم گاہ میں ۲۳۷

لَطیمہ ۳۰۷ - کاروان

لکشمی (دیوی) ۹۰

لکھنا وضاحت سے ۲۷۸

لِکھنا پڑھنا ۲۴۵ - ۲۴۹ - ۲۶۰ - ۲۶۱ - ۲۸۰ - ۲۸۶ - ۴۲۹ -

لگام تھامنا ۶۵ - ۷۷ - آعِنّہ

لِنچنگ ۳۳۰

لِواء، عہدہ ۴۲ - ۷۷ - ۷۹

لوبان ۳۰۸

لوری، بچّوں کی ۲۳۴

لُونڈ، جامعہ ۵۹ح - ۶۴ح

لونڈی ۱۹۵ح - غلام

لونڈی کی تعلیم وتربیت ۲۸۶

لوہا ۳۰۸

مار کا قصاص اور بدلہ ۱۲۱ ف۳۶/ب

مارٹن ہارٹ ماں : ہارٹ ماں

مارسے، وِلیام ۳۰۲ح - ۴۰۰

مارسیلز (م) ۴۴ح

مارگولیوث مستشرق ۲۱۲

ماسینیون مستشرق ۳۲۱ح - ۴۰۰

مال ۲۲۶ - لکشمی

مال کی محبت ۹۰

مالک، امام ۲۸۲ح

مالگزاری ۴۰۶

مالی مقدمے ۱۸۹ح

الماوردی ۱۴۲ - ۲۱۶ح - ۲۱۷

ماہرینِ فن ۲۱۹

ماہوار ۲۱۴ - تنخواہ

المُبَرِّد ۳۰ح

مُتَنَبّی ۴۲۴

مترجم ۲۸۱ - ترجمہ

مَتّور (م) ۳۸۲

Marfat.com

مجالس محلہ ۵۱۔ نادی

مجتہد کی غلطی ۱۶۲۔ غلطی۔ خطا

مجسٹریٹ ۵۱

مجلسِ حکومت دوگانہ ۱۲۹

مجلس دہگانہ ۴۱۔ ۴۳۔ ۴۵

مجلسِ شورٰی ۱۲۸

مجلسِ وضع قوانین ۱۸۰

مُجمّع ۵۳۔ قصی

مجوسی ۷۷ - ۲۷۱ ح

مچلکہ ۲۱۵

مچھلی ۲۸۹ ح

محاصرہ ۳۳۸ - ۳۵۴۔ قلعہ۔ جنگ

محاصل سرکاری ۱۹۸۔ محصول۔ زکات

محبت علم و مال وغیرہ ۹۰

محبوب علی خاں نظام حیدرآباد ۲۱۶

محتسب ۱۹۸

محصول ۶۷ - ۶۸ - ۹۹ - ۲۹۸۔ ٹیکس۔

محاصل

محصول درآمد ۶۹

محصولِ ہوالات ۸۵

محلہ، قبائلی ۱۲۱ و ۱۳ تا ۱۱۱

محلہ وار مسجد ۲۷۰

محمد شیبانی، امام ۱۴۳

محمد بن حبیب ۶۰ ح وغیرہ۔ ابن حبیب

محمود (ہاتھی) ۲۷

محمود باشا فلکی ۵۹ ح

مختار بن ابی عُبید ۲۴۲

مخیس (قید خانہ) ۲۱۵

مدائن (م) ۲۶۔ ایران

مدافعت ۱۱۴

مدرسہ ۲۳۷ - ۲۹۴

مدّعا علیہ ۲۰۸-۲۱۶

مدّعی ۲۱۲

مدینہ منوّرہ (م) ۲۵ وغیرہ

"مدینہ" کے لفظی معنے ۳۸۲

مدیون ۲۱۵۔ قرض۔ مقروض

مذہب ۱۶۸۔ دین

مذہب و سیاست میں تفریق ۱۳۱

مراکش (م) ۳۲۱ ح

مرباع ۸۲۔ غنیمت

مردم شماری ۲۷۷

المرزوقی ۶۳ ح وغیرہ

Marfat.com

مرغیاں ۳۰۳
مرافعہ ۱۱۵-۱۹۸ح
مرافعہ، عدالت ۱۰۶-۲۰۴
مرکب بادشاہت ۱۲۹
مَرْوہ (م) ۵۹
مرہم پٹی ۳۴۴
مریمؑ ۳۱۰
مزدور ۱۴
مُزدَلِفہ (م) ۳۱۰- مشعرِ حرام
مُزَینہ (ق) ۳۹۲
مُسامَرہ ۴۹-۳۴۲ قصہ گو
مساوات ۱۸-۱۱۰
مُستامِن ۱۹۵-۲۱۳
مُستشرِق ۳۸۰
مسجد ۲۷۰-۲۷۴-۳۹۶
مسجد میں درسگاہ ۲۷۰
مسجد میں عدالت ۲۱۸
مسجد حرام ۴۷- کعبہ
مسجد السبق ۴۱۴- گھوڑ دوڑ
مسجد نبوی ۲۶۲-۲۷۱
مسرُوق، آل (ق) ۳۰۶
مسعود نمّام ۳۵۳ح
المسعُودی ۵۴ح
مَسفَلہ (م) ۳۰-۳۶
مسلم، امام ۱۹۵ح-۲۰۰ح-۲۰۶ح-۲۰۸ح
مسلمانوں کی حکومت کو عیسائیوں کی حکومت پر ترجیح دینا ۴۰۵ح
مسیحؑ ۳۰۰- عیسٰی
مشترک قاضی ۲۱۷
مشرک ۸۷-۱۰۶-۱۱۰-۱۲۱ف ۲/ب
مَشعَرِ حرام ۳۱۰- مزدلفہ
مشق، فوجی ۳۴۰
المُشَقَّر (م) ۶۴-۲۹۰ح-۳۰۸-۳۲۴
مشورہ، عہدہ ۴۲-۵۰
مشورہ کرنا ۱۶۰-۱۶۱-۲۲۱-۲۲۳ح
مشورہ کرنا، قاضی کے فیصلے سے قبل ۲۱
مشیتِ خاصہ و عامہ ۱۴
مشیرِ قانون ۲۱۱
مصارف جنگ ۱۱۴
مصارف دہندہ مہمان ۷۲
مصر (م) ۲۲-۲۵-۴۵-۶۱-۹۰-۹۴-

Marfat.com

۱۲۸-۳۰۱-۳۱۲-۳۱۵-۳۲۱-۳۲۲ح-۳۴۳

۳۷۹-۳۸۰

مصر القاہرہ ۳۸۲

مصرع ۹۰-بیت

المصطلق (ق) ۶۴-۳۲۴

مصعب بن الزبیر ۲۵ح

مضر (ق) ۶۳-۳۰۶-۳۰۷-۳۱۱ء

۳۲۴-

معاذ بن جبلؓ ۱۶۲-۱۹۸-۱۹۹-۲۲۵

۳۰۴

معاشی دباؤ ۳۴۳-۳۹۵

معاشی وفاق ۲۳-۳۸۰

معاشیات ۹۴

معافر (م) ۳۱۶

معاوضۂ تعلیم ۲۸۰

معاویہؓ ۲۱۲ح-۴۲۹

معاہداتی بھائی چارہ ۱۱۵-موالی

معاہدہ ۴۸-۱۴۰-۲۷۷-۳۰۵ح-

۳۳۳-۴۲۹

معاہدۂ عمرانی (معاشری) ۱۰۲-۱۳۹-۱۹۲ح

معاینۂ فوج ۳۳۷

معبد ۲۴-۲۹-۴۰-۵۵-۵۶-۶۱-۷۰-

۲۴۰-۳۰۵-۴۲۲-عبادت گاہ

معدنیات ۳۹۱

معزولی، عہدے سے ۱۴۲

معصومیّت، پیغمبر کی ۱۴۱

معلم ۲۵۷-۲۶۱-۲۶۷-۲۶۸-۲۷۱-

۲۸۰-۲۸۷-۳۹۵-۳۹۶

معلات (م)، ۳۰-۳۱ح-۳۶

معین (م) ۲۳۲

مفاخرت ۱۸۹

مفت حمل و نقل ۳۰۶

مفتی ۱۹۸-۲۰۴-فقیہ

المقتدر باللہ، خلیفہ ۳۶

مقدمے ۱۴۱-۱۵۹-۲۱۹

مقدمے آنحضرتؐ کی ذات کے خلاف

۱۰۳-۳۹۷

مقروض ۲۰۳ح-مدیون

المقریزی ۴۱ح-۹۳ح

مقنا (م)، ۳۰۱

مُگلّا (م) ۳۰۸

مُکتَین (دو مکّے) ۳۰

مکّہ (م) ۲۳ وغیرہ

ملأ ۴۴-۴۵

ملابار (ملیبار) (م) ۳۱۲

ملایا (م) ۳۲۱ ح

ملّت ۴۴

ملزم ۷۵-۱۹۱-۲۰۵ ح-۲۱۵-مجرم

مَلِک الشعراء ۷۴-حسّان بن ثابتؓ

ملکہ سبا ۴۴ ح-۵۴-۱۳۴-سبا

ملیبار (م) ۲۹

مملکت ۱۲۶-۱۲۸-۱۳۶-۱۳۷-

مملکت، تصوّر ۱۲۲

مِنا (م) ۳۸۷-مِنیٰ

مَنات، بُت ۳۸۵ ح

مُنادی ۵۲-ڈھنڈورا، مؤذّن

مناظر قدرت ۱۸۴

منافرہ، عہدہ ۴۲-۷۶

منّت ماننا ۱۱۲

مُنجّم ۵۵-ہیئت

مَنجنیق ۳۳۸-دبّابہ، عرّادہ-ہتیار

مُندر ۳۴-۷۳-۱۸۷-معبد، بت خانہ

منڈپ ۶۵-۶۶-شامیانہ

مُنرو، ولیم ۲۲ ح

المنصور، خلیفہ ۲۱۶

منو، مؤلّف سمرتی ۱۴۹

مِنیٰ ۳۰۵-۳۱۱-۳۲۵-مِنا

موازنہ (میزانیہ، بجٹ) ۳۶۲

موالات ۴۹-معاہداتی بھائی چارہ

مَوالی ۱۱۱-۱۱۴-مَولیٰ

موبرگ مستشرق ۵۹ ح

موٹر ۳۸۴

مؤذّن ۵۲-منادی-ڈھنڈورا

موسیٰ ۴۴ ح-۱۲۳ ح-۱۲۸ ح-۱۲۹-
۱۲۹ ح-۱۳۰-۱۳۵-۲۰۲-۲۵۸-۲۸۹ ح
۳۷۹

الموفّق (مؤلّف) ۱۷۱

موفّق قاضی ۱۹۸

مولا (مولیٰ) ۸۵-۱۱۱-۱۲۱-ف ۱۴/ب-۱۹۱
بھائی چارہ

مؤلفۃ القلوب سے مراد ۳۶۴

مہاجرینؓ ۱۰۶-۱۰۸-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۴-۱۹۳

Marfat.com

۳۱۴-۳۳۲-
مہذب وحشی ۱۲-۱۷۷
مہر لگانا ۲۴۶-۲۷۸
مُہرہ (م) ۶۴-۳۰۸-۳۲۴
مہلت ۲۱۲
مہینے، حرام ۶۱-۱۱۱-۳۱۱-آشہر حُرم
مَیٹک ۸۵-مولا
مَیسور (م) ۳۸۲
میر منشی ۴۲۹-کاتب
میراث ۱۸۹
میقات ۳۲-اِحرام-حج-عُمرہ
مے کوک (مولف) ۵۰ح
میلہ ۲۳-۶۱-۶۳-۶۸-۱۸۹-۲۲۹
۲۹۰ح-۳۰۲-۳۰۵-۳۰۸-۳۰۹-
۳۱۱-۳۸۷-اسواق-بازار-سوق-ہاٹ
میور مستشرق ۹۶
میوہ ۳۰۳
نادِی ۹۴-مجالس محلہ
نادی بنی عبد مناف (م) ۹۴ح
ناظر تعلیمات، صدر ۲۸۸
نافِ زمین ۲۹۲-۳۲۳
نافع (قید خانہ) (م) ۲۱۵
ناکہ بندی ۳۴۲
ناگور (م) ۳۸۲
نالینو مستشرق ۱۳۹
ناموسِ موسیٰؑ ۱۴۲ح-توریت
نامہ نگار، خفیہ ۲۷۷-۳۴۲
نباتیات ۲۳۴
نبی ۱۳۱-پیغمبر
نپولین بادشاہ ۹-۲۳-۸۳-۲۲۹-
نجات دہندہ ۱۷۵-۱۹۵ح
نجاشی ۲۵-۲۸-۳۰۵-۳۸۴-۳۹۰-
حبشہ
نجد (م) ۲۹-۲۶۸-۲۷۷-۳۰۱-۳۰۵-
۳۰۶-۳۱۵-۳۴۴
نَجران (م) ۱۸۹-۱۹۵ح-۴۰۷
نخلستان ۳۰۳
نَخلہ (م) ۳۱
ندوہ، عہدہ ۴۲-۵۰-نادی
نذیرِ عریان ۵۲
نزاع ۱۰۰-۱۲۲-۱۶۳-۳۱۱-۳۱۷-۳۲۰-
۳۳۲-

Marfat.com

نزار بن معد بن عدنان ۱۸۹
النسائی ۱۹۵ح - ۲۰۶ح
نسب ۸۶ - ۲۲۶، حسب و نسب
نسب، علم ۲۸۲
نسطوری پادری ۱۷۴ - ۱۹۶
نسل ۱۸
نسئ ۴۰ - ۴۲ - ۵۹، قلمس، کبیسہ
نشانا اندازی ۲۸۵ - ۴۳۸ - ۴۴۲
نشانہ بازی ۲۸۲
نشیطہ ۸۲، غنیمت
نصابِ تعلیم ۲۶۰ - ۲۸۲
نصاریٰ، نصرانی ۱۹۵ - ۴۰۴ - ۴۰۷ - عیسائی
نصفت ۲۰۲
النضر بن الحارث ۹۰
نظامِ ششم ۲۱۶، محبوب علی خاں
نظائر ۲۱۲ - ۲۱۵
نظر بندی ۴۰۱
نظرِ ثانی، مقدمہ ۲۱۲
نظم ۲۳۳ - ۲۳۴ - ۲۳۹، شعر
النعمان بادشاہ ۲۴۲
نفاذ فیصلہ عدالت ۴۷
نفیل بن حبیب خثعمی ۴۶ح
نقاب ۸۴
نقشبندیہ سلسلہ ۱۷۰
نقیب ۸۶ - ۱۰۰ - ۱۱۰ - ۱۹۷ - ۲۰۴ - ۲۴۴
نقیب، تمغے میں ۵۲
نگرانی فیصلہ عدالت ۴۰۲ح
نماز ۱۹ - ۱۰۳ - ۲۸۵ - ۲۹۵ - ۳۴۰ - ۳۴۴
۳۹۵ - ۴۲۸ - ۴۴۵ - ۴۴۶ - ۴۵۰
نماز باجماعت ۲۸۷
نمازِ خوف ۴۴۶
نمرود بادشاہ ۲۰۲ح
نو، فرانسوا (مستشرق) ۳۸۳ح
نوآبادکاری ۱۶۳ - ۲۸۳ - ۳۹۸، ہجرت
نوآبادی ۴۰، دارالہجرۃ
نوبت بہ نوبت جنگ ۱۱۰ - ۱۲۱ - ۱۸۱ف
نوحؑ، ۱۲۳ح
نورالدین زنگی بادشاہ ۲۱۸
نوزائیدہ بچہ ۸۹ - ۲۸۳
نوفل (دق) ۶۷
نومسلم کا اعزاز ۳۵۸

Marfat.com

نومسلم یورپی ۳۹۰
نولڈیکے مستشرق ۴۲ح
نیپال (م) ۳۲۱ح
نیت ۲۰۲
نیرو بادشاہ ۲۵
نیزہ ۳۴۷۔ ہتیار
نیس (مؤلف) ۳۰۷ح
نیلگری (م) ۴۸
نینوی (م) ۳۱۵
وایچ ورڈ ۳۴۷۔ شعار
الواحدی ۲۵ح
وادی غیر ذی زرع (م) ۲۹۔ مکہ
وادی القری (م) ۳۰۱
وارڈ فاولر: فاولر
وازع ۳۴۷۔ صف بندی
الواقدی ۲۹ح ۴۸ح
واکر ۱۲ح ۔ ۱۷۷
وحشی ۹۳۔ ۱۷۷۔ مہذب وحشی
وحی ۱۴۲
وحی، پہلی ۲۴۹
وحی کی کتابت ۲۵۸
وراثت ۲۲۶
وردی ۳۴۷
ورقہ بن نوفل ۲۵ح۔ ۲۴۱
ورنگل (م) ۲۲۴
وزیر ۴۳۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸
وزیر خارجہ زمانہ جاہلیت میں ۷۶
وستن فیلڈ مستشرق ۸۶
وصیت ۱۴۔ ۱۶۷۔ ۲۲۶
وصیتِ نبوی ۳۷۵
وضو ۲۸۷
وعدۂ انعام ۳۷۶
وفاق (فڈریشن) ۳۲۴
وفاق، معاشی ۲۳۔ ۲۲۹۔ ۳۰۸
وفاقی مملکت ۱۱۴
وکیل ۲۰۷
ولاء ۲۲۶۔ موالات
ولہاوزن مستشرق ۵۴۔ ۹۶۔ ۱۰۴۔
ویلہاوزن
ولی اللہ دہلوی ۲۲۱ح
ویلہاوزن مستشرق ۱۸۱۔ ویلہاوزن
وینسنک مستشرق ۹۶۔ ۱۹۵۔ فنسنک۔

Marfat.com

ھٹینسک
وینیپس (م)؛ ھٹینیس
ہاب ہاؤنڈ ۲۰۳ ح
ہارتس ۱۰۲-۱۹۲ ح
ہاتف ۵۵-۷۷-۲۰۵ ح
ہاتھی ۲۷- ابرہہ
ہاجرہ والدۂ حضرت اسمٰعیلؑ ۲۵-۳۸۳ ح
ہاگر-
ہاٹے ۳۰۵ - ہیلہ
ہارٹ مان مستشرق ۴۰ ح
ہارونؑ ۱۲۳ ح - ۱۲۸
ہاشم بن عبد مناف ۲۵- ۳۰۵-
ہاگر ۳۸۳ ح - ہاجرہ
ہالینڈ (م) ۱۲۱-۱۹۵ ح
ہانی (والد قاضی شُریح ۲۱۰
ہتیار ۳۰۱
ہتیار بند ۳۱۳
ہٹلر ۹
ہَجر کے لفظی معنے ۳۸۱-۳۸۲
ہَجَر (م) ۳۰۱-۳۰۲
ہجرت کے لفظی معنے ۳۸۱-۳۹۷
ہجرت ۷۵-۹۵-۱۹۷-۲۵۱-۲۶۷-۲۷۵-
۲۷۷-۳۰۱-۳۳۴-۳۷۹

ہجرتِ مدینہ ۳۱۳-۳۳۲
ہجرتِ نبوی ۵۴-۱۹۲-۲۵۱-۲۵۷-۲۵۹
۲۶۰-۲۷۵-۳۸۸
ہجرت نہ کرنا کفر ہے ۲۹۵
ہدایات افسروں کو ۲۰۷
ہدایت نامہ ۲۰۰-۲۰۱-۲۱۲-۲۸۷-
۲۹۷-
ہُذَیل (ق) ۲۳۷
ہرجانہ، ہرجہ ۷۵-۱۱۰-۲۰۱- ضمان
ہِرَقل بادشاہ ۴۴
ہَرِم بن قُطبہ ۱۸۹ ح
ہُرمُزان ۱۷۲ ح
ہلاکو ۲۳۲-۳۹۹
ہمسایہ سے تعلیم پانا ۲۷۰
ہند (م) ۲۴۶-۲۹۰ ح-۳۰۸- ہندوستان
ہندومت ۱۴۵
ہندوستان (م) ۱۷-۳۶-۳۹-۹۰-
۹۴-۳۰۱-۳۰۷-۳۲۱ ح-۳۸۲-۴۱۱
ہند-
ہوازِن (ق) ۶۴-۳۲۴-۳۳۴
ہوازِن کی جنگ ۱۹۷ ح

ہوائی جہاز ۴۳۸
ہوٹل ۴۴۸
ہومر (شاعر) ۹
ہیالیڈے ۳۲ح - ۸۵ح
ہیامرٹن (مؤلف) ۳۲ح
ہیئت، علم ۲۳۴ - ۲۸۲
یاسر ۹۲
یاقوت (مؤلف) ۳۳ - ۴۰ح - ۳۰۰ح
یتیم ۲۳۴ - ۲۶۴
یثرب (م) ۱۲۱ف، ۳۹ف، ۴۲ف - مدینہ
یَدُ اللّٰہِ علی الجماعۃ ۱۴۲ - ۱۴۴
یَس ۱۵۴ - فاس - رومی قانون
یسوعی (جیسویٹ) پادری ۸۳
الیعقوبی ابن الواضح ۲۵ح ۵۲ح - ۶۳ح
۳۰۵
یعقوبی (جاکوبائٹ) عیسائی ۱۷۵ - ۱۹۵ح
یک فنی آدمی اور جامع آدمی ۹-۱۰
یک فنی تخصص ۲۷۹
یمامہ (م) ۳۰۱ - ۳۰۸ - ۳۱۱ - ۳۴۴ -
۳۵۴ - ۳۷۲
یمن (م) ۲۵ - ۲۶ - ۲۹ - ۶۳ - ۶۳ح -
۱۶۲ - ۱۹۸ - ۱۹۹ - ۲۰۰ - ۲۲۵ - ۲۳۲ -
۲۸۷ - ۲۸۸ - ۳۰۰ - ۳۰۱ - ۳۰۵ - ۳۰۶
۳۱۴ - ۳۲۴ - ۳۲۵ - ۳۴۳ - ۴۰۷ - ۴۰۷ح
۴۲۵
یمین ۲۰۸ح - قسم کھانا
یَنان (م) ۳۲۱ح
یَنبوع (م) ۱۰۷ - ۳۰۱ - ۳۱۴ - ۳۱۵ - ۳۴۳
۳۴۴ -
یورپ (م) ۱۷ - ۲۳ - ۱۱۵ - ۱۹۲ح - ۳۰۷
۳۲۰ - ۴۱۱
یوسفؑ ۴۴ح - ۵۴ - ۱۲۷
یوشع (سُنار) ۱۰۰
یوگوسلاویا (م) ۴۲ح - ۳۲۱ح
یونان (م) ۳۰ - ۳۲ - ۳۴ - ۶۴ - ۸۴ -
۸۵ - ۸۹ - ۹۰ - ۹۱ - ۱۷۶ - ۱۸۷ - ۲۳۲ -
۴۰۸ - بیزنطہ - روم
یونانی زبان ۲۸۱ - ۴۲۹ - رومی زبان
یہود، یہودی (ق) ۸۷ - ۹۹ - ۱۰۰ - ۱۰۶ -
۱۰۷ - ۱۰۸ - ۱۰۹ - ۱۱۲ - ۱۱۳ - ۱۱۴ - ۱۱۵ -
۱۲۱ ۱۶ف، ۲۴ف تا ۱۳۱، ۳۳ف، ۳۵ف، ۳۷ف الف، ۳۷ف ب
۳۸ف، ۴۶ف - ۱۴۵ - ۱۸۷ - ۱۹۳ - ۱۹۵ -

Marfat.com

۳۱۴-۳۱۵-۳۲۲-۳۳۲-۳۳۷-
۳۴۷-۳۴۹-۳۵۳-۳۸۰-۴۰۲-
۴۰۶-۴۰۷-۴۰-بنی اسرائیل
یہودی شعراء ۲۲۴
یہودیوں کا اخراج ۴۰۸
یمین (م) ۳۸۹ ح

تمت والحمد للہ

Marfat.com